

الفوز العظيم

THE ROAD MAP FOR
THE GREATEST SUCCESS

اللہ کے ولی کی گائیڈ بک
اور محاسبہ

ایٹاک سائنٹسٹ انجینئر

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

(سابقہ) ڈائریکٹر جنرل (Nuclear Power) پاکستان ایٹم انرجی کمیشن

دعوتِ عمل

شاید آپ نے یہ تجزیہ نہ کیا ہو کہ قیامت سے جیستر آنے والے واقعات جن کی خاتم النبیین ﷺ نے پیشگوئی کی تھی ان میں سے تقریباً ستر-اسی (70-80) فیصد پورے ہو چکے ہیں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ قیامت کا دور شروع ہو چکا ہے۔ ویسے بھی ہر آدمی کی موت اسکے لئے قیامت ہی ہوتی ہے جس کے ساتھ ہی وہ آخرت کے مراحل میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس پس منظر میں آج انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہ ہوگی کہ اسے جہنم سے بچالیا جائے جس کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کی بات کو پھیلا یا جائے۔ چونکہ لوگوں کے پاس وقت نہیں اور وہ وعظ و نصیحت بھی پسند نہیں کرتے اس لئے مناسب طریقہ یہ ہے کہ کتاب کے ذریعہ خواہ وہ کاغذ پر ہو یا کمپیوٹر پر لوگوں تک اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات کو مسلسل پہنچاتے رہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی یہ ایک نہایت اہم سنت بھی ہے۔ رسائل کے ذریعہ تبلیغ کا آغاز جناب خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے بعد چھ ہجری میں کیا اور اپنی حیات طیبہ میں 250 سے زیادہ خطوط اور وثیقہ جات اس وقت کی اہم شخصیات کو اللہ کی طرف بلانے کے لئے لکھے۔ افسوس کہ آج کے مسلمان نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی اس اہم سنت کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں جبکہ عیسائی مشنریاں اس طریقہ کو اپنا کر دنیا میں مغربی تہذیب کو عیسائیت کے نام پر پھیلا رہی ہیں۔ خصوصاً 9/11 کے بعد ان کوششوں میں بے پناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ آج جس مقام پر دنیا کھڑی ہے اور اسلام کے خلاف سازش پر سازش ہو رہی ہے، ان کے پیش نظر اس وقت ہر مسلمان مرد اور عورت پر یہ کام مانند جہاد ہے کہ لوگوں تک فرقہ بندی سے بالاتر سامعین تک انداز میں دین فطرت کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا جائے۔

اس کام کو آسان بنانے کے لئے دارالحکمت انٹرنیشنل (قرآن الہکیم ریسرچ فاؤنڈیشن) 1986ء سے سائنسی انداز میں عمیق تحقیق اور دور حاضر کے انسان کی سائنکی اور ضرورت کو سامنے رکھ کر کتابیں تیار کر رہا ہے، انہیں خود پڑھیں، دوسروں کو پڑھائیں اور گفٹ کے طور پر آگے پیش کریں۔ اگر آپ بزنس مین یا فیکٹری کے مالک ہیں تو اپنے ملازمین میں بانٹیں، دوستوں کو دیں اور غیر مسلموں کو بھی تحفہ میں بھیجیں۔ اگر آپ اس عظیم صدقہ جاریہ کے لئے دارالحکمت انٹرنیشنل کے تاحیات ممبر بن کر داعی الی اللہ بن جائیں تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا۔

دارالحکمت انٹرنیشنل

Tel: 2255107-2260001 اسلام آباد، F-8/4، ناظم الدین روڈ، 60-C

Web:- www.hqrf.com E-mail:- info@hqrf.com

الفوز العظيم

عظیم کامیابی

The Greatest Success

اللہ کے ولی

کی گائیڈ بک

عظیم ترین کامیابی کیا ہے؟ رب کائنات سے دوستی کیسے ہو سکتی ہے؟ دنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے زندگی کی ترجیحات کیا ہونی چاہئیں؟ اولیاء اللہ کے اوصاف اور ان کی پہچان کیا ہے؟ اللہ کا ولی بننے کے لئے کیا کرنا پڑے گا؟

مصنف

اٹاک سائنسٹ انجینئر سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

(سابقہ ڈائریکٹر جنرل پاکستان اٹاک انرجی کمیشن)

الفوز العظیم عظیم کامیابی

کتاب

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

مصنف

دار لحکمت انٹرنیشنل

پبلشر

60-C ناظم الدین روڈ 4/F، اسلام آباد

sbm@darulhikmat.com

ای میل

www.darulhikmat.com

ویب سائٹ

ملک وقار حسین

کمپیوٹر کمپوزر

1000 تعداد جنوری 2005

پہلا ایڈیشن

2000 تعداد فروری 2006

دوسرا ایڈیشن

2000 تعداد نومبر 2007

تیسرا ترمیمی ایڈیشن

پرنٹر

الفوز العظیم دنیا و آخرت میں کامیابی کا روڈ میپ (Road Map)،

نفس مضمون

ولی اور ولایت کے مقامات، زندگی کی ترجیحات، اللہ تعالیٰ کے قرب کا

حصول، ایک کامیاب مومن کی زندگی، ذکر، فکر، تسخیر۔

قیمت

ہر قسم کے جملہ حقوق بحق مصنف سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز) محفوظ ہیں۔

کسی ادارہ یا فرد/افراد کو مصنف کی تحریری اجازت کے بغیر کتاب یا اس کے کسی حصہ کو

کسی بھی طرح چھاپے، کاپی کرنے یا محفوظ کرنے کی اجازت نہیں۔

افتساب

روح کی خوشبو والے نام

الفوز العظيم

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا
إِيمَانًا مَعَ إِيْمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ
اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ
سَيِّئَاتِهِمْ وَكَانَ ذَلِكَ عِنْدَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا.

(سورة الفتح آیات 5 - 4)

وہی ہے اللہ جس نے ایمان والوں کے دلوں پر سکون اتارا،
تاکہ ان کا ایمان، ایمان کے درجات میں بڑھتا ہی جائے۔
اور اللہ ہی کے لئے ہیں تمام لشکر آسمانوں اور زمین کے،
اور یقیناً اللہ علم والا اور حکمت والا ہے ۝
تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو جنت میں داخل کر دے
جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے
اور ان کی غلطیوں سے وہ درگزر فرمائے گا۔

اور یہ ہے اللہ کے ہاں بہت بڑی کامیابی (الفوز العظيم) ۝

(سورة الفتح آیات 5 - 4)

﴿اظہار تشکر﴾

اس کتاب کے لکھنے میں میں نے کئی بزرگوں کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعائے خیر و برکت کرتا ہوں۔

اگرچہ اس سمیع العظیم ذات پاک کو کسی کا نام بتانے کی ضرورت نہیں لیکن اظہار تشکر کے لئے میں اپنے محترم دوست شیخ محمد طفیل صاحب (مرحوم)، جناب شمس الحق اعوان صاحب، منیر احمد جوندہ صاحب، محمد شریف چیمہ صاحب اور سید ذاکر شاہ صاحب کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بہت محنت سے پروف ریڈنگ میں میری مدد فرمائی اور مجھے اپنی قیمتی آراء سے مستفید کیا۔

پچھلے ایک عرصہ سے مجھے بہت سے اہل اللہ کی مجالس میں بیٹھنے کا موقع ملتا رہا۔ میں نے ان سے بہت سی باتیں سیکھیں اور کئی باتوں کا مشاہدہ بھی ہوتا رہا۔ 1989ء میں مجھے اپنی رفیقہء حیات کے ساتھ حج پر جانے کی سعادت ملی تو ہمیں خانہ کعبہ میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں سے ملنے کا بہت اشتیاق ہوا اور ہماری یہی دعا تھی کہ کسی صاحب دل سے ملاقات ہو جائے۔ چنانچہ ابھی مکہ شریف پہنچے ہوئے چند دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ باب عبدالعزیز میں چٹائی پر بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے انگلی کے اشارہ سے مجھے اپنے پاس بلایا اور بٹھا کر کہا، ”جمعہ جمعہ آٹھ دن اور صالحین سے ملنے کا شوق ہے میں تو سترہ برس سے یہاں بیٹھا ہوں مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا“ یہ ہماری حالت کی صحیح تصویر تھی اور ہمارے لئے نصیحت بھی لیکن اس کے بعد بھی ہمیں اللہ کے بندوں سے ملنے کا ہمیشہ شوق رہا ہے لیکن بات وہی ہے جو اس بزرگ نے کہی کہ اہل اللہ اپنا اشتہار نہیں بانٹتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے اور ہمیں ان سے نہ جانتے ہوئے بھی مستفید کرتا رہے۔

اس کتاب کی تکمیل پر ان تمام بزرگ ہستیوں کا شکر گزار ہوں جن سے بالواسطہ اور بلا واسطہ مجھے رہنمائی ملتی رہی۔

اللهم اهدنا الصراط المستقیم

صراط الذین انعمت علیہم۔ آمین

تیسرا ایڈیشن

جس طرح ”الفوز العظیم“ کو پذیرائی ہوئی وہ اس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی نشانی ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ پہلے اور دوسرے ایڈیشن میں کئی ایک غلطیاں رہ گئی تھیں جنہیں دور کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً میرے قارئین میری رہنمائی کرتے رہتے ہیں خصوصاً میرے عزیز کلاس فیلو جناب انجینئر طارق مسعود خان اور محترم دوست محمد اسلم صاحب نے یہ کام بڑی عرق ریزی سے کیا۔ امید کرتا ہوں کہ ان بزرگوں کی محنت کے نتیجہ میں اس اشاعت میں پروف ریڈنگ کی اغلاط کم ہو گئی۔ اسی ضمن میں مولانا محمد اسحاق خطیب واپڈا ٹاؤن لاہور کا بھی بہت شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے قرآنی آیات کی تحریر کو اغلاط سے پاک کیا۔ لیکن انسان کی کوشش ہے اس لئے سقم سے پاک نہیں ہو سکتی اور صحیح کا یہ سلسلہ یونہی چلتا رہے گا۔ تیسرے ایڈیشن کی خاص بات یہ ہے کہ طارق مسعود خان کی تحریک پر جہاں آیات کریمہ کا صرف ترجمہ دیا گیا تھا اب اصل قرآنی عربی متن بھی لکھ دیا ہے اسی طرح حوالہ جات پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ قارئین کے اصرار پر بعض جگہ مضامین کو مزید تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ خصوصاً اللہ تعالیٰ کے ذکر کے موضوع کو زیادہ کھول کر پیش کر دیا گیا ہے۔ اس کے لئے میں اپنے بیٹے ڈاکٹر عاصم محمود کا بھی شکر گزار ہوں۔ ذکر اور میڈیکل سائنس کے حوالہ سے جو تحقیقات پیش کی گئی ہیں وہ انہی کی کاوش کا نتیجہ ہیں۔

الفوز العظیم حاصل کرنے کے لئے زندگی ایک موقع ہے اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ اپنے وقت کی بہت قدر کریں۔ سورہ المدثر کی پہلی سات آیات جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت طیبہ کے مشن (Mission) کا تعین کیا گیا ہے وہی اللہ کے ولی بننے کے ہر خواہش مند کا مشن ہونا چاہیے اس لئے ان آیات کا خوب ذکر کریں اور انہیں اپنی زندگی کی ترجیح بنالیں۔ اس مشن سے بڑھ کر کوئی اور دوسرا کام نہیں ہے یعنی **وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ**۔ ”اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو“۔ ہر سچے مومن کی زندگی کا یہی نصب العین، یہی حاصل، اور اسی کے لئے جدوجہد ہونا چاہیے۔

سورة المدثر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝

۱- اے چادر اوڑھ / لپیٹ کر لیٹنے والے

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝

۲- اٹھو اور خبردار کرو

قُمْ فَأَنْذِرْ ۝

۳- اور اپنے رب ہی کی بڑائی کا اعلان کرو

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝

۴- اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھو

وَتِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝

۵- اور ہر قسم کی گندگی سے اپنے آپ کو دور رکھو

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝

۶- اور مت احسان کرو اس غرض سے کہ زیادہ

وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝

فائدہ حاصل ہو

۷- اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

(سورة المدثر- آیات 1-7)

(سورة المدثر- آیات 1-7)

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
17	کامیابی	باب نمبر 1
19	ہیپنگلی کا سفر	1.1
21	امتحان گاہ سے گذر	1.2
23	الفوز العظیم	1.3
25	ولی کا خرّہ	1.4
27	اللہ کے ولی کی بنیادی خصوصیات	باب نمبر 2
27	پیری فقیری کا پُر فریب کاروبار	2.1
28	اللہ کے ولی بندے اور ولایت کے مدارج	2.2
29	ہمیشہ یاد رکھیں	2.2.1
31	مقام ولایت اور حصول ولایت	2.3
33	عام مسلمان کی مشکل	2.4
36	حسن ظن، سمت اور کشش	2.5
37	اعمال کا تول	2.6
39	انسان کی اپنی حقیقت اور ارتقائے نفس	باب نمبر 3
40	ارتقائے نفس	3.1
45	ارتقائے نفس کی مختلف کیفیات	3.2
49	اللہ کے ولی کا فلسفہ حیات اور مشکلات زندگی	باب نمبر 4
51	ولی اور اس کی دنیا	4.1

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
55	اولیاء اللہ کا مشن (Mission) اور اوصاف	باب نمبر 5
55	اللہ کے ولی کے بنیادی اوصاف	5.1
57	شریعت اور طریقت کی پہچان	5.2
58	ایمان اور صحیح عقائد	5.3
59	اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی ذات کا احساس	5.4
60	عقیدہ رسالت	5.5
60	عالم الغیب کے حقائق پر ایمان	5.6
61	عالم برزخ کی زندگی	5.7
62	نعمتوں کا شکر	5.8
63	عالم برزخ کی زندگی اور ایصالِ ثواب	5.9
64	زندگی اور موت میں آزمائش	5.10
67	عملی جدوجہد اور توکل	5.11
70	ذکر، فکر اور تسخیر کی عمارت	5.12
72	فرشتوں کی مدد، ضمیر کی آواز	5.13
74	کرامتوں کا ظہور اور علم لدنی	5.14
75	محبت اور خدمت	5.15
77	اللہ کا ذکر اور مراقبہ	باب نمبر 6
77	ذکر کی اہمیت	6.1
78	ذکر کا حق	6.2
81	ذاکر کا انعام	6.3

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
81	ذکر کی روح	6.4
82	ذکر کونسا کیا جائے؟ اور کیسے کیا جائے؟	6.5
85	ذکر اور جدید سائنس	6.6
86	مراقبہ اور حصول مراتب	6.7
89	اللہ کا بندہ	6.8
91	نفس کی لطافت اور ولی کے مقامات	باب نمبر 7
91	زمان و مکان کے طبقات (Parrallel Universes)	7.1
92	روح کی لطافت - نفس کی کثافت	7.2
93	مکاشفات اور عالم الغیب کی سیر	7.3
95	مکاشفات میں دھوکہ	7.4
97	ولی کے درجات میں بلندی اور نیکیاں	7.5
99	عبداللہ - خلیفۃ اللہ	7.6
100	معرفت کے مقامات کی جھلکیاں	7.7
102	معیت اور فتانی اللہ	7.8
104	توفیق، فضل ربی اور پیدائشی ولی	7.9
105	پیدائشی ولی	7.9.1
106	مرنے کے بعد ولی	7.10
110	حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و غیب کا مسئلہ	7.11
113	ولایت اور جہاد	باب نمبر 8
117	اپنے جسم کے خلاف جہاد	8.1

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
118	اسباب کے لئے جہاد	8.2
118	صلح کے لئے جہاد	8.3
119	جہاد اور قتال	8.4
119	روحانی جہاد اور اہل اللہ کے فرائض	8.5
120	حقوق العباد	8.6
122	حکمرانوں کی دسواس الحسناس سے حفاظت	8.7
125	اولیاء اللہ کی مجالس اور ان کے ذاتی خصائل	باب نمبر 9
125	فریب خانوں سے بچو	9.1
125	حقیقی ولی کی مجلس	9.2
127	ولی کی ذات۔ اللہ کی رضا کی تلاش، محنت اور توکل کا مخزن	9.3
131	ولایت کا نصاب	باب نمبر 10
131	ہم اللہ تعالیٰ کے ولی کیسے بن سکتے ہیں؟	10.1
133	ولایت کے لئے بنیادی اصول	10.2
133	پہلا قدم	10.3
135	حقوق العباد، حقوق اللہ	10.4
136	حقوق اللہ	10.4.1
137	حقوق العباد	10.4.2
138	حلال سے رغبت اور حرام سے نفرت	10.5
139	ظاہر اور باطن کی طہارت	10.6
142	صلوٰۃ کی حفاظت	10.7

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
143	ساحونی صلوٰۃ	10.8
144	صلوٰۃ کی خصوصیت	10.9
145	ذکر اور حاضری	10.10
146	فکر اور علم	10.11
149	صوم و صبر	10.12
151	روزہ	10.13
152	ایثار، زکوٰۃ اور تزکیہ نفس	10.14
154	حج اور حاضری	10.15
155	ولی کا فلسفہ حج	10.16
156	کلمہ طیبہ اور شہادت حق	10.17
157	فلسفہ کلمہ طیبہ	10.18
159	ولایت کا ویزہ	10.19
160	راضیہ مرضیہ	10.20
163	باب نمبر 11 کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے	
164	کرنے کے کام	11.1
165	نہ کرنے کے کام	11.2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبَرَّكَ الَّذِیْ یَبْدُو الْمُلْکُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ الَّذِیْ
خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیْوَةَ لِنَبْلُوْکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَهُوَ الْعَزِیْزُ
الْغَفُوْرُ ۝ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ
الرَّحْمٰنِ مِنْ تَقْوٰتٍ ۝ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ
ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبُ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِیْرٌ ۝
(سورہ الملک۔ آیت مبارکہ ۱-۴)

ساتھ نام اللہ کے جو الرحمن اور الرحیم ہے

بڑی برکت والا ہے وہ جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۝

وہ جس نے موت کو پیدا کیا اور زندگی کو،

تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرنے والا ہے

اور وہ بڑا زبردست، بڑا معاف کرنے والا ہے ۝

وہ جس نے سات آسمان بنائے طبق در طبق۔

کیا تو رحمن کی تخلیق میں کوئی نقص دیکھتا ہے؟

ذرا آنکھ اٹھا کر دیکھ، کیا تجھے کوئی خامی نظر آتی ہے؟

پھر دیکھ، بار بار دیکھ، بلاشبہ تیری نظر پلٹ آئے گی تیری طرف

(ہر بار) حیرت زدہ اور ناکام عاجز ہو کر ۝

باب نمبر 1

کامیابی

ساتھ نام اللہ کے جوالرحمن اور الرحیم ہے
”قسم ہے مجھے زمانے کی، بے شک انسان
خسارہ میں ہے سوائے ان کے، جو ایمان
لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور حق پر چلنے
کے لئے ایک دوسرے کو ابھارتے رہے، اور
زندگی کی راہ میں آنے والی مشکلات کو
برداشت کرنے کی تلقین کرتے رہے۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ
خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝
(سورہ العصر-104)

لفظ کامیابی کتنا حسین ہے۔ ہم میں سے کون ہے جو کامیاب نہیں ہونا چاہتا، لیکن
کامیاب آدمی کون ہے؟ ایک بھوکے کے لئے وہی کامیاب ہوگا جسے دو وقت کی روٹی مل جاتی ہے،
چھوٹی کوٹھی والے کے لئے بڑی کوٹھی والا کامیاب ہوگا، ماتحت کے لئے افسر کامیاب ہے۔ یعنی
کامیابی کا عام معیار نسبی (Relative) ہے۔

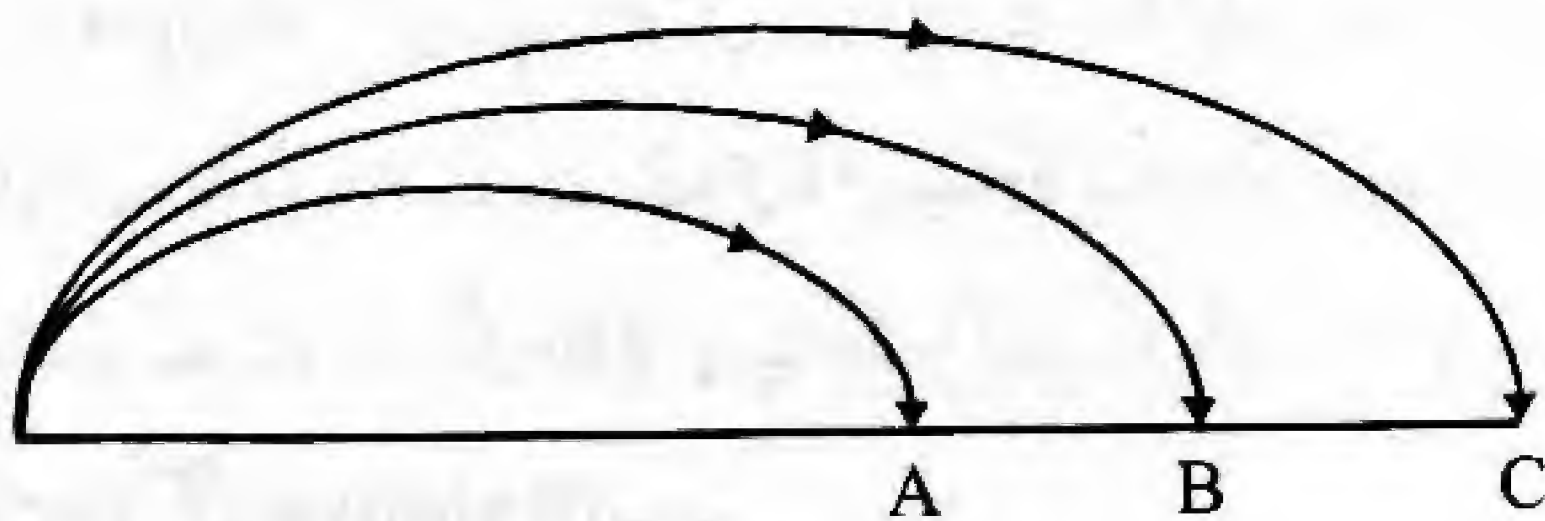
اگر پوچھا جائے کہ دنیا کا کامیاب ترین آدمی کون ہے تو شاید آپ کہیں کہ امریکہ
کا صدر۔ اب اگر امریکی صدر سے پوچھا جائے کہ کامیاب صدر کون ہے تو شاید وہ کہے جو دوسری
بار منتخب ہو گیا۔ پھر ہر کامیاب آدمی کی ریٹائرمنٹ کا وقت بھی آتا ہے جب کامیابی کو یک لخت پیچھے
چھوڑ کر وہ اپنے گھر میں بیٹھ جاتا ہے۔ آخر کار موت سب کو برابر کر دیتی ہے۔ (Death the

leveller)

کامیابی کی حرص کے پیچھے وجہ دراصل بقا (Survival) کی خواہش ہے۔ بقا کی یہ خواہش آدمی کی فطرت میں اتنی شدید ہے کہ وہ اپنی تصویر بنواتا ہے، لوہے اور پتھر سے مجسمے ترشواتا ہے، تاریخ میں نام لکھوانے کے لئے سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے لیکن کیا وہ یہ سب کچھ کرنے کے بعد ہمیشہ کی بقا حاصل کر لیتا ہے؟ جب کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ فنا ہونے والا ہے۔

”کل من علیہا فان“۔ سائنس بھی ”حرارت کے دوسرے قانون“ (2nd Law of thermodynamics) کے ذریعے یہی ثابت کرتی ہے کہ آخر کار بقا صرف تباہی کو ہے۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے چیزوں کے اندر ہی کچھ ایسا نظام قائم کر دیا ہے کہ وقت کے ساتھ وہ خود بخود ختم ہو جاتی ہیں، حتیٰ کہ تاریخ بھی فراموش ہو جاتی ہے۔ اگر کچھ بچ جائے گا تو بھی زمینی قیامت کے بعد تباہ ہو جائے گا۔ اس لئے یہاں ہمیشہ کی کامیابی کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ انسان کتنا بھی اونچا کیوں نہ چلا جائے آخر کار اسے گرنا ہی ہے۔ جیسے نیچے دی گئی تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ اگرچہ ہم میں سے ہر ایک کی پرواز جدا جدا ہے لیکن انجام کار ایک ہی ہے۔ موت سب کو برابر کر دیتی ہے۔



شکل نمبر 1: موت سب پروازوں کو برابر کر دیتی ہے۔ (Death the leveller)

یعنی ہماری کامیابیاں قلیل المدت (Short Term) واقعات ہیں جو طویل مدت کے بعد گم گشتہ داستانیں بن جاتی ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی کسی کو یاد نہیں رہتیں۔ دنیا کی اسی بے ثباتی کو دیکھ کر نوبل انعام یافتہ سائنسدان سٹیفن وینبرگ Stephen Weinberg مایوسی کے عالم میں اپنی لا جواب کتاب ”پہلے تین منٹ (First Three

(Minutes) کو مندرجہ ذیل حسرت انگیز الفاظ پر ختم کرتا ہے۔ ”جس قدر زیادہ کائنات کو سمجھا گیا ہے اسی قدر یہ بے حیثیت نظر آرہی ہے۔“

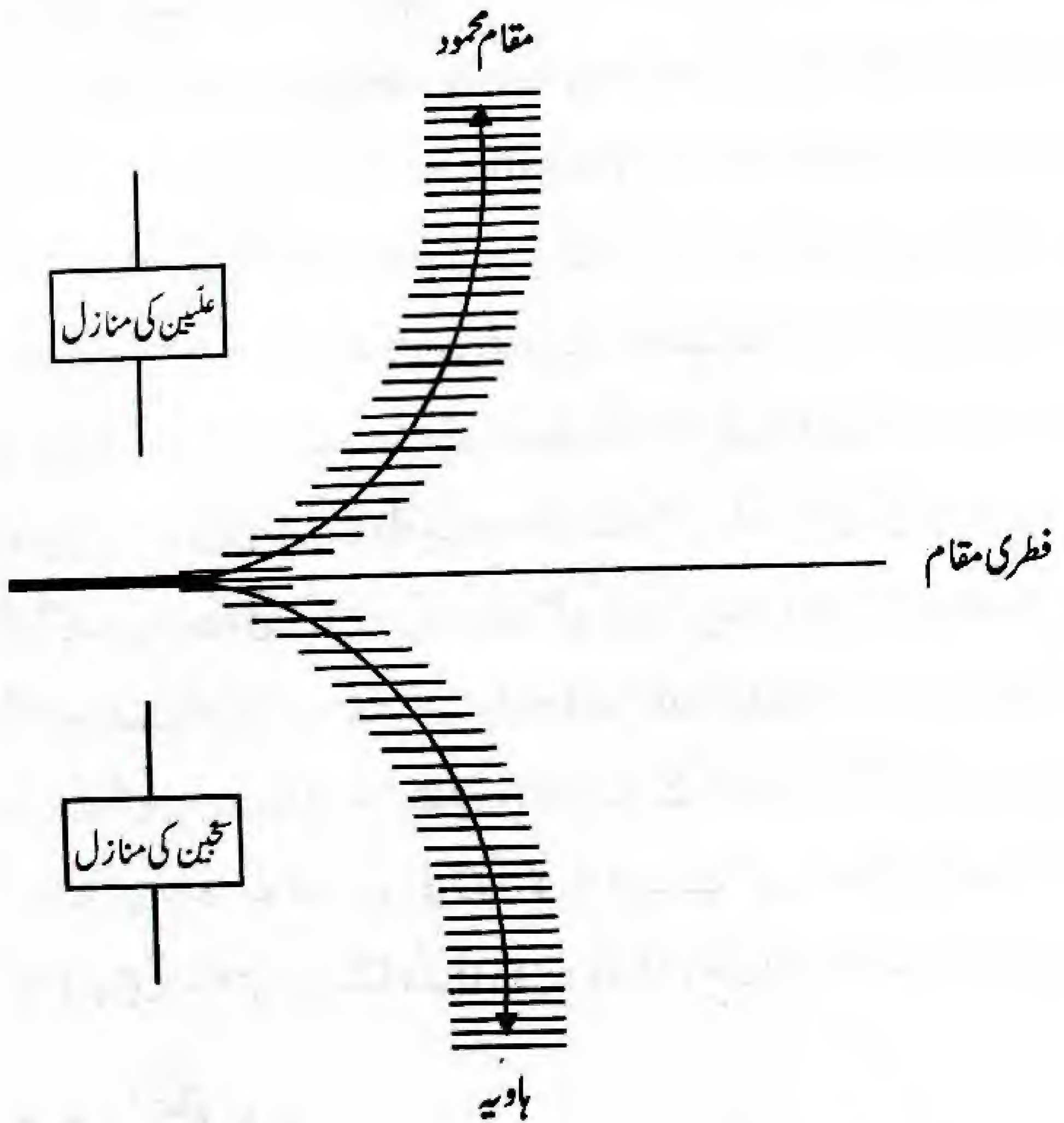
**The more of the universe seems comprehensible,
the more it also seems pointless.**

ڈاکٹر وینبرگ کی اس مایوسی کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے فلسفہ حیات بعد الموت سے آگاہ نہیں تھا۔ یقیناً اگر حیات بعد الموت، قیامت اور قیامت کے بعد نئی زندگی پر ایمان نہ ہو تو کائنات کا سارے کا سارا نظام بے مصرف بات ہی ہوگی جس میں ہر طرح کی جدوجہد، نام نہاد کامیابیاں اور ساری کی ساری تاریخ ایک محدود وقفہ کے عارضی واقعات ہیں لیکن حیات بعد الموت کی حقیقت یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان کو دوام حاصل ہے۔ اگرچہ ہماری دنیاوی حیات ایک نہایت مختصر سا وقفہ ہے لیکن قانون علت اور سبب (Law of cause and effect) کے تحت ہم جو کچھ بھی یہاں کرتے ہیں، سوچتے ہیں وہ ہمیشہ کے لئے کسی دوسری جگہ محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ ہماری ارضی حیات کے بعد آنے والی زندگی کا روڈ میپ ہے جس کے مطابق فیصلہ ہوگا کہ ہم کامیاب ہیں کہ ناکام۔ اس لئے زندگی کی ناکامیوں اور کامیابیوں کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔

1.1 ہمیشگی کا سفر

ہمیشگی کے اس لمبے سفر میں ہمیں قبر سے عالم برزخ میں پہنچنا ہے اور وہاں شاید کروڑوں اربوں سال رہنا ہو، وہاں سے پھر یوم الدین پہنچنا ہے جس کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں، جزا و سزا کے بعد جن لوگوں کو کامیاب قرار دیا جائے گا وہ خوشی خوشی اپنے اعمال ناموں کے ساتھ جنت کی طرف چل پڑیں گے اور جو ناکام ہوں گے وہ اپنے سیاہ اعمال ناموں کے ساتھ دوزخ کی آگ میں دھکیل دیئے جائیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں وہاں اپنے ایمان، عقائد، نیّتوں اور اعمال کی سیاہی دھونے کے لئے اربوں کھربوں سال یا اس سے بھی زیادہ عرصہ رہنا پڑے۔ ہو سکتا ہے کہ

بالآخر وہ بھی جنت میں پہنچ جائیں لیکن دوزخ کی ایک ساعت کا عذاب بھی دنیا کے سارے مصائب سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔



شکل نمبر 2: حقیقی کامیابی جنت کی زندگی ہے اور حقیقی ناکامی جہنم میں جھلنا ہے اور ان میں سے بھی ہر ایک میں لامحدود درجات ہیں جو اپنے عقائد، خیالات اور نیوٹوں اور اعمال کے مطابق موت کے بعد ہمارا مقدر بن جاتے ہیں۔

قرآن پاک کی بہت سی آیات یہ واضح کرتی ہیں کہ جنت اور جہنم میں بھی لامحدود درجات ہیں۔ ہم وہاں کس درجہ پر زندگی شروع کریں گے اور ہمارا رخ کدھر کا ہوگا۔ اس کا انحصار دنیاوی حیات میں ہمارے عقائد، خیالات اور اعمال پر ہے۔ اوپر کے درجات میں راحت ہی

راحت ہے اور نیچے کی طرف زحمت ہی زحمت ہے۔ مندرجہ بالا شکل میں آخرت کی یہ دونوں سمتیں دکھائی گئی ہیں۔ جنت والی سمت اوپر کی طرف ہے اور جہنم والی سمت نیچے کی طرف ہے۔ یہ ہے ہماری زندگی کے مختلف ادوار کا مختصر جائزہ۔ اصل کامیاب وہ شخص ہے جو آنے والی زندگی کو بلند سے بلند مدارج سے شروع کرے۔ اس کے مقابلے میں وہ شخص جس کا رخ سجدین کی طرف ہو گا وہ ہمیشہ دوزخ میں جلتا رہے گا۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۚ فَاِمَّا مِّنْ أَوْتَىٰ كِتَابَهُ يَمِينِهِ ۚ فَسَوْفَ يُحَاسِبُ حِسَابًا يُّسِيرًا ۚ وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۚ وَآمَّا مِّنْ أَوْتَىٰ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۚ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا ۚ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۚ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۚ إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّنْ يُخْرِجَهُ

”اے انسان! یقیناً تو اپنے رب کی طرف کشاں کشاں لوٹنے والا ہے، اور پھر تو اس سے ضرور ملے گا، پس جس کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، پس جلد ہی اس پر حساب سہل ہوگا، اور وہ اپنے اہل خانہ کی طرف خوشی خوشی پلٹے گا، اور وہ جس کا نامہ اعمال اس کی پشت کے پیچھے دیا جائے گا، تو وہ جلد ہی اپنے فنا ہونے کی آرزو کرے گا، اور پھر بڑھکتی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ بے شک دنیا میں یہ آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوش تھا، بے شک وہ گمان کرتا تھا کہ ہرگز نہ لوٹایا جائے گا۔“

(سورہ الانشقاق، آیات 15-6)

1.2 امتحان گاہ سے گذر

قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ انسان کو بار بار اس بات کی یاد دہانی کراتا ہے کہ زمان و مکان میں اس کی ایک لازوال حیثیت ہے۔ اس انتہائی طویل سفر میں یہ دنیا ایک مختصر امتحانی

وقفہ ہے۔ جیسے کارخانہ دار اپنی مصنوعات کو لیبارٹری میں ٹیسٹ کرنے کے لئے بھیجتے ہیں، ایسے ہی دنیا میں انسان کی آزمائش ہوتی ہے۔ اس لئے یہ کامیابی یا ناکامی کی جگہ نہیں بلکہ محض ایک امتحان گاہ ہے۔ عقل مند وہی ہوگا جو اس امتحان گاہ کو امتحان گاہ ہی سمجھے اور زندگی کی اونچ نیچ کو کامرانی یا ناکامی سمجھنے کی بجائے اپنی تقدیر کے امتحانی پرچے کو رب کائنات کے نصاب کے مطابق حل کرتا جائے۔ دنیا کے تمام مذاہب یہی بتاتے آئے ہیں کہ اصل کامیابی امتحان کی تیاری اور سوالوں کے صحیح جواب دینے ہی میں ہے۔ یہی الفوز العظیم ہے۔ اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے جس کے مختلف پہلوؤں کو مندرجہ ذیل آیت مبارکہ میں کھول کر واضح کر دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اے مومنو! کیا میں تمہیں وہ تجارت بتا دوں

جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دیدے؟

اللہ اور اس کے رسولوں پر پختہ ایمان رکھو، اور

اللہ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد

کرتے رہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اگر تم

سمجھ رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہوں کو بخش

دے گا، اور تمہیں ہمیشہ رہنے والی جنت میں

داخل کر دے گا۔ جس کے نیچے نہریں بہتی

ہیں۔ اور رہنے کے لئے اچھی اور پاک جگہ تو

جنت عدن ہے۔ یہی ہے الفوز العظیم

-(The Greatest Success)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ

أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ

مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ تُوْمِنُونَ

بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي

سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ

ط ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ

تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٌ طَيِّبٌ

فِي جَنَّةٍ عَدْنٍ ط ذٰلِكَ

الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

(سورہ الصف، آیات 10-12)

1.3 الفوز العظيم

جن لوگوں میں سورہ صف کی آیات 12-10 والی صفات پائی جاتی ہے ان کا انعام عظیم کامیابی الفوز العظيم ہے اور ایسے کامیاب لوگوں کا نام ”اللہ کا ولی“ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ارضی حیات دنیا سے دوستی لگانے کی بجائے اس ہستی کی دوستی کے لئے گزاری جو تمام کائنات کا مالک، حکمران اور خالق ہے اور آخر کار اسی کے دربار میں سب نے حاضر ہونا ہے۔ ان کے لئے دونوں جہانوں میں کامیابی ہے۔

”بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور بے

شک ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ-

(سورہ البقرہ آیت 156)

چنانچہ جس نے اپنے رب کو اپنا دوست بنالیا اور اس کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھا، وہی کامیاب شخص ہے۔ یاد رکھیں اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کے لئے بہترین دوست ہے اور انہیں وہ دنیا و آخرت میں سب کچھ عطا کرتا ہے جو ان کے لئے فائدہ مند ہو اور نقصان دہ چیزوں سے بچا کر رکھتا ہے۔

آئیے ہم اپنے اللہ کی دوستی پر اعتماد رکھیں، اس کی دوستی پر ناز کریں اور اس دوستی کو بڑھانے کے لئے اس کی پسند اور ناپسند کا متواتر خیال رکھیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ“ اور چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچانے والا ہے۔ گو کافر کتنا ہی برا منائیں“ (سورہ الصف آیت نمبر 8) اور اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں یہ بھی فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ“ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت

اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے ادیان پر غالب کر دے خواہ وہ مشرکوں کو ناگوار گزرے۔
(سورہ القف آیت نمبر 9)۔

کتاب الفوز العظیم ان طریقوں کی وضاحت (Manual for Eternal Success) ہے جن پر عمل پیرا ہو کر ہم دنیا اور آخرت کی یہ شاندار کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس راستہ کا نام ولایت کا راستہ ہے اور اس کا برابر آدمی کا نام ”اللہ کا ولی“ ہے۔ اس کی نمایاں صفت یہ ہے کہ اس کے دل کی کشش اس کی اولاد اور مال سے زیادہ اللہ کی طرف ہوگی۔ جیسے آیت نمبر 28 سورہ الانفال میں فرمایا گیا ہے ”اور اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب آزمائش ہیں۔ اور بے شک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے“۔ اللہ تعالیٰ کبھی انسان کو دے کر آزماتا ہے، کبھی اس سے لے کر۔ ہر حال زندگی کا لمحہ لمحہ ایک آزمائش ہے۔ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ اس لئے اللہ کے ولی اپنی دنیا کو آخرت پر قربان کر دیتے ہیں۔

یوں یہ لوگ اپنی ارضی حیات میں بھی کامیاب ہیں اور آخرت میں تو ان کا جواب نہیں۔ جب آپ اپنے دل میں اپنے اللہ کی دوستی کی خواہش پیدا کرنے لگیں گے تو وہ خود ہی آپ کے اندر ایک ایسا نور ڈال دے گا جس سے حق و باطل کی تمیز کرنا آپ کے لئے آسان ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو شیطان کی باتوں سے گھمن آنے لگے گی اور دل صاف ہوتا جائے گا۔ اپنے ایسے طالبوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ
يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ
سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۖ

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝
(سورہ انفال، آیت 29)

”اے ایمان والو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہیں حق و باطل کے فرق کو سمجھنے کی صلاحیت (فرقان) عطا کرے گا (جس سے تم حق کو باطل سے پہچان سکو گے) اور تمہاری غلطیوں کو تم سے دور فرما دے گا، اور تمہارے لئے بخشش فرما دے گا، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔“

1.4 ولی کا خرّہ

فرقان کی عطا، سیات سے درگزر اور عام معافی، اللہ تعالیٰ کا وہ فضل ہے جو اس نے اپنے متقی بندوں کے لئے خاص کر دیا ہے۔ یوں تقویٰ کا مقام ولایت کی پہلی منزل ہے۔ یہ دل کی وہ حالت ہے کہ محبت اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں اس کی کسی حرکت پر نازک مزاج محبوب ناراض نہ ہو جائے۔ اللہ کا متقی بندہ اپنے رب سے اس سے بھی زیادہ محتاط ہوتا ہے۔ باب العلم، اولیاء کے چراغ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تقویٰ کی مثال یہ ہے کہ حیات دنیا ایک خاردار جنگل ہے جس میں سے اللہ کے ولی کو کانٹوں میں الجھے بغیر گزرنا ہے۔ جب وہ دامن کو صاف بچا کر نکل آتا ہے تو سورہ انفال کی آیت 29 میں جن انعامات کا ذکر ہے وہ اسے عطا کئے جاتے ہیں۔ ولی کا خرّہ اس کی پھٹی پرانی بے شمار ٹکڑوں سے سلی ہوئی گڈری نہیں بلکہ تقویٰ کا وہ لباس ہے جس کا ذکر یہاں ہوا ہے۔



باب نمبر 2

اللہ کے ولی کی بنیادی خصوصیات

اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کی خواہش ہر سچے مسلمان کے دل میں ہوگی لیکن عام طور پر اولیاء اللہ کے متعلق تصور یہ ہے کہ وہ کوئی ماورئی، مافوق الفطرت مخلوق ہیں اور اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے انتھک مجاہدات اور چلہ کشیوں کی ضرورت ہے، حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ بنیادی طور پر ولی کے لئے اچھا انسان ہونا اولین شرط ہے۔ بہر حال اسی تصور کے تحت انہیں اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک پل (Bridge) سمجھا جاتا ہے۔ عام مسلمان اولیاء اللہ کو اس لئے ڈھونڈتے رہتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے یا ان کی نظر فیض سے بگڑے کام بن جائیں۔ مطلبی دنیا میں اس طرح کے شارٹ کٹ (Shortcuts) حاصل کرنے کے لئے اگر تھوڑے بہت چڑھاوے، تحفے تحائف اور خدمت کرنا پڑے تو کیا مضائقہ۔ اگر دنیا کے افسروں کو رشوت دینے سے کام بنتا ہے تو اللہ کے افسروں کی کیوں نہ خدمت کی جائے۔

2.1 پیری فقیری کا پر فریب کاروبار

خدمت کے اس عنصر کی وجہ سے اولیاء اللہ کے نام پر نام نہاد پیر، فقیر اور نام نہاد اہل اللہ کا ایک جم غفیر ہے جو روحانیت کی تجارت کرتا پھرتا ہے اور مختلف خود ساختہ عہدوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ جیسے سول سروس میں سیکشن آفیسر سے سیکریٹری جنرل کے عہدے ہیں یا فوج میں لفٹیننٹ سے جرنیل تک کبریائی کی لائن ہے، ان اسی طرح خود ساختہ ولیوں میں بھی کوئی ابدال کوئی قطب اور کوئی اوتاد بنا بیٹھا ہے۔ مریدوں کے تحائف اور نذرانوں پر گزارا کرتے ہیں لیکن اپنے آپ کو حاکم زماں، مالک مفت اقلیم بتاتے ہیں۔ پاور (Power) کا یہ دعویٰ ہے کہ دنیا کے حکمرانوں کی

تقرری اور معزولی انہی کے دستخطوں سے ہوتی ہے۔ غیب دانی ان کے گھر کی لونڈی ہے۔
 نعوذ باللہ۔ رب کائنات کی حیثیت تو آئینی صدر کی ہے۔ وزیر اعظم کے اختیار تو انہی نام نہاد
 صاحبزادہ پیر طریقت، رہبر شریعت، غوث زمان، مالک ہفت اقلیم، قطب الاقطاب، سگ دربار
 مصطفیٰ وغیرہ وغیرہ کو تفویض شدہ ہیں۔ جاہل مریدین اور قرہبی مصاحبین کا جم غفیر اپنے اس ڈرامہ
 پیر (یہاں اصل پیر مراد نہیں) کی ولایت، کرامات اور نگاہ کے فیض کا پراپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں
 یوں مکر اور فریب کی ایسی دوکانیں دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی جاتی ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے
 بارے فرمایا گیا ہے۔ **وَإِنَّ كَثِيرًا لِّيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ إِنَّ رَبَّكَ**
هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ۝ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِلَهِمِ وَبَاطِنَهُ ۖ إِنَّ الَّذِينَ
يَكْسِبُونَ الْإِلَهِمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝ (سورہ الانعام آیت
 نمبر 119-120) ”بہت سے لوگ بغیر علم اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں
 کچھ شک نہیں کہ ایسے حد سے باہر نکل جانے والے لوگوں کو تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ (اسلئے تم)
 چھوڑ دو ظاہر اور باطن گناہ کو۔ بے شک جو لوگ گناہ کماتے ہیں عنقریب ہی اس کی سزا پائیں گے۔

2.2 اللہ کے ولی بندے اور ولایت کے مدارج

اصل اولیاء اللہ کی حقیقت ان فریب کار شیطان کے چیلوں سے بہت مختلف ہے۔ وہ
 کوئی ماورائی مخلوق نہیں، نہ ہی ولایت کوئی مافوق الفطرت بات ہے بلکہ ہر مومن کے اندر اللہ تعالیٰ
 کی ولایت کا جوہر موجود ہے۔ اصل بات اچھا انسان ہونا، دل میں اللہ کی محبت اور اس کی طرف
 کشش سے ہے۔ جس دل میں بھی یہ کشش ہے وہ کسی نہ کسی درجہ میں اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اور آپس
 میں بھی یہ سب ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا ۖ
 يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى
 النُّورِ ۖ
 ”اللہ تعالیٰ ولی ہے ایمان والوں کا،
 وہ انہیں ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أُولَئِكَ هُمُ
الطَّاغُوتُ ۖ يُخْرِجُونَهُمْ مِّنَ
النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ
أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ ۝ (سورہ البقرہ، آیت 257)

اور جو لوگ کافر ہیں ان کا ولی شیطانی قوتیں
ہیں جو انہیں نور سے ظلمتوں کی طرف نکال
لے جاتے ہیں یہی لوگ دوزخی ہیں اور یہ اس
میں ہمیشہ رہیں گے“

اسی ضمن میں کئی دوسری آیات بھی ہیں۔ ان سب سے یہی ثابت ہوتا ہے جس کسی نے
بھی صدق دل سے کلمہ طیبہ پڑھ کر سرور کائنات کو اپنا رہبر و رہنما تسلیم کر لیا وہ ولایت الہی کے حلقہ
میں شامل ہو جاتا ہے۔ مزید ترقیوں کے لئے دل کی محبت اور خلوص سے جدوجہد ہے۔ یوں کلمہ
طیبہ کی مثال کسی درخت کے بیج کی سی ہے۔ نمود و نشوونما سے وہ ایک عالی شان بار آور درخت بن
سکتا ہے لیکن اگر احتیاط نہ کی جائے تو جل بھی جاتا ہے۔ ولایت کا جو ہر ایمان ہے اور ہر ایک مومن
اپنی ولایت کے جوہر کو مناسب تعلیم و تربیت، عبادات، حقوق اللہ اور حقوق العباد کے آب و گل
سے ایک ایسا شجر طیبہ بنا سکتا ہے جس کی جڑیں زمین میں ہوں گی اور شاخیں آسمان کو چھو رہی ہوں
گی۔ یہی حقیقی کامیابی ہے جس کو قرآن کی زبان میں الفوز العظیم کہا گیا ہے۔

2.2.1 ہمیشہ یاد رکھیں

☆ ولایت کی بنیاد اچھا انسان ہے جو مہذب، عقل و شعور، اعلیٰ اخلاق، رحم، عدل، اخلاص اور
دوسروں کے لئے ایثار کا مرقع ہو۔ یہ ہر قوم اور مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ اسلام انہی
فطری صلاحیتوں کو مزید ترقی دیتا ہے۔

☆ اچھے انسان سے اوپر ایک اچھا مسلمان ہے جو عقل، اخلاق اور ایثار کے علاوہ ایمان، عمل
صالح اور تقویٰ بھی رکھتا ہے۔ جیسے سورہ العصر میں بتایا گیا ہے اللہ کے ولی بننے والے

انفرادی اور باہمی نصیحت اور تلقین کے ذریعہ اپنے درجات میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔

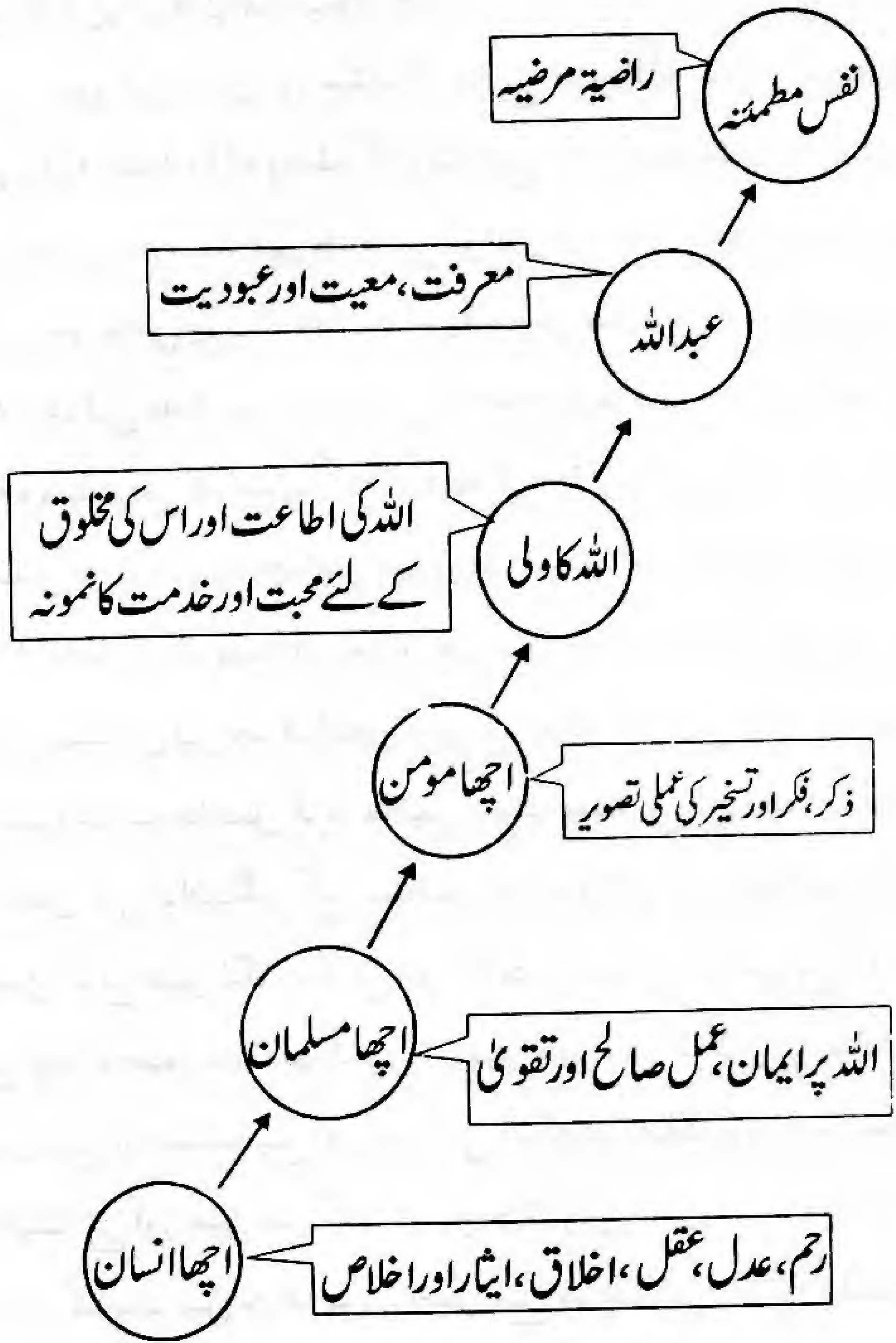
☆ اچھے مسلمان سے اونچا درجہ مومن کا ہے جو اچھے مسلمان کی تمام خوبیوں کے علاوہ ذکر، فکر اور تسخیر کا بھی دھنی ہوتا ہے۔ اللہ کا تقویٰ، اس کی کائنات کا علم، قرآن کریم میں غور و فکر اس کا خاص امتیاز ہے۔ وہ ایک مخلصی، اللہ کا مجاہد بندہ ہے جس کی زندگی کا مقصد اپنے رب کا پیغام اور اس کا نام بلند کرنا ہوتا ہے۔

☆ مومن کے اوپر اللہ کا ولی ہے جس کی صفات میں محبت، اطاعت اور خدمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔ وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن کی اعلیٰ مثال قائم رکھتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کے لئے ان کا وجود رحمت ہوتا ہے۔ اس کا دل دنیا میں رہ کر بھی اس سے علیحدہ ہوتا ہے۔ وہ اللہ سے سب چیزوں سے بڑھ کر محبت کرنے والا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق اور اللہ کی مخلوق کی بھلائی میں سدا مصروف رہتا ہے۔

☆ ولی سے بلند مقام عبد اللہ کا ہے، اللہ کا بندہ جو اس کی معرفت، معیت اور عبودیت میں جیتا ہے۔ وہ ہر دم اپنے رب کے حضور حاضر، اس کا نام بلند کرنے میں مستعد اور کم از کم اپنی دنیا کی حد تک تو خلافت الہیہ قائم کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔

☆ ان سب سے بلند تر درجہ پر نفس مطمئنہ فائز ہے جو ایک اچھا انسان، اچھا مسلمان، اچھا مومن، اچھا ولی، اچھا بندہ تو یقیناً ہوتا ہی ہے لیکن وہ اپنی ذات کو اپنے مالک کی ذات پر مٹا کر اس سے کلی طور پر راضی ہو کر مالک کی خوشنودی پالینا چاہتا ہے پھر مالک بھی اسے نفس مطمئنہ عطا کرتا ہے اور بے حد عزت افزائی کرتا ہے اور اپنے خصوصی مقرب بندوں میں اس کو داخل کر لیتا ہے۔

مندرجہ ذیل میں ان بنیادوں پر اٹھتے ہوئے اللہ کے ولیوں کے مختلف مقامات اور خصوصیات کو دکھایا گیا ہے۔



شکل نمبر 3: ولایت کے مدارج۔ قدم بہ قدم ترقی

2.3 مقام ولایت اور حصول ولایت

آئیے اب اللہ کے ولی کے مقام اور اس کی شان کو سمجھ لیں۔ ولی کا مطلب دوست ہے۔ جس آدمی کے دوست بڑے ہوں وہ خود بھی بڑا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اس پیمانہ پر اس ہستی کی

عظمت پر غور کریں جس کا ولی اللہ، رب کائنات ہو۔

اس کی شان اور مقام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”جب بندہ اپنے رب کا ولی یعنی دوست بن جاتا ہے تو اس کی شان دنیا و جہاں میں نرالی ہو جاتی ہے۔“ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ محبوب الہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”جو میرے دوست کو ایذا پہنچائے میری طرف سے وہ حالت جنگ میں ہے۔“ (بخاری شریف) اور مزید خبر دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”اپنے بندوں پر جو فرائض میں نے عائد کئے ہیں انکی ادائیگی سے میرا تقرب حاصل کرنا مجھے بہت پسند ہے اور جب پسندیدہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرنے میں لگا رہتا ہے تو بالآخر وہ منزل آجاتی ہے کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور پھر میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے۔ ایسے وقت میں وہ مجھ سے جو کچھ مانگتا ہے میں اسے دے دیتا ہوں جن باتوں سے اسے بچنا چاہیے میں اسے بچاتا ہوں۔“ (صحیح بخاری)

اس اصول کے مطابق کہ ”مَنْ طَلَبَ وَجَدَا“، ”جو کوئی طلب رکھے گا پالے گا“ اگر وہ خود اس قابل نہیں تو اسے خضر راہ بھی مل جائے گا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ولایت کا یہ شاندار اور قابل رشک مقام ہر مسلمان کی پہنچ میں ہے۔ شرط یہ ہے کہ اللہ کی رحمت کی امید رکھو اور

اس سے حسن ظن رکھو اور امید بہار میں اس کے ساتھ لگے رہو، مانگتے رہو اور خوب مانگتے رہو۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ سے مایوسی اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ فرمایا **وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِنْ رَحْمَتِي وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** ۵ ”اور جنہوں نے میری آیات اور میری حضوری کا انکار کیا یہ وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہو گئے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“ (سورہ العنکبوت آیت 23) سورہ العنکبوت میں ہی ارشادِ ربی ہے **”وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَـدِينَنَّهُمْ سُبُلَنَا“** جو کوئی ہماری راہ میں کوشش کرتا ہے ہم انہیں اپنے راستے پر ضرور ہدایت فرماتے ہیں۔“ (سورہ العنکبوت آیت 69) اس نویدِ حق کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بھی مومن سچی طلب کے ساتھ اپنے رب کے قرب کے لئے محنت کرے گا تو انشاء اللہ وہ ضرور اس کی دوستی پالے گا۔

اگر ہم اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے تیار ہوں تو وہ مہربان ذاتِ خود آگے بڑھ کر ہمیں اپنا دوست بنا کر ہمیشہ کی کامیابی عطا فرمادے گی۔ بات صرف اپنے رب کی دوستی پر اعتماد کی ہے۔ وہ تو ہمیں اپنا دوست بنانا چاہتا ہے کیا ہم بھی اسے اپنا دوست بنانا چاہتے ہیں؟ یا اس پر شک کرتے ہیں؟

یاد رکھو! ”خلوصِ دل سے جو بھی اللہ تعالیٰ سے دوستی کی امید رکھتا ہے تو بے شک وہ اللہ کو اپنا بہترین دوست پائے گا۔ بے شک وہ فریادیں سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

2.4 عام مسلمان کی مشکل

عام مسلمان کے ولایتِ الہی سے محروم رہنے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں۔

- 1۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی کمی
- 2۔ زندگی کی غلط ترجیحات
- 3۔ غلط عقائد
- 4۔ کمزور اعمال
- 5۔ اللہ سے بے رخی اور غفلت

اکثریت اللہ تعالیٰ کو زبان سے مانتی ہے لیکن دل سے تسلیم نہیں کرتی۔ اگر کوئی تسلیم کرتا بھی ہے تو اسے بہت دور سمجھتا ہے اور خود آگے بڑھ کر براہ راست دوستی کرنے کے بجائے جنہیں وہ اہل اللہ سمجھ لیتا ہے ان کی وساطت سے اسے قریب کرنا چاہتا ہے۔ جب کہ وہ خود فرماتا ہے کہ میں کسی سے بھی دور نہیں بلکہ ان کی شاہ رگ سے بھی قریب تر ہوں لیکن ہم اسے دور سمجھتے ہیں۔

وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ (سورہ الواقعہ، آیت 85)
 ”اور ہم تم سے تمہاری اپنی نسبت سے بھی قریب تر ہیں لیکن تمہیں بصیرت نہیں“

مزید حکم ہے۔

”اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب میرے بندے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے میرے متعلق پوچھیں تو بتا دیجئے کہ یقیناً میں بہت قریب ہوں، میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں، چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔“

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي
 فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ
 الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ
 فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي
 لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ
 (سورہ البقرہ، آیت 186)

لیکن ہمیں اپنی دعاؤں کی قبولیت پر یقین ہے نہ قبول کرنے والے اللہ پر بھروسہ ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کی چیزوں کے علم کے لئے کوشاں ہوتے ہیں لیکن اپنے رب اور اپنی ذات کے متعلق علم حاصل کرنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، نہ ہی اپنی پیدائش کے پیچھے جو مقصد ہے اس کو سمجھنے کی کوئی پروا ہوتی ہے اور نہ ہی کائنات کی پیدائش اور اس کو چلانے والے کا سوچتے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ سے دوستی کے لئے پہلی بات یہی ہے کہ مومن اپنے دل میں اپنے

رب کے لئے ایک کشش پیدا کرے اور حسن ظن رکھے اور اس حقیقت کو جاننے کے لئے بیتاب ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کس خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اور اسے مقصد کی تکمیل کے لئے کیا کرنا ہے؟ اور جب اسے یہ بات سمجھ آ جائے تو پھر اپنی زندگی کو اس مقصد کی تکمیل کی طرف لگا دے۔

وہ مقصد کیا ہے؟ صرف یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنا مالک مان لوں، خود اس کا بندہ بن کر اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کی ٹھان لوں اور اپنی مرضی چھوڑ دوں۔ اس لئے کہ ہمیں پیدا کرنے والا فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ
(سورہ الذاریات، آیت 56)

”اور نہیں پیدا کیا ہے میں نے جنات اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔“

ایک عام مسلمان اور اللہ کے ولی میں یہی بڑا فرق ہے۔ اگرچہ دونوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن ایک اس بات کو تسلیم کرتا ہے دوسرا شک میں مبتلا ہے۔ وہ اللہ کو دور سمجھتا ہے، یہ اللہ کو نزدیک سمجھتا ہے وہ اپنی مرضی چلاتا ہے یہ اس کی مرضی پر چلتا ہے۔ غرض اللہ کا ولی زندگی کو اپنے مقصود حیات کی تکمیل کے لئے گزارتا ہے، جب کہ عام آدمی اسے دنیا کی محبت میں ضائع کرتا ہے۔ اگرچہ دونوں ہی اپنی اپنی کامیابی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں لیکن عام مسلمان چند دن کی واہ واہ کے لئے زندگی گزارتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہمیشہ کی کامیابی کے لئے کوشاں ہوتا ہے۔

فرق صرف نیت، طریقہ (Approach) اور ترجیحات کا ہے۔ عباد اور سرپرستار سے کوئی ولی نہیں بنتا، نہ ہی پینٹ کوٹ کسی کے درجات میں حائل ہوتے ہیں۔ اصل بات اللہ تعالیٰ سے دوستی کا شوق اور پھر اس شوق کی تکمیل کے لئے زندگی کا صحیح رخ اور اس کی طرف محبت سے محنت میں ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ولایت جیسے اعلیٰ انعامات کے لئے بندہ کے اعمال کافی نہیں بلکہ مالک کی دی گئی توفیق چاہیے لیکن یقین رکھو کہ وہ مالک کسی کو ضائع نہیں کرتا، جو بھی ہاتھ بڑھاتا ہے وہ اسے اپنی طرف اوپر اٹھا لیتا ہے۔ وہاں تو دعوت عام ہے لیکن بندہ ہی قدر دان نہیں، ورنہ اللہ

تعالیٰ نے اپنے قدردانوں کے لئے دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی لکھ دی ہے۔ آؤ دعا کریں۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي
الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ
النَّارِ۔ (سورہ البقرہ آیت نمبر 201)

”اے ہمارے رب ہمیں عطا کر
اس دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھلائی
اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا“ (آمین)

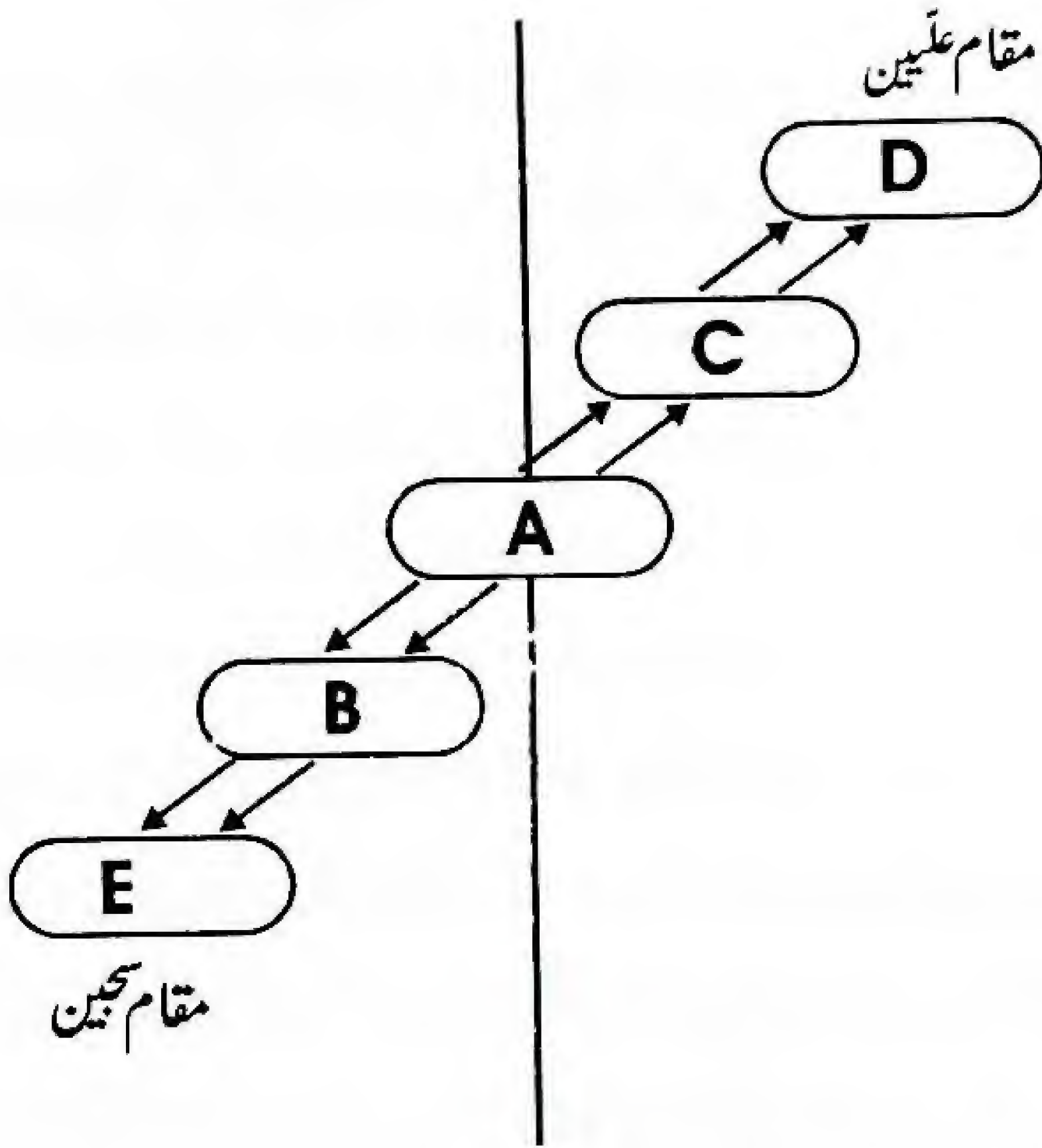
یقین جانو دنیا کی بھلائی اور آخرت کی بھلائی، دنیا میں عزت اور آخرت میں عزت دنیا میں خوشحالی اور آخرت میں خوشحالی مومن کی تقدیر ہے۔ ایک دفعہ اپنے عمل سے اور نیت سے اپنے آپ کو مومن بن کر دکھاؤ۔

2.5 حسن ظن، سمت اور کشش

اصل بات اللہ تعالیٰ سے حسن ظن اور اپنی سمت کو ٹھیک رکھنا ہے۔ جس طرف ظن کی سمت ہوگی ادھر ہی جاؤ گے۔ کشش اللہ کی طرف ہوگی تو اللہ کی طرف جاؤ گے۔ کشش شیطان کی طرف ہوگی تو شیطان کی طرف پہنچ جاؤ گے۔ قربت کی طرف رفتار کا انحصار بھی کشش پر ہے۔ زیادہ کشش ہوگی تو منزل مقصود پر جلدی پہنچ جاؤ گے کم ہوگی تو بہت دیر بھی لگ سکتی ہے۔ لیکن غلط رخ پر کشش کہیں سے کہیں لے جائے گی اور منزل ہمیشہ کے لئے کھو جائے گی۔ زمینی چیزوں کی کشش اسفلین میں گرانے کے لئے کافی ہوگی۔

اس لئے ولایت کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ اللہ سے محبت اور اس کی طرف کشش ہو۔ قاعدہ ہے جب جس طرف کشش ہوگی اسی طرف حرکت ہوگی۔ روح القدس اور شیطان دونوں نفس کو اپنی اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ روح القدس کا مقام علین ہے اس لئے وہ اسے علین میں لے جانا چاہتی ہے۔ شیطان کا مقام سجین ہے وہ اسے سجین میں لے جانا چاہتا ہے۔ اس لئے اب فیصلہ آپ کی محبت اور کشش کی سمت سے ہوتا ہے۔ شکل نمبر 4 میں علین اور سجین کی طرف بڑھتے ہوئے اس

کی مختلف حالتوں کا نقشہ ہے۔ پیدائش پر اس کی حالت شکل A والی ہے۔ نفس مطمئنہ D والی حالت ہے جہاں نفس علین میں داخل ہو چکا ہے۔ B نفس امارہ والی حالت ہے۔ بیچارہ سجن میں گرنے ہی والا ہے۔ کامیاب وہ ہیں جن کی کشش کی سمت مقام علین کی طرف ہے۔



شکل نمبر 4: نفس کی کشش اور منزل

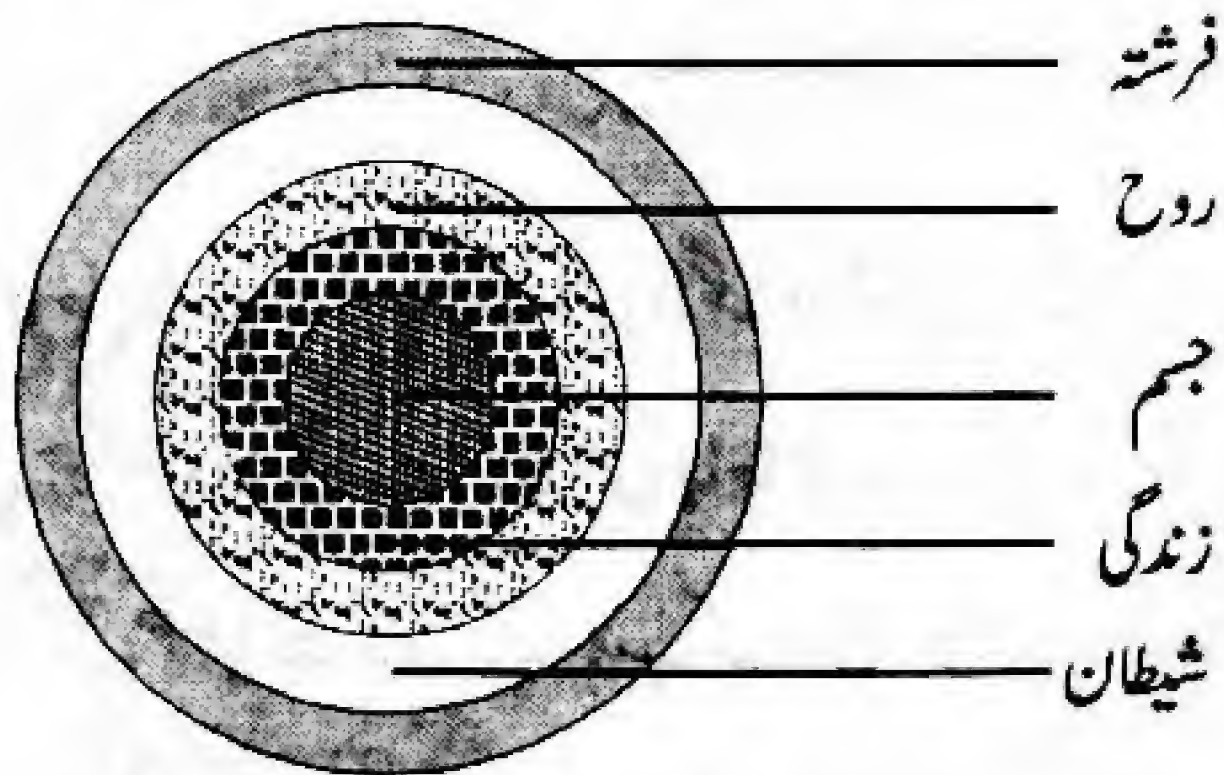
2.6 اعمال کا تول

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف کشش زیادہ ہے تو اعمال زیادہ وزنی ہوں گے اور اگر دنیا کی طرف دل میں کشش زیادہ ہے تو اعمال اسی نسبت سے ہلکے ہوں گے۔ یعنی اعمال کا تول اللہ اور دنیا سے محبت کا حاصل نتیجہ ہے۔ اس لئے اللہ کا ولی دنیا کی چیزوں سے دل لگانے کی بجائے اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دل لگاتا ہے۔



انسان کی اپنی حقیقت اور ارتقائے نفس

اس سے پیشتر کہ ہم ولایت الہی کے حصول کے موضوع کو چھیڑیں اس بات کا اعادہ ضروری ہے کہ ہم خود کیا ہیں؟ اور ہمارا نفس کیا ہے؟ جیسا کہ ہم اپنی کتاب ”حیات بعد الموت“ میں تفصیلاً بیان کر چکے ہیں کہ انسان ایک باختیار روح اور ایک زندہ جسم کا جوڑا ہے۔ جسم مانند مکان ہے اور روح مانند مکین ہے۔ یہ مکین اس وقت تک اس مکان میں رہے گا جب تک مکان سلامت ہے۔ مکان گر جاتا ہے یا گر ادیا جاتا ہے تو مکین اس گھر کو چھوڑ دے گا اور کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائے گا۔ اگر کوئی جگہ نہیں تو بے گھر گلیوں میں گھومے گا۔ بالکل کچھ ایسا ہی حال آدمی کا ہے۔ اس کے اوپر کچھ خارجی مخلوقات بھی کام کرتی ہیں جو کہ ایک شیطان اور دو فرشتے ہیں۔ ان سب کے زیر اثر جو شخصیت (Personality) بنتی ہے اسے نفس کہا جاتا ہے۔ گویا روح جب دنیا میں سے گذرتی ہے تو نفس بن جاتی ہے۔ یوں آدمی کا نفس اس کا حاصل زندگی ہے۔ یہی ہم خود ہیں، اسی کو بقا حاصل ہے۔ قبر سے یوم الدین تک یہی مختلف مراحل سے گذرتا ہے اور اسی کو جزا اور سزا ہے۔



شکل نمبر 5: طبق در طبق انسانی خاکہ

غرض ہم روح لے کر پیدا ہوتے ہیں اور دنیا سے نفس بن کر جاتے ہیں۔ اگر روح ہماری تخلیق کا

خالص جوہر ہے تو نفس اس جوہر کی وہ شکل ہے جو دنیا میں رہ کر وہ بن جاتا ہے۔ روح اور نفس کی مثال بیج اور درخت کی سی ہے۔ اگر بیج روح ہے تو نفس اس سے اگنے والا درخت ہے۔

3.1 ارتقائے نفس

ہر آدمی اپنی پیدائش کے وقت جسم زندگی اور روح کا مجموعہ ہوتا ہے اور مرتے وقت نفس بن کر اگلے جہاں میں داخل ہو جاتا ہے۔ جسم زمین کے عناصر کا مجموعہ ہے جب اللہ کے ڈیزائن کے مطابق ان اجزا کو ترتیب مل جاتی ہے تو یہ زندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ جیسے ایک نیوکلیئرری ایکٹر اپنے اجزا کی ایک ترکیب اور مقدار کے بعد توانائی کا خود آلہ کار بن جاتا ہے۔ روح امر ربی ہے وہ نئے پیدا ہونے والے جسم میں داخل ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی کو کوئی گھرا لٹ ہو جائے تو وہ اس میں رہنا شروع کر دیتا ہے یا دانے کو زمین میں دفن کر دیا جائے تو اگ آتا ہے۔ تو روح مانند بیج ہے اور جسم مانند مٹی۔ پھر جیسے بیج سے پودا اگ پڑتا ہے اور وہ زمین سے پانی اور معدنیات خوراک وغیرہ اور سورج سے روشنی لے کر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح روح ماحول اور جسمانی اعمال کے زیر اثر نشوونما پانا شروع ہو جاتی ہے۔ جیسے گرد و غبار سے سورج کی روشنی پودے تک کم پہنچتی ہے اسی طرح گناہوں کے گرد و غبار کی وجہ سے روح تک ہدایت پہنچنا کم ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس کی نشوونما رک بھی جاتی ہے۔

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ جسمانی اعمال ملائکہ اور شیطان کے اثرات اور روح کے اپنے شعور اور اختیار کی بنا پر جو شخصیت بنتی ہے اسے نفس کہا جاتا ہے۔ اپنی اس ترکیب میں انسان کے جسم اور اس کی زندگی کا تعلق طبیعیات سے ہے، جب کہ روح، ملائکہ اور شیطان کا تعلق مابعد طبیعیات سے ہے اپنے زمینی تعلق کی بنا پر جسم کا فطری جھکاؤ مادی یعنی زمینی اسباب کی طرف رہتا ہے اور روح کا میلان اپنے جنتی وجود کی بنا پر کائنات کی سچائیوں کی طرف ہوتا ہے۔ اس کے اوپر ملائکہ اپنے نوری وجود کی بنا پر روح کو ہدایت کی روشنی کا پیغام دیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے

شرکی قوتوں کے خلاف اس کی حفاظت کے لئے مقرر نظام ہے۔ فرشتوں کے ذمہ یہ کام بھی ہے کہ انسان جو بھی عمل کرے وہ لکھتے جائیں۔ یوں ہمارا اور ان کا ساتھ زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ موت کے بعد عالم برزخ میں بھی رہتا ہے۔ مندرجہ ذیل آیات سے انسان پر فرشتوں کا حفاظتی نظام ثابت ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ تم پر نگہبان فرشتے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے اور ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ اس کام میں کوئی سستی نہیں کرتے ۝

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝

ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰیْهِمْ الْحَقِّ ۚ لَا لَهٗ الْحُكْمُ فَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ۝

(سورہ الانعام، آیت 61-62)

فرشتوں کے حفاظت اور اعمال لکھنے کی ذمہ داری کا سورہ الانفطار میں بھی ذکر ہے فرمایا

وَاِنَّ عَلَیْكُمْ لَحٰفِظِیْنَ ۝
کِرَامًا کَاتِبِیْنَ ۝
یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

اور تم پر تمہاری حفاظت کرنے والے مقرر ہیں ۝ معزز لکھنے والے ۝ وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ۝

(سورہ انفطار، آیات 10-12)

خیر کی ان قوتوں کے ساتھ ساتھ انسان شرکی شیطانی قوتوں میں بھی گھرا ہوا ہے۔ ان کا

سرغنہ ابلیس ہے جو برائی کے ٹولہ کا سردار ہے، وہی جو حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلانے کا موجب بنا اور اب بنی آدم کو گمراہ کرتا ہے کہ واپس اپنے جنتی گھر میں نہ جاسکیں، لیکن وہ زبردستی نہیں کر سکتا۔ صرف انسان کے ذہن میں وسوسے ڈالتا ہے۔ اسی لئے سورہ الناس میں اللہ تعالیٰ نے جنات اور انسانی شیطانوں کے وسوسوں سے پناہ مانگنے کے لئے ہدایت فرمائی ہے۔ سورہ الزخرف میں بھی شیطان کے تسلط اور اس کی انسان دشمنی کو واضح کیا گیا ہے۔ فرمایا:-

اور جسے رحمان کے ذکر سے بے کلی ہو تو اس پر ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے اور وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے O

اور بدیں وجہ وہ شیطین ان کو راہ راست سے روکتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں O

یہاں تک کہ جب (مرنے کے بعد) وہ ہمارے پاس آئے گا تو اپنے شیطان سے کہے گا افسوس کہ میرے اور تمہارے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا۔ پس وہ کتنا برا ساتھی ہے O

وَمَنْ يُغَشِّ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ
نُقِضَ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ O

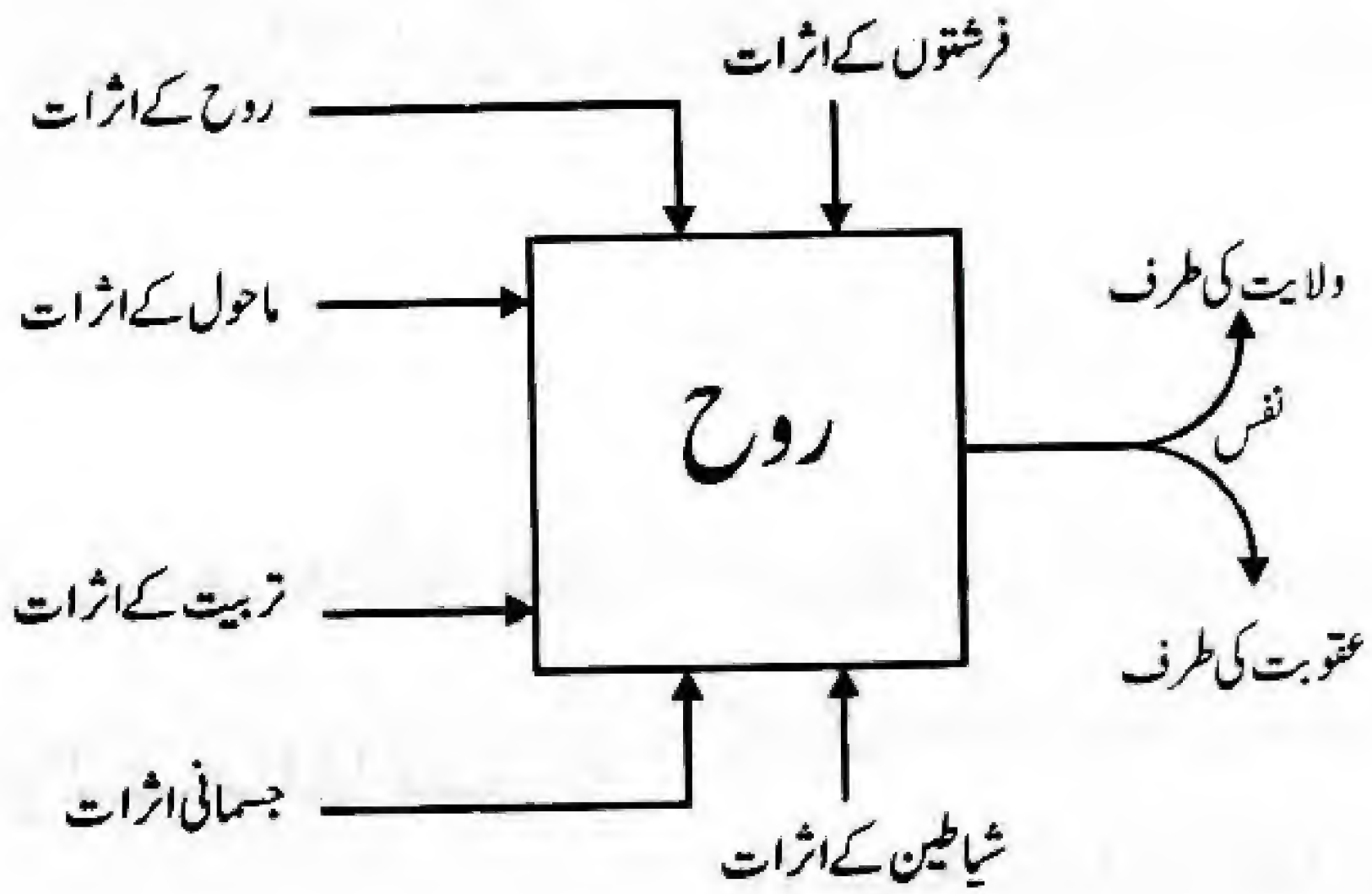
وَأَنَّهُمْ لِيَصُدُّوهُمْ عَنِ السَّبِيلِ
وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ O

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا قَالَ يَلَيْتَ
بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ
فَبِئْسَ الْقَرِينُ O

(سورہ الزخرف، آیات 36-38)

خیر اور بدی کی ان قوتوں کے درمیان آدمی کو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار، شعور اور ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے لئے خود راستہ بنانا ہے۔ یہ کہ وہ اپنے رب کے راستہ پر چلتے ہوئے اپنی کھوئی ہوئی جنت کی طرف چلتا ہے یا شر کی قوتوں کا ساتھ دے کر جہنم کی آگ میں پہنچ جاتا ہے، یہ اس کا اپنا انتخاب ہے۔ یہی انتخاب کسی کو اللہ کا ولی بنا دیتا ہے اور کسی کو شیطان کا ولی۔ آئیے اب نفس کی نشوونما پر دوبارہ غور کر لیں۔ اس ضمن میں جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے

روح کی مثال کسی درخت کے بیج کی سی ہے اور نفس کی اس سے اگنے والے درخت کی سی ہے۔ درخت کا میلان طبع سورج تک پہنچنا ہے جب کہ اس کے جسم کا بوجھ اسے زمین کی طرف کھینچتا ہے۔ اگرچہ بیج اس سے اگنے والے درخت کی پوری کیفیت کا امین ہوتا ہے لیکن ماحول، زمین، پانی ہوا اور مالی کی دیکھ بھال وغیرہ کے اثرات کی وجہ سے ایک ہی قسم کے بیجوں سے اگنے والے درخت مختلف قد کاٹھ کے ہوتے ہیں اور بعض حالات میں تو بیج زمین ہی میں گل سڑ جاتا ہے۔



شکل نمبر 6: روح سے نفس تک

یہی حال ہمارے نفوس کا ہے۔ اگرچہ ہر بچے کی روح دین فطرت پر ہوتی ہے لیکن اختیار اور شعور کے صحیح یا غلط استعمال اور ماحول، معاشرہ اور ماں باپ کے اثرات کے نتیجہ میں وہ کچھ سے کچھ بن جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی بننے والا نفس توبہ، نوافل اور ذکر الہی سے اپنی بنیادی کمزوریوں کو دھوتا رہتا ہے، اپنی نیت، شعور اور اختیار کے مناسب استعمال سے اپنے جسم کے پستی کی طرف میلان طبع کا مقابلہ کرتا ہے یوں شرکی لذتوں پر کنٹرول رکھتا ہے اور اپنے رب کی بلند یوں کی طرف چڑھنے میں کوشاں رہتا ہے۔ اس کا میاب نفس کے برعکس زمین اور شیطان کی طرف جھکنے والا جسم بحین کی طرف لڑھکتا جاتا ہے۔

بہر حال جیسا بھی ہو بالآخر انسان کو اپنے رب کے سامنے ہی پیش ہونا ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدًّا حَافِظًا لِّقِيهِ ۝
(الانشقاق، آیت 6)

اے انسان! یقیناً تجھے کشاں کشاں اپنے رب
کی طرف لوٹنا ہے، پس تو اس سے ضرور
ملاقات ہو کر رہے گی ۝

یہاں مومنین کی تعلیم فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا راستہ آسان نہیں اسے قدم بہ قدم طے
کرنا ہوگا۔

آگے ارشاد ہے:-

فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝ وَاللَّيْلِ وَمَا
وَسَقِ ۝ وَالْقَمَرِ إِذَا تَسَقَىٰ ۝
لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ فَمَا
لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا قُرِئَ
عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ۝
(الانشقاق، آیات 16-21)

”پس مجھے قسم ہے شفق کی ۝ اور رات کی اور جو
چھا جاتی ہے ۝ اور چاند کی جب وہ ماہ کامل بن
جاتا ہے ۝ (انہی قدرتی مناظر کی مانند اے
انسان) تمہیں بھی ضرور زینہ بہ زینہ اپنے رب
کی طرف (طبق در طبق) چڑھنا ہے ۝ تو کیا ہوا
انہیں جو ایمان نہیں لاتے ۝ اور جب ان پر
قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے ۝

مطلب یہ کہ اللہ کی دوستی محنت طلب کام ہے۔ لیکن جو کوئی اس کے لئے محنت کرتا رہے
گا وہ قدم بہ قدم اللہ کی طرف بڑھتا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دوستی کے خواہش مند کی منزل کی انتہا
لقائے ربی ہے۔ (یعنی اپنے رب سے ملاقات)، اس منزل کی راہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی ذات پاک ہے۔ (انک لمن المرسلین ۝ علی صراط المستقیم ۝) اور
اللہ کے نیک بندے اس راستہ کے نشانات (Beacon lights) ہیں۔ لہذا ہمیں ان کی روشنی

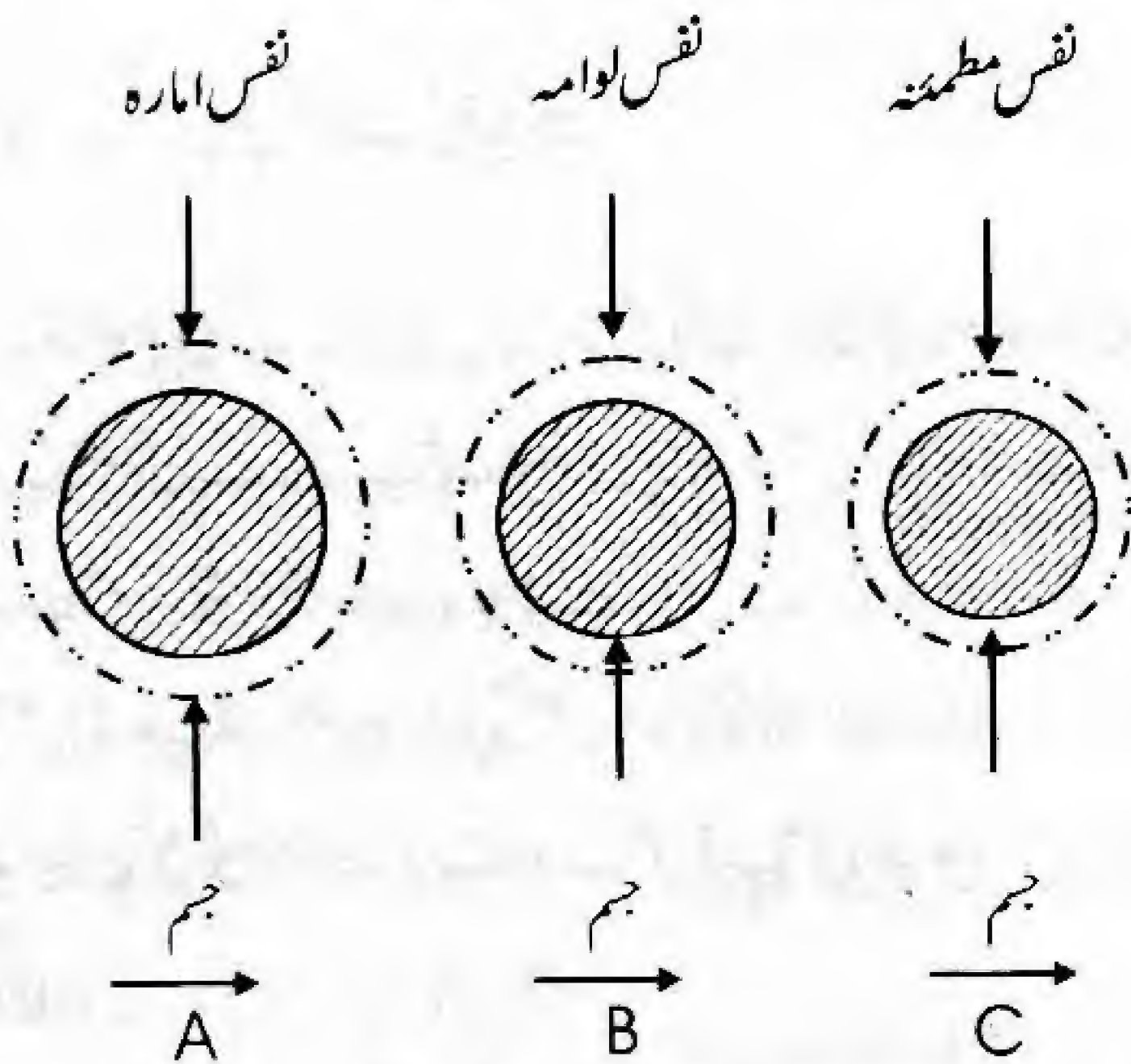
میں چلتے رہنا ہے، کسی نشان راہ پر ٹھہر جانا منزل کے کھوجانے کے مترادف ہے۔ قابل اتباع ذات پاک صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ اگر کوئی شخص صدق دل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے اوپر کی آیات میں اس کی مثال ماہِ کامل سے دی گئی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ولی روحانی دنیا میں چمکتے ہوئے چاند ہیں لیکن ہلال سے چودھویں کے چاند بننے تک کئی مدارج ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے مسلسل جدوجہد ضروری ہے۔

3.2 ارتقائے نفس کی مختلف کیفیات

سب کو معلوم ہی ہے کہ بلندی پر چڑھنا کبھی بھی آسان نہیں ہوتا۔ اس لئے نفس کو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے بے شمار رکاوٹوں پر عبور حاصل کرنا ہوتا ہے لیکن اگر راستے کی رکاوٹوں کا پہلے سے علم ہو تو سفر آسان ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے قرآن الحکیم کے مضامین اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی مشعل راہ (Road Map) ہے۔ اللہ کی دوستی کے لئے ہمیں اپنے میلان طبع کی مخالفت کرتے ہوئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع میں زندگی گزارنا ہوگی۔

اسی بارے میں جیسے پہلے بھی عرض ہو چکا ہے اللہ کا ولی اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ہر چیز کا فطری رجحان اپنی اصل کی طرف ہوتا ہے۔ چونکہ جسم مٹی کا بنا ہوا ہے اس لئے جسم کو زمین اور اس کی چیزوں سے قدرتی پیار ہے لیکن یہ پیار قرب الہی کے برعکس کام کرتا ہے۔ جیسے کشش ثقل چیزوں کو زمین کے مرکز کی طرف کھینچتی ہے دنیا کی محبت انسان کو مقام اسفل السافلین کی طرف کھینچتی ہے۔ اس کے برعکس ملائکہ اور روح نفس کو اوپر کی طرف اٹھانا چاہتے ہیں لیکن چڑھائی کے اس سفر میں انسان کا ازلی دشمن شیطان اسے گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اس کا سب سے نمایاں حربہ آدمی کے ذہن میں دوسو سے ڈالنا ہے تاکہ نفس حق کے بارے میں

شک و شبہ کا شکار ہو کر صحیح فیصلہ کرنے کی قوت سے عاری ہو جائے (وہ اس الخناس سے بچنے کے لئے سورہ الناس کا ذکر اور اس پر عمل کرتے رہیں)۔ جو کوئی نفس جسم کی رغبت اور شیطان کے ورغلانے میں آجاتا ہے تو وہ اندر کی طرف سکڑنا شروع ہو جاتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ مزید چھوٹا، تنگ نظر اور خود غرض ہوتا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جو نفس روح اور ملائکہ کا ساتھ دیتا ہے اس کی ترقی اور وسعت کی کوئی حد نہیں ہے۔ یوں اپنی اپنی کوششوں اور زندگی کی ترجیحات کے نتیجے میں تمام انسانوں کے نفوس مندرجہ ذیل تین گروہوں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔



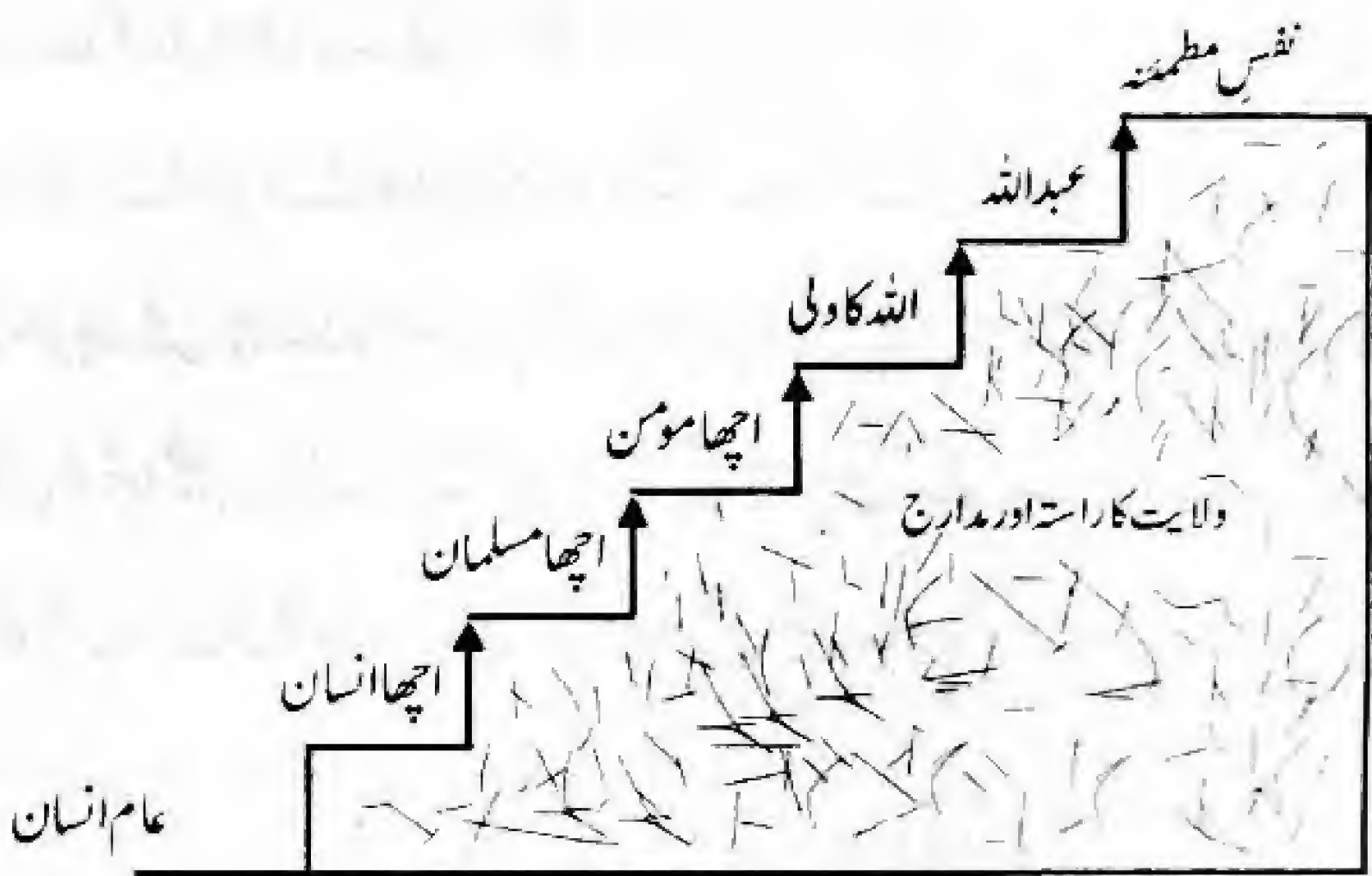
شکل نمبر 7: نفس کی تین حالتیں۔ نفس ہی اصل انسان ہے۔
ایک ترقی یافتہ نفس نور کا منبع ہوتا ہے۔

- 1۔ نفس امارہ! یہ حیوانی قدروں کی نمائندگی کرتا ہے یہ وہ تنگ نظر حریص بیمار نفس ہے جس کا میلان طبع پستی ہے، یہ ظلماتی گڑھے (Black Hole) کی مانند ہے جو ہر وقت زیادہ سے زیادہ مانگتا ہے ”ہل من مزید“ اور گناہوں کے بوجھ سے بھین کی پستیوں میں لڑھکتا رہتا ہے۔ اس نفس کو جسم نے جکڑا ہوا ہے۔

-2-

نفس لوامہ! یہ حیوانی اور روحانی قدروں کے بین بین ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ کسی نہ کسی حد تک جسم اس کے قابو میں ہے۔ اسے برائی کی طرف رغبت ہے لیکن اس سے بچتا ہے۔ اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے لیکن پشیمان ہو کر توبہ بھی کرتا رہتا ہے۔ اگر انسان ضمیر کی آواز پر توجہ دے اور راہ ہدایت کی طلب رکھتا ہو تو ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے یہ نفس علیین کی طرف ترقی کرنے لگتا ہے۔ یوں اس میں اللہ کا دوست بننے کی صلاحیت ابھی باقی ہوتی ہے۔

جب کہ دنیا دار کا نفس حرص اور حسرتوں کے زیر اثر سکڑ کر زمین کی ظلمتوں میں گم ہو جاتا ہے۔



شکل نمبر 8: نفس کی ترقی

-3-

نفس مطمئنہ! یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کا نفس ہے۔ اس میں روحانی قدریں سب پر غالب ہیں۔ یہ بہت ہی بلند ارتقائی منازل پر فائز وہ نفوس ہیں جو اللہ کے ولی بن کر اس کے رنگ میں رنگے جا چکے ہیں۔ یہ نفس اپنے رب کے قرب میں علیین کی بلندیوں کی طرف اڑ جاتے ہیں۔ انہیں جسم کی خواہشات پر پورا قابو ہوتا ہے۔ یہ روحانی روشنی کا منبع ہے۔

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا
فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ
أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝
وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝
(سورہ الشّمس، آیت 7-10)

قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی، جس نے اسے
سنوارا ۝ پس اس نے اس کے اندر برائی اور پرہیز
گاری دونوں کے امکان رکھ دیئے ۝
تحقیق وہ نفس مراد پا گیا جس نے اپنے آپ کو برائی
سے پاک رکھا ۝ اور وہ نامراد ہوا جس نے غلط
روی اختیار کی ۝

آیہ مبارک سے ظاہر ہے ہر نفس میں برائی اور نیکی دونوں کی طرف جانے کے یکساں
امکانات موجود ہیں۔ یہ اس کی فطرت ہے۔ اسے اختیار بھی حاصل ہے کہ کدھر جائے۔ چنانچہ وہ
نفس فلاح پا جائے گا جو برائی سے بچ کر نیکی کی طرف کوشش کرتا ہے اور اپنی کمزوریوں کی معافی
مانگتا رہتا ہے۔ اللہ کے اولیاء کے نفوس ایسے ہی اللہ سے ڈرنے والے اور معافی مانگنے والے ہوتے
ہیں۔ ان کے مقابلہ میں جو غلط راہوں پر چل پڑے وہ اپنے رب سے مسلسل دور ہوتے جاتے
ہیں۔ ایسے نفوس کو شیاطین اچک لیتے ہیں اس کے بعد ان کے لئے واپسی کے سارے راستے
مسدود ہو جاتے ہیں۔ ان کی توبہ کرنے کی صلاحیت بھی سلب ہو جاتی ہے۔



باب نمبر 4

اللہ کے ولی کا فلسفہ حیات اور مشکلاتِ زندگی

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ
وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۖ وَبَشِّرِ
الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ
مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ
رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ
صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ
قَفْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

”اور ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے ساتھ
چیزوں کے خوف اور بھوک سے، اموال کے
نقصان سے، جانوں کے (نقصان سے) اور
ثمرات کے (نقصان سے)۔ اور آپ ان
صابروں کو (جنت کی) خوشخبری سنا دیں ۝
کہ جب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے
ہیں ہم اللہ کے واسطے ہیں اور اللہ ہی کی طرف
لوٹ کر جائیں گے ۝ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان
کے رب کی طرف سے شاباش ہے اور رحمت
ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

(سورہ البقرہ، آیات 155-156)

انسانی نفس کے ارتقاء کی معراج اس کے اپنی اصل سے وصل میں ہے۔ روح کے لحاظ
سے ہمارا اصل یعنی ہمارا نفس زندگی میں جس قدر اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا جائے گا اسی نسبت سے
اس کا ولایت الہی کی طرف ارتقاء ہوتا جائے گا۔ لیکن یہ اللہ کی توفیق کے بغیر ناممکن ہے اس کیلئے
اسے ان شیطانی قوتوں سے جنگ کرنا پڑتی ہے جو اسے اللہ کی طرف آگے بڑھنے میں مزاحم ہوتی
ہیں۔ یہی اس کے لئے آزمائش بن جاتی ہیں۔

ولایت کی منازل کو بھی قانونِ مزاحمت (Law of Inertia) کا سامنا کرنا پڑتا

ہے۔ یعنی تبدیلی لانے کے لئے جدوجہد لازمی ہے اور جس تیزی سے تبدیلی لانے کی کوشش کرو گے اسی نسبت سے قوت مزاحمت (Friction) زیادہ ہوگی۔ انسان پیہم عمل عزم و استقلال اور صبر سے آزمائشوں اور مشکلات پر قابو پا کر اپنی منازل یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔ اسی قانون کے مطابق شیطان مزاحمتی طاقت سے پوری تن دہی سے اپنا کام شروع کر دیتا ہے اور طرح طرح کے دسوسے، انتشار اور شر والی باتیں اس کے دماغ میں ڈالتا ہے مثلاً اسے اپنے رب کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا کرتا ہے جس کی ابتدا یہ ہوتی ہے کہ بندے کا اپنے رب پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ پتہ نہیں میری عبادت قبول بھی ہوتی ہے یا نہیں؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کی دوستی کے خواہش مندوں کو شیطان کے حربوں سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنا چاہیے۔ کبھی وہ ناصح بن کر سامنے آتا ہے، کبھی ہمدرد دوست کی شکل میں اور کبھی بیوی بچوں اور مال و دولت سے ورغلا تا ہے۔

اسی لئے اللہ کی طرف گامزن نفس کا فلسفہ حیات عام آدمی سے بالکل مختلف ہو جاتا ہے۔ اب وہ زمینی مخلوقات کی بجائے علیین کی مخلوقات سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ دنیا کے عارضی کارناموں کی بجائے وہ آخرت کی فکر میں رہتا ہے۔ اسے اپنے رب پر بڑا مان ہوتا ہے۔ حرف شکایت اس کی زبان پر نہیں آتا بلکہ مشکلات میں وہ زیادہ شکر ادا کرتے نظر آتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ تکالیف اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی یاد کی نوید ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ کانٹے کا چبھنا بھی مومن کے لئے اللہ کے قرب کا باعث ہوتا ہے۔ ایک دن کا بخار جنت کو ہزاروں سال قریب کر دیتا ہے۔

جب کہ عام لوگوں میں کامیابی کا تصور دوسروں سے بلند تر ہونے میں ہے۔ اللہ کے دلی کے نزدیک کامیابی خاکساری میں ہے۔ عام آدمی کی زندگی دنیا بنانے کے لئے ہوتی ہے جب کہ اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتی ہے۔ اس لئے انہیں غربت اور مشقت کی زندگی سے بھی پریشانی نہیں ہوتی۔ ان کی مثال اس طالب علم کی سی ہے جو سخت محنت کرتا ہے۔ راتوں کو جاگ جاگ کر امتحان کی تیاری کرتا رہتا ہے، اگرچہ اس کی زندگی بڑی مشکل والی ہے لیکن اسے پھر بھی اطمینان ہوتا ہے کہ وہ انشاء اللہ فائن امتحان کو اعلیٰ نمبروں سے پاس کر لے گا۔ اس کے برعکس

ایک دوسرا طالب علم ہے جو ہر دم کھیل کود میں لگا رہتا ہے۔ وہ ظاہر ا تو خوش نظر آتا ہے لیکن فائنل امتحان کے بعد ہمیشہ کی ذلت اور حسرت آمیز زندگی کا شکار ہو جاتا ہے۔ جس نے محنت کی تھی اور دن رات امتحان کو مد نظر رکھتے ہوئے تیاری کی تھی وہ رزلٹ کے دن بہت خوشی خوشی سکول آئے گا۔ اس کے برعکس وہ طالب علم جس نے اپنا وقت کھیل کود اور لاپرواہی میں گزارا تھا وہ اس دن رزلٹ کے ملنے سے پہلے ہی بہت پریشان ہوگا۔

قرآن پاک میں بہت سے برگزیدہ بندوں کی مثالوں (Case Histories) سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے بندوں کی زندگیاں سخت محنت اور مشقت سے عبارت ہوتی ہیں اور معروف پیانوں کے مطابق دنیا داروں کی نظروں میں وہ اکثر ناکام نظر آتے ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل یعنی عظیم دوست تھے لیکن بڑے مشکل حالات اور آزمائشوں سے گزرے۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارکہ ایسے سخت امتحانات سے گزری جو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے مصائب سے زیادہ ہیں۔ اگر کبھی اللہ تعالیٰ بندوں کو دنیاوی کامیابی، بادشاہت، حکمرانی اور جاہ و حشمت عطا بھی کرتا ہے تو وہ بھی ان کے لئے امتحانی پرچہ ہی ہوتا ہے۔

اس فلسفہ حیات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ولی کو ظاہراً مصائب اور تکالیف سے پریشانی نہیں ہوتی۔ وہ جانتا ہے کہ جسے دنیا دار زندگی کہتے ہیں وہ دراصل کمائی کا موقع ہے۔ جسے وہ مصائب کہتے ہیں وہ دراصل رکاوٹوں کے خلاف اس کی جنگ کا حصہ ہیں۔ جس چیز پر وہ یہاں خوش ہوتے ہیں اسی پر وہاں روئیں گے۔ اصل زندگی تو نتیجہ کے بعد شروع ہوگی۔ اس لئے مومن کے نزدیک دنیاوی زندگی مانند جیل ہے اور موت آزادی کا پیغام۔ جب کہ منافق کے لئے زندگی آزادی کی جگہ ہے اور موت جیل ہے۔

4.1 ولی اور اس کی دنیا

دراصل اللہ تعالیٰ کے ولی کے لئے دنیا امتحان گاہ ہے۔ موت امتحان کے ختم ہونے کی

کھنٹی ہے۔ عالم برزخ امتحان اور نتیجہ نکلنے کے درمیانی وقفہ کا نام ہے اور یوم الدین نتیجہ کا دن ہے۔ وہ ان سب کا خوشی خوشی منتظر رہتا ہے کہ انہی کے ذریعہ اسے محبوب کے وصل کی امید ہے۔

لہذا دلی کے لئے دنیا مقصود منزل نہیں بلکہ زمان و مکان کے لمبے سفر میں انتہائی اہم موقع ہے جس کا ایک ایک سیکنڈ قیمتی ہے۔ وہ کہتا ہے ”جب صبح ہو تو شام کے متعلق فکر نہ کرو اور شام ہو تو صبح کے متعلق نہ سوچو“۔ اللہ کے دلی کے نزدیک درپیش لمحہ ہی زندگی کا اہم ترین وقت ہے۔ جو گزر گیا وہ گزر گیا اس لئے اس پر غم نہیں، جو آنے والا ہے وہ پردہ غیب میں ہے اس لئے اس کی پرواہ نہیں۔“

اس لئے اگر دلی بننا چاہتے ہو تو حاضر لمحہ کی فکر کرو اور اس کو ضائع ہونے سے بچاؤ لیکن یہ بھی نہیں کہ وہ تدابیر اور عمل سے خالی ہوتا ہے یا وہ دنیا کو اہمیت نہیں دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے نزدیک دنیا اس کے اللہ کی نعمت ہے جس کی کمائی ہی سے اس نے آخرت بنائی ہے۔ آخرت کے لئے یہی اس کی کھیتی ہے۔ جس کی پیداوار اسے وہاں ملتی ہے۔ فرق یہ ہے کہ وہ دنیا میں رہتا ہے لیکن اس میں دل نہیں لگاتا، وہ دنیا کماتا ہے لیکن جمع نہیں کرتا، اس کے نزدیک دنیا آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے، منزل نہیں۔

اپنے اس فلسفہ حیات کے مطابق وہ دنیا کو اتنی ہی اہمیت دیتا ہے جتنا اس میں قیام کرنا ہے اور آخرت کو اتنا عزیز رکھتا ہے جتنا اس میں قیام ہے۔ اسی نسبت سے ہی وہ دنیا کی زندگی اور اس کی نعمتوں کی قدر کرتا ہے مثلاً اس کے نزدیک زندگی میں ادا کی گئی دو رکعت نماز نفل کا انعام اس قدر ہے کہ زمین کی تمام دولت اس کے مقابلے میں بے وقعت ہے۔

اس کے اس نظریہ حیات کی بنا اور تک و دو کا مقصد اللہ رب العالمین کا قرب حاصل کرنا ہے۔ جیسے جیسے فاصلے کم ہوں گے اس حساب سے اللہ کی طرف کشش بڑھے گی اور دنیا کی طرف محبت کمزور ہوتی جائے گی۔ سائنس میں اس کی مثال کشش ثقل کا قانون (Law of gravitational attraction) ہے۔ جس مقام پر فاصلے بہت کم ہو جاتے ہیں وہاں سے دلی کے وصل کا مقام شروع ہوتا ہے اس وقت اللہ کی طرف کشش کی قوت بہت بڑھ جاتی ہے۔

بالآخر وہ اپنی ہستی کی نفی کر دیتا ہے اور اللہ تبارک تعالیٰ کی ذات میں فنا ہو کر اپنی زندگی کی معراج پالینا چاہتا ہے۔

زندگی کے اس تصور (Vision) میں اللہ کا ولی حیات کو اپنے ٹوٹل میں دیکھتا ہے۔ جب کہ عام آدمی کی نظر عموماً دنیاوی قیام پر ہوتی ہے، اللہ کے ولی کی نظر دوام پر ہوتی ہے۔ جسے لوگ ”نقصان“ سمجھتے ہیں وہ اسے ”نفع“ کہتا ہے، جسے لوگ ”مرگیا“ کہتے ہیں وہ اسے ہمیشگی کی حیات کا مژدہ سناتا ہے یعنی یہ تقویٰ کی ایک خاص کیفیت ہے۔ اس لحاظ سے فقیر کی کوٹھڑی اور گودڑی میں بھی ولی ہو سکتا ہے اور شاہی محلات میں بھی وہ پایا جاسکتا ہے۔ اس کے لئے کوئی خاص جگہ نہیں، نہ ہی اس کی کوئی خاص شکل ہے۔ وہ فیکٹریوں، دفتروں، دکانوں غرض زندگی کے ہر شعبہ میں ہو سکتا ہے، یہ اور بات ہے کہ اکثر اسے خود بھی پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کیا درجہ ہے۔ اصل بات ظاہر کی نہیں باطن کی ہے۔ دراصل اللہ کی محبت اور اس کے خوف میں گرفتار اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ درجات کی طرف اس کی نگاہ اٹھتی ہی نہیں۔ اپنے مدعا سے اس کی نظر ٹہتی ہی نہیں۔ اس لئے اپنے مقام سے بے خبر وہ اپنے اللہ کی طرف ہی دیکھتا رہتا ہے۔ لوگ کہتے رہیں؟ کہ فلاں قطب ہے، ابدال ہے لیکن وہ اپنے آپ کو دیکھ کر معافی معافی کی رٹ لگائے جاتا ہے۔ ان کی شان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

”اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کے جان و مال، جنت کے بدلے خرید لئے ہیں۔ اور وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس قتل کرتے ہیں اور قتل ہوتے ہیں۔ اس پر اللہ کا وعدہ ہے ان سے سچا، توریت اور انجیل اور قرآن میں،

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ
الْجَنَّةَ ۖ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعَدًا عَلَيْهِ
حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
وَالْقُرْآنِ ۖ

وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ
فَأَسْتَبْشِرُوا بِنَيْعِكُمُ الَّذِي
بَايَعْتُمْ بِهِ ۖ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ۝ أَلَتَاءُ بُؤْنِ الْعَبِيدُونَ
الْحَمِيدُونَ السَّائِحُونَ الرِّكَعُونَ
السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ
وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِينَ ۝

(سورہ التوبہ، آیات 112-111)

اور اللہ سے زیادہ وعدہ کا پورا کرنے والا کون
ہے؟ اور تمہیں خوشخبری ہو اسی سودے پر جو تم
نے کیا ہے، اور یہ فوز العظیم ہے۔ وہ
(مومن) توبہ کرنے والے، عبادت کرنے
والے اور اس کی حمد و ثنا کرنے والے اور اللہ کی
راہ میں سجدہ کرنے والے اور رکوع کرنے
والے اور بھلائی کا حکم دینے والے اور برائی
سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت
کرنے والے ہیں۔ ایسے مومنین کو (اے نبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ خوشخبری دے
دیجئے۔



باب نمبر 5

اولیاء اللہ کا مشن (Mission) اور اوصاف

5.1 اللہ کے ولی کے بنیادی اوصاف

آئیے اب ہم اولیاء اللہ کی زندگی کے خاص خاص اوصاف پر غور کریں جن پر چلتے ہوئے ایک عام آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی دوستی کا قابل رشک مقام حاصل کر سکتا ہے۔ وہ لوگ جن میں اللہ کے ولی بننے کی صلاحیت ہوتی ہے ان کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ قدرتی طور پر ایک اچھے مہربان قسم کا انسان ہوتا ہے۔ اسلام ان کے اندر کے مسلمان کو بیدار کر دیتا ہے اور وہ اللہ کی ولایت کی راہ پر چل نکلتے ہیں۔ ان کے کردار کا نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ صاحب علم ہوتے ہیں۔ خصوصی طور پر قرآن کریم، سیرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علوم الکائنات کی بدرجہ اتم واقفیت رکھتے ہیں۔ ان عمومی صفات کے بعد۔ ضرورت صرف اللہ کے لئے دل سے محبت کی ہے اور اپنے ظاہر باطن میں متقی بننے کی ہے۔ یہ بندے جیسے سورد النور میں ارشاد ہے کہ وہ اللہ کا صبح شام ذکر کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کے ذکر، صلوٰۃ اور زکوٰۃ سے کوئی سوداگری غافل نہیں کرتی نہ خرید و فروخت ان کے اور ان کے رب کے درمیان حائل ہوتی ہے۔

مطلب یہ کہ ولایت کی راہ کوئی باطنی مشقیں نہیں، نہ ہی چلہ کشیاں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف قلبی کشش ہے جس کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم رب العالمین کے محبوب بن گئے۔ سورہ السجدہ کی آیات 17-15 ان کے حال کی عکس بندی کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا
ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا
بے شک ہماری آیات پر وہی ایمان لاتے
ہیں کہ جب انہیں وہ یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ

وَسَبِّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا
يَسْتَكْبِرُونَ ۝

سجدے میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب
کی تعریف کرتے ہیں اور اس کی تسبیح
کرتے ہیں ذرا بھی تکبر نہیں کرتے ۝

تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ
يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا
وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝

اُن کے پہلو اُن کی خواہگا ہوں سے
(رات کو) جدا ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے
رب کو پکارتے ہیں ڈرتے ڈرتے،
خوف کھاتے اور وہ بخشش کی امید رکھتے

ہیں اور وہ ہمارے دیے ہوئے رزق
سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں ۝
اور کوئی نہیں جانتا جو ان کے لئے ان
کے رب نے چھپا کر رکھا ہے ان کی
آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے یہ فیصلہ
ہوگا اس کا وہ جو عمل کرتے تھے۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ
مَنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءُ مِمَّا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ۝

(سورہ السجدہ آیت نمبر 17-15)

ان اوصاف سے اگلی بات یہ ہے کہ ان کی زندگی ایک مشن کے تحت گذرتی ہے اور وہ
کسی دم بھی اپنے اس مشن سے غافل نہیں ہوتے۔ جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے ان کا مشن وہی ہے جو
سرور کائنات کو سورہ المدثر کی پہلی سات آیات میں سونپا گیا تھا۔ یعنی ”دنیا کو جہنم میں گرنے سے بچا
لو اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرتے جاؤ۔“

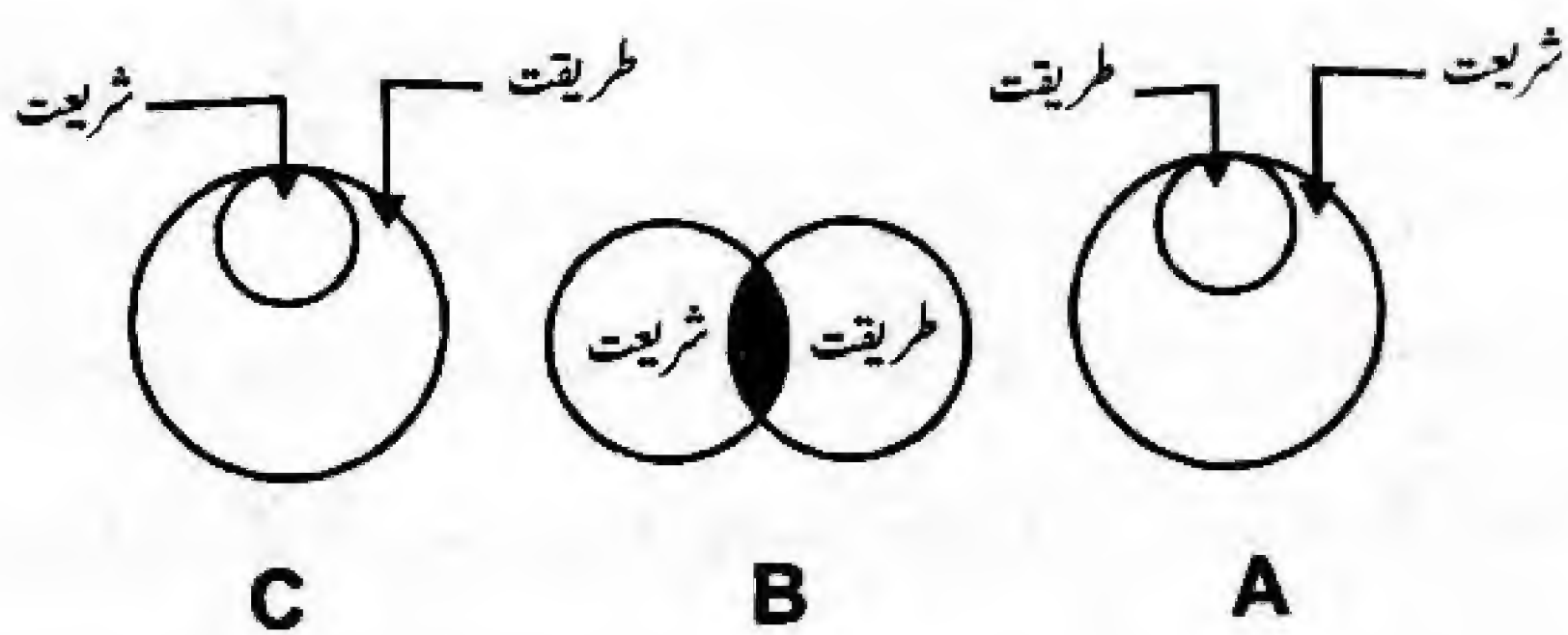
يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنْذِرْ ۝
وَرَبُّكَ فَكْبَرُ ۝ وَتِيَابُكَ فَطَهِّرْ ۝
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝
وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

(سورہ المدثر آیات نمبر 1-7)

ان آیات کا لب لباب یہ ہے کہ ”اپنے اپنے کبل پھینک دو۔ انسانیت کے لئے اٹھ کھڑے ہو اور انسان کو جہنم میں جلنے سے بچا لو اور اپنے رب کا نام بلند کرتے رہو۔ خبردار! اس مشن کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کے لئے اپنے کپڑے پاک رکھو، یعنی اپنی شخصیت کے ظاہر باطن پر اپنے کریکٹر پر کسی طرح کا داغ نہ لگنے پائے۔ اور ہر طرح کی پلیدی سے بچ کر رہنا ہے، خبردار! اس عظیم مشن کی تکمیل میں تم نے کسی پر احسان نہیں جتنا، تمہارا اجر تمہارے اللہ کے پاس ہے۔ لوگ تمہاری مخالفت کریں گے۔ بڑی بڑی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے گا لیکن تمہیں ان سب پر اپنے اللہ کی خاطر صبر کرنا ہوگا۔“

5.2 شریعت اور طریقت کی پہچان

یہاں ہم نے شریعت اور طریقت کی تقسیم سے بھی بچنا ہے۔ صوفیا میں مشہور ہے کہ شریعت راہ ہے اور طریقت منزل۔ جس کی وجہ سے کچھ گمراہ قسم کے پیر طریقت کے مقام پر پہنچنے کے بہانہ سے اپنے آپ کو شریعت کی پابندیوں سے آزاد کر لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور انتہائی فحش حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔

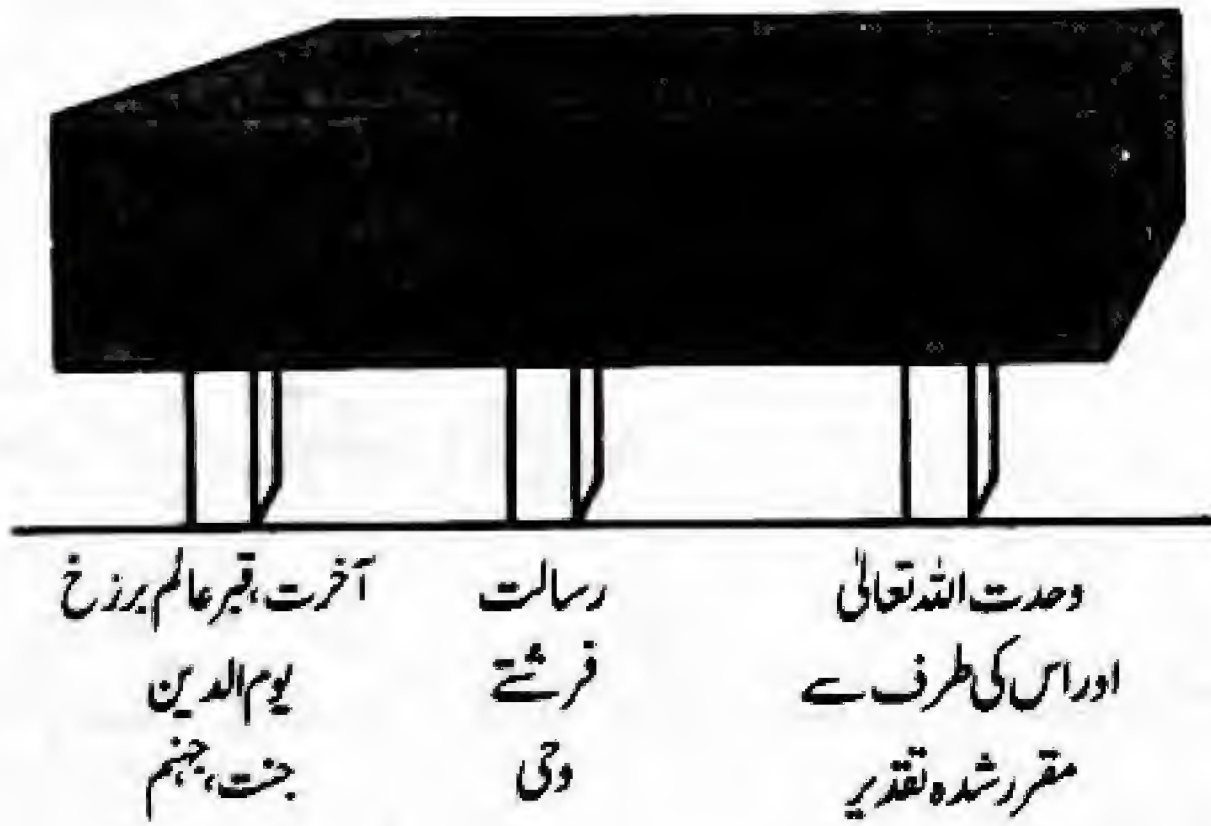


شکل نمبر 9: شریعت اور طریقت میں فرق: شکل A میں دکھایا گیا ہے کہ طریقت شریعت کا ایک حصہ ہے جو کہ صحیح نظریہ ہے۔ شکل B-C غلط عقیدہ کو ظاہر کرتی ہے کہ شریعت طریقت کا حصہ ہے۔

جب کہ اصل حقیقت وہ ہے جو شکل نمبر 9 میں دکھائی گئی ہے۔ شریعت کل ہے

(Superset) ہے اور طریقت اس کا ایک حصہ ہے (Subset) ہے۔ اس بنا پر طریقت بھی شریعت کی پابند ہے اور شریعت سے آزادی کفر کا نام ہے۔ یعنی اللہ کی دوستی اور ہمیشہ کی کامیابی شریعت پر چلنے ہی سے ملتی ہے۔ طریقت بھی اسی سے حاصل ہوگی۔

اسی سلسلہ میں اب ہم شریعت کے ان نہایت اہم مقامات کی نشاندہی کریں گے۔ جن پر اللہ کے ولی خاص توجہ دیتے ہیں جن پر ولایت کی عمارت قائم ہے۔



شکل نمبر 10: دین ایک مکمل عمارت کی مانند ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدت، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت، حیات بعد الموت اور آخرت اور جزا اور سزا کے عقیدہ پر قائم ہے۔

5.3 ایمان اور صحیح عقائد

اللہ تعالیٰ سے دوستی کے لئے اولین شرط صحیح عقیدہ ہے اور اس کے بعد دل و جان میں اس کا احساس زندہ رکھنے میں ہے۔ یہ وہ بنیاد ہے جس پر زندگی کی راہوں کا تعین اور تک و دو کا انحصار ہے۔ ان کی روشنی میں اللہ کا ولی آگے بڑھتا ہے۔ یوں صحیح عقائد ولایت کی کنجی ہیں۔ اگر عقیدہ غلط ہے تو تمام اعمال بیکار ہیں۔ مجاہدات اور عملیات سے شیطان کی دوستی تو حاصل ہو جائے گی لیکن رحمٰن سے دوستی ناممکن ہے۔

5.4 اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس کی ذات کا احساس

عقیدہ میں پہلی بات مالک کون و مکان اللہ رب العالمین کی ذات پاک کا صحیح ادراک اور اس کی معیت کا پکا احساس ہے کہ وہ ہر وقت میرے ساتھ ہے۔ جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو وہ میرے ساتھ دوسرا ہوتا ہے۔ جب ہم دو ہوتے ہیں تو وہ تیسرا۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ سمجھ میں آئے کہ نہ آئے لیکن اس کی ذات پر پکا یقین ہو کہ ”وہ میرے روئیں روئیں میں موجود ہے“ جیسے سمندر کے اندر مچھلی کی مثال ہے۔ سمندر کا پانی اس کے باہر بھی ہے اور اس کے اندر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ہمیں ظاہر و باطن ہر طرح محیط کیا ہوا ہے۔ واحدہ لا شریک۔ خالق و مالک کون و مکان، نہ اس کا کوئی بیٹا، نہ باپ نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ ہر لحاظ سے بے مثل، کمالات میں لا جواب، اپنی شان میں یکتا، زمان و مکان، آسمان و زمین، کل کی کل کائنات اس کے سامنے سرنگوں ہے۔ ہر جگہ ہر آن موجود، اپنے علم میں لامحدود، اپنی شان میں بے حساب، جس نے ہر چیز کو اندر باہر سے محیط کیا ہوا ہے۔ زمان و مکان (Time and Space) جس کی صفت ہے جن کے بغیر کوئی واقعہ کسی چیز کا وجود، کوئی حرکت کوئی ارادہ معرض وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ کسی جنگل میں اگر کسی درخت پر سے کوئی پتا گرتا ہے تو وہ بھی اسی کے سامنے اس کی اجازت سے ہوتا ہے۔ یوں اگر وہ نہ چاہے تو ہم چاہ بھی نہیں سکتے۔

غرض اس کی تمام صفات کے ساتھ اس پر ایمان لا کر اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ولایت کی پہلی منزل ہے۔

ہمیشہ یاد رکھو! کہ مالک مالک ہے اور بندہ بندہ، اور انسان کوئی بھی ہو، اسے وہی کچھ ملے گا جو اسے مالک دے گا۔ اس کے دربار میں اس کے حکم کے بغیر کسی فرشتہ، پیغمبر، جن یا پیر کی کوئی طاقت نہیں، اور کسی کو اس کی اجازت کے بغیر کوئی اختیار نہیں اور نہ ہی اس کے اذن کے بغیر کسی طرح کا کسی کو علم الغیب حاصل ہے۔ یوں اس کے جلال و جمال کو سامنے رکھ کر چاہت سے اس سے مانگتے رہو، خوب مانگتے رہو۔ مانگنے سے ہی خیرات ملتی ہے۔

5.5 عقیدہ رسالت

عقیدہ میں دوسری اہم ترین بات رسالت پر ایمان، یہ کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین، احسن الخلائق اور اشرف الانبیاء ہیں۔ وہ اول آخر ظاہر باطن اللہ کے نبی ہیں ان کے بعد اب کوئی اور نبی نہیں آئے گا۔ سب غوث، قطب، ابدال، صالحین، صدیقین یعنی اللہ کے ہاں قرب کے سب مراتب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ملتے ہیں۔ قابل اتباع اور قابل تقلید ہستی صرف انہی کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کی دوستی کا راستہ ہے۔ تمام پیران پیر، امام، رہنما اور صالحین غرض کوئی بھی ہو، نشان راہ تو ہو سکتے ہیں لیکن منزل صرف اور صرف حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسط سے ملے گی۔ آپ کی محبت ہی سے اللہ کی محبت ملے گی۔ اگر اللہ کی محبت کے خواہش مند ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرو جیسے کہ اتباع کا حق ہے۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی اولاد اپنے اہل خانہ اپنے اموال اور اپنے آپ سے بھی بڑھ کر محبت کرو۔ محبت کی یہ کشش آپ کو نہ صرف ادھر ادھر بھٹکنے سے بچائے گی بلکہ کھینچ کر منزل مقصود تک پہنچا دے گی۔ دماغ میں اللہ تعالیٰ کا رعب، دل میں اس سے ملاقات اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کے لئے اشتیاق کی شدت ہی ولایت کی گاڑی کی توانائی کا سامان ہیں اور اس کا انعام زندگی کے سفر کی انتہائی کامیابی اللہ تعالیٰ سے شرف ملاقات اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت خاص ہے۔

5.6 عالم الغیب کے حقائق پر ایمان

اللہ تعالیٰ پر صحیح ایمان، صحیح عقیدہ، صفات عالیہ سے آگاہی، رسالت اور اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ان کے اسوہ حسنہ سے واقفیت کے ساتھ ساتھ عقیدہ کی

تیسری اہم کڑی عالم الغیب کے حقائق یعنی حیات بعد الموت، قبر، عالم برزخ، یوم الدین، جنت و جہنم، اللہ کے فرشتوں اور اچھی بری تقدیر کے من جانب اللہ ہونے پر پختہ یقین ہے۔

ولی کی دنیا عالم الغیب کی مخلوقات سے آباد رہتی ہے۔ وہ فرشتوں کا ساتھ محسوس کرتا ہے۔ نماز کے بعد جب سلام پھیرتا ہے تو اسلام علیکم ورحمۃ اللہ سے اپنے دائیں بائیں بیٹھے فرشتوں سے مخاطب ہوتا ہے۔ تمام زمانوں کے عباد اللہ الصالحین سے التحیات میں بیٹھ کر قرب حاصل کرتا ہے۔ رات کے اندھیروں میں عالم برزخ اور جنت کے نظارے کرتا ہے اور غلطی ہوتی ہے تو دوزخ کی گرمی محسوس کرتا ہے۔ یوں اللہ کا ولی عالم الغیب کے مناظر اپنے دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتا رہتا ہے جس سے اسے دنیا کی یہ زندگی جیل معلوم ہوتی ہے اور موت اس کے لئے آزادی کا پیغام لاتی ہے۔

5.7 عالم برزخ کی زندگی

آدمی کی موت اور یوم الدین تک کے درمیانی وقفہ کا نام عالم قبر یا عالم برزخ ہے جس پر ایمان بھی آخرت پر ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔ دنیا میں سے گزر کر ہم سب اسی میں جائیں گے۔ اگر کہیں اور کوئی زمین ہے تو وہاں کے باشندے بھی مرنے کے بعد اسی عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں۔ وہاں کے اپنے لاکھوں مدارج ہیں بالآخر سب اپنے اپنے درجہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ انبیاء کے تو کیا کہنے، انہی میں اولیاء اللہ، شہداء، صالحین اور صدیقین کا گروہ ہے۔ جنہیں کوئی انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ ادھر سے ادھر اپنی برزخی جنت میں پہنچ گئے۔

اللہ کے ولی ان مقامات کی یاد سے اپنے قلوب کو ہمیشہ تازہ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کا کوئی صفحہ ان کی یاد دہانی سے خالی نہیں۔ اللہ کا ولی ہر ایسی آیت پر ٹھہر جاتا ہے اور غور و فکر میں ڈوب جاتا ہے۔ یہ مقام احساسات سے خالی نہیں بلکہ وہاں ایک جہاں آباد ہے وہاں کی اپنی گہما گہمی ہے۔ قرآن کریم میں شہداء کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں انہیں وہاں رزق دیا جاتا ہے، وہ شعور رکھتے ہیں اور جو پیچھے رہ گئے ہیں ان کے بارے اچھی خبر پر خوش ہوتے ہیں اور بری خبر

پرنا خوش۔ (وہاں کی کیفیات کا حال ہماری کتاب ”قیامت اور حیات بعد الموت“ میں تفصیلاً دیا گیا ہے)۔

مختصراً یہ کہ اللہ کا ولی اچھی طرح جانتا ہے کہ آدمی کا مرنا اس کے لئے فنا نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت کی تبدیلی ہے۔ جسم سے علیحدگی کے بعد بھی نفوس زندہ رہتے ہیں بلکہ ان کا شعور کئی درجہ زیادہ بلند ہو جاتا ہے۔ عالم برزخ میں نفوس اپنی اپنی حالت، اعمال، سوچ اور عقیدہ کے مطابق مختلف مقامات اور کیفیات میں سے گذرتے رہیں گے۔ دنیا میں تو شیاطین نے غافل رکھا وہاں جا کر سب کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ فرمایا

تمہیں غافل رکھا دنیا طلبی نے یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔ اس میں ہرگز (شک کی بات) نہیں۔ تم بہت جلد جان لو گے (اس میں دیر) ہرگز ہرگز نہیں۔ عنقریب تم سب کچھ جان لو گے کاش تم (زندگی میں) جانتے ہوئے علم الیقین سے (جانتے ہوئے) کہ تم ضرور جہنم کو دیکھو گے (تو شاید بچ جاتے) پھر تم (یہ سب کچھ) ضرور یقین کی آنکھ سے دیکھو گے پھر تم سے اس دن نعمتوں کے بارے پوچھا جائے گا (جن سے تم دنیا میں لطف اندوز ہوتے تھے)

أَلْهَكُمُ التَّكَاثُرُ ۚ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۚ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۚ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۚ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ ۚ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ۚ ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۚ

(سورہ الحکاثر آیت نمبر 1-8)

5.8 نعمتوں کا شکر

چونکہ نعمتوں کا حساب ہوگا اس لئے اللہ کے ولی اس کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے بڑے محتاط رہتے ہیں۔ پہلی احتیاط یہ ہے کہ ان کو ضائع نہ کیا جائے حتیٰ کہ اگر دریا کے کنارے وضو کر رہے ہو تب بھی پانی کے استعمال میں اسراف سے بچنا ہے۔ نعمت کی عطا کے جواب میں منقسم کا

شکریہ ادا کرنا بھی لازمی فرائض میں ہے۔ کم از کم شکریہ، دل کا اظہار ممنونیت ہے لیکن اصل شکریہ یہ ہے کہ اپنے مناسب استعمال کے بعد نعمت کو دوسرے حق داروں تک پہنچایا جائے۔ یعنی نعمت کا اللہ کی رضا کے لئے مقام ضرورت تک لوٹا دینا اصل شکریہ ہے۔ یوں اللہ کے ولی اپنے رب کی نعمتوں کو بانٹ بانٹ کر اس کا شکریہ ادا کرتے رہتے ہیں۔

5.9 عالم برزخ کی زندگی اور ایصالِ ثواب

یاد رہے کہ عالم الغیب کی جنت، دوزخ، راحت اور مصروفیات، ہمارے ایمان اور اعمال کی مجسم شکلیں ہیں یعنی حیات بعد الموت حیات فی الدنیا ہی کی وسعت (extension) ہے۔ جیسے یہاں ہے وہاں بھی ایک بھر پور معاشرتی نظام ہے۔ جس میں اچھے برے سب اپنے اپنے ایمان اور اعمال کے مطابق ایک شعوری زندگی کے ساتھ رہتے ہیں حتیٰ کہ کفار بھی شعور سے خالی نہیں۔ جنگ بدر کے بعد جب مقتول کفار گڑھے میں پھینک دیئے گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مخاطب کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ یہ سب کچھ سن رہے ہیں اور سمجھ بھی رہے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے۔

عالم برزخ میں سے نفوس کے زندہ انسانوں کے ساتھ رابطہ کی بنیاد حسن ظن پر ہے جو انہیں زندہ سمجھتے ہیں وہ ان کے لئے زندہ ہیں اور جو انہیں مردہ سمجھتے ہیں وہ ان کے لئے مردہ ہیں۔ جو انہیں دوست سمجھتے ہیں ان کے وہ دوست ہیں جو انہیں غیر سمجھتے ہیں ان کے لئے وہ غیر ہیں۔ چنانچہ اللہ کے نبیوں، اولیاء کرام اور صالحین سے اگر کسی کو فیض ملتا ہے انہیں اس کے گمان کے مطابق ملتا ہے اور زمین پر زندہ لوگ اگر ان کو ایصالِ ثواب کرنا چاہتے ہیں تو اس کا انحصار بھی ان کے حسن ظن پر ہے۔ بہر حال جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے درود و سلام کا تحفہ پہنچتا ہے اسی طرح عالم برزخ کے باسیوں کو ہمارے صدقات، تلاوت قرآن پاک اور جو نیکی ہم ان کے لئے کرتے ہیں ان کے ثواب کا تحفہ ان تک پہنچتا ہے۔ ان کی طرف سے اگر صدقہ کریں، روزہ

رکھیں یا حج کریں کوئی آثار قائم کریں تو انہیں بھی اور کرنے والے کو بھی برابر کا ثواب ملے گا۔
 دراصل ایصال ثواب بھی آثار میں شامل ہے جس کے متعلق سورہ یٰسین میں ارشاد ہے

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ
 مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ۖ وَكُلُّ شَيْءٍ
 أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ
 (سورہ یٰسین، آیت 12)

”ہم یقیناً مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔
 اور ہم لکھتے جاتے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا
 اور جو آثار انہوں نے پیچھے چھوڑے ہیں
 (اس کا بھی ہم حساب رکھ رہے ہیں) ہر چیز کو
 ہم نے ایک کھلی کتاب میں شمار کر رکھا ہے۔“

جیسے سبب (Cause) اور اتباع (Effect) دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آثار اور
 ایصال ثواب بھی متصل ہیں۔ اگر کوئی کسی کے لئے دعا کرتا ہے یا صدقہ کرتا ہے، قرآن پڑھتا ہے تو
 وہ اس کے اپنے آثار کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایصال ثواب آثار میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی
 دعائیں سننے والا ہے۔ چونکہ اسے اپنے بندے کی عزت منظور ہے۔ (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي
 آدَمَ) اس لئے قبول بھی فرماتا ہے۔ اس ضمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث ہے
 کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے جنازے میں شامل ہو کر اگر چالیس آدمی اس کی نیکی کی
 شہادت دیں اور اس کے لئے دعا کریں تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے۔ یہ سب باتیں اس
 طرف اشارہ ہیں کہ ایصال ثواب کا فائدہ پہنچتا ہے اور دعا بھی ایصال ثواب ہی کا ایک حصہ ہے۔

5.10 زندگی اور موت میں آزمائش

جیسے دنیا کی زندگی ایک تخلیق ہے موت ایک دوسری تخلیق ہے۔ سورہ الملک، آیت 2
 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمُ احْسَنُ عَمَلًا۔
 ”ہم نے موت کو پیدا کیا اور حیات کو پیدا کیا تاکہ ہم آزمائیں کہ کون کون عمل میں بہتر ہے“، اس

لئے موت خاتمہ نہیں بلکہ ایک نیا شاندار آغاز ہے۔ اس سفر میں عالم برزخ کی زندگی بھی فنا کا نام نہیں بلکہ ایک نئی منزل کی ابتداء ہے حیات کے اس ٹوٹل سفر میں موجودہ زندگی ایک امتحانی وقفہ ہے جس کا نتیجہ حساب و کتاب کے بعد یوم الدین کو نکلے گا اور اسی کے مطابق جزا و سزا ہوگی۔

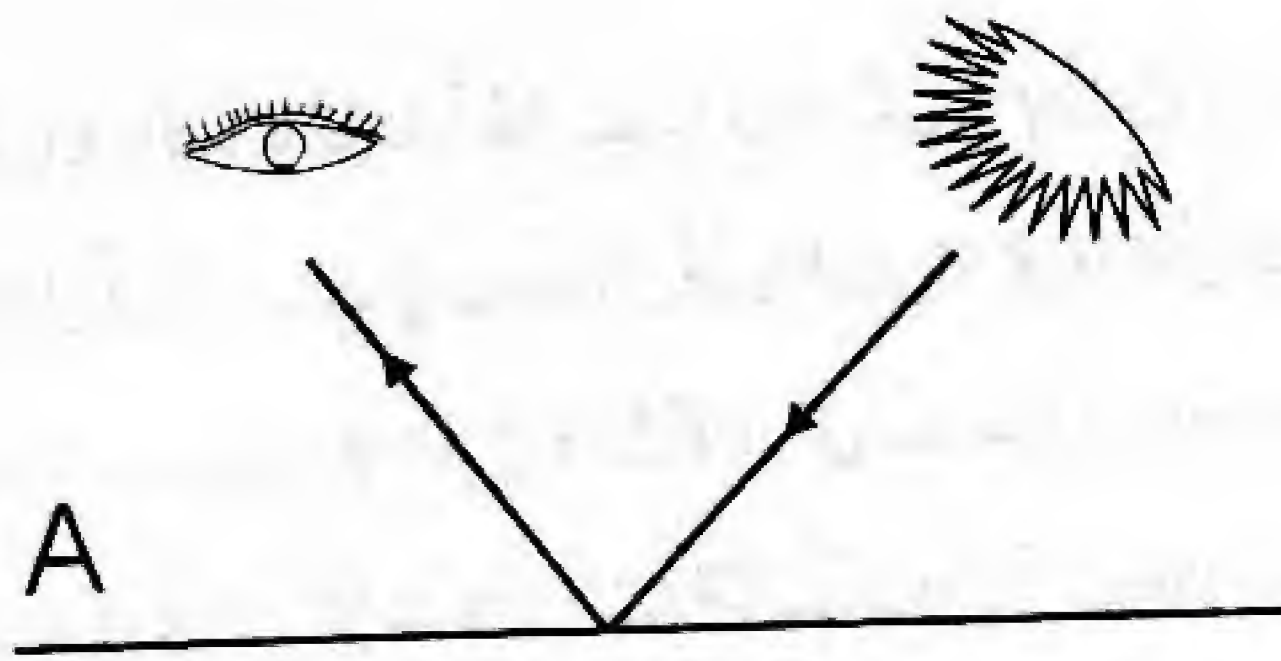
چنانچہ اللہ کا ولی اس حقیقت کا ادراک رکھتا ہے کہ ہر نیا آنے والا دن اس کیلئے ایک نیا امتحانی پرچہ ہے۔ دنیا کی اونچ نیچ، راحت، امارت، غربت یعنی ہر طرح کے تقدیری حالات اس پرچہ کے سوالات ہیں اور ان سوالوں پر ہمارا رد عمل ہمارا جواب ہے۔ اگر رد عمل مالک کی بندگی اور اس کی رضا کیلئے ہے تو یہ صحیح حل ہے، ورنہ غلط ہے۔ جو وہاں کامیاب ہو وہی اصل میں کامیاب ہے۔

اس صحیح عقیدہ کے برعکس اس شخص کی زندگی ہے جو دنیا کے عارضی فوائد کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے۔ اگرچہ اس کی خواہش ابدی زندگی کی کامیابی بھی کیوں نہ ہو لیکن اس کی ترجیحات دنیاوی شان و شوکت کے لئے ہی ہوتی ہیں۔ اس اصول کے مطابق کہ انسان کو وہی ملے گا جس کے لئے اس نے کوشش کی، یقیناً ایسا آدمی اپنے آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ کی آیت 9 میں واضح کیا ہے۔

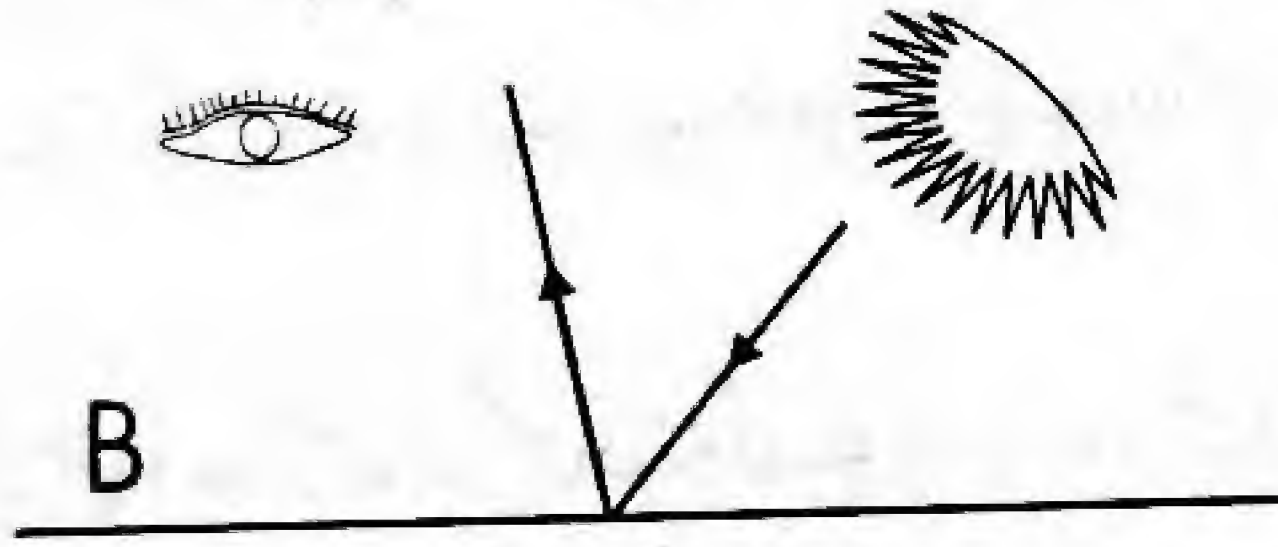
يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج
وَمَا يَخٰدِعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ (سورہ البقرہ، آیت 9)

وہ اپنے زعم میں دھوکا دے رہے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو، درحقیقت وہ خود فریب میں مبتلا ہیں مگر ان کو اس بات کا شعور نہیں۔

عقیدہ کی اہمیت سمجھنے کے لئے اس مثال پر غور فرمائیں کہ ہدایت مثل سورج کی روشنی، کے ہے، نفس مثل آنکھ کے اور عقیدہ وہ سطح ہے جس پر سے روشنی ٹکرا کر آنکھ تک پہنچتی ہے۔ اس بات کو مندرجہ ذیل شکل میں دکھایا گیا ہے شکل A میں عقیدہ کی سطح صاف ستھری ہے روشنی کی شعاع ٹکرا کر آنکھ تک پہنچتی جاتی ہے، شکل B میں عقیدہ کی سطح کھردری ہے چنانچہ گرنے والی روشنی وہیں بکھر جاتی ہے اور آنکھ ہدایت کے نور سے محروم رہ جاتی ہے۔



صحیح عقیدہ کی مثال
آنکھ تک نور ہدایت پہنچ رہا ہے۔



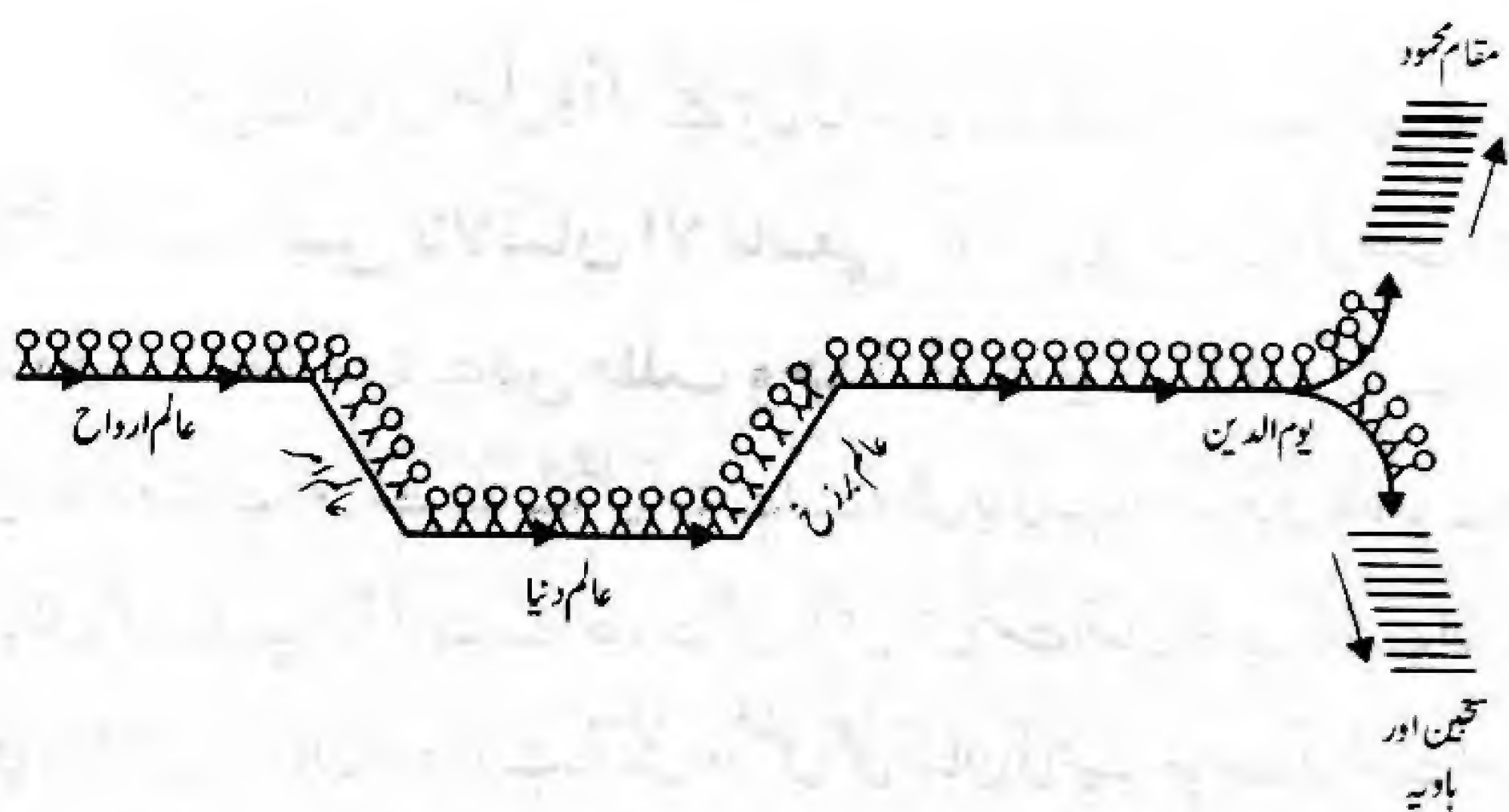
غلط عقیدہ کی مثال
آنکھ نور ہدایت سے محروم ہو گئی

اسی ضمن میں گناہوں کی مثال گرد و غبار سے آلودہ فضا ہے۔ جو ہدایت کے نور کو قلوب تک پہنچنے سے روک دیتا ہے۔ قرآن پاک ہدایت کا سورج ہے جس کا نور سدا قائم و دائم ہے لیکن گناہوں کا گرد و غبار نفس کو اس نور سے محروم کر دیتا ہے۔ ان کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آنکھ روحانی برکات اور فیض سے محروم ہو جاتی ہے۔ وہ صرف مادی دنیا کو دیکھتی ہے۔ اس لئے انسان ہمیشگی کے گھر کی بجائے عارضی زمینی متاع کی طرف جھٹکا چلا جاتا ہے۔ بالآخر اس کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ کان ہوتے ہیں لیکن وہ حق کو سن نہیں سکتا، آنکھیں ہوتی ہیں مگر حقیقت کو دیکھ نہیں سکتا، عقل ہوتی ہے لیکن راہ راست سے بیگانہ ہوتا ہے۔

غلط عقیدے والا شخص ایک بد قسمت انسان ہے جس کی زندگی ایک سراب ہے، اس کے اندر کثرت کی ہوس کی آگ لگی ہوئی ہے۔ بظاہر کامیاب خوش و خرم، طاقتور لیکن اندرونی طور پر کمزور، نفسیاتی کھچاؤ اور تناؤ سے ٹوٹا پھوٹا، جلا ہوا، گلا ہوا کمزور بد بودار نفس، ہر دم کسی نہ کسی چکر میں

پھنسا ہوا ہے۔ اس کے لئے زندگی مسائل کا نام ہے، جیسے ہی ایک مسئلہ حل کر لیتا ہے فوری بعد کسی دوسرے مسئلہ کا شکار ہو جاتا ہے اور بالآخر خالی ہاتھ آخرت کی طرف روانہ ہو جاتا ہے۔ جس کی پہلی منزل قبر ہے۔ جہاں پہنچتے ہی ان تمام کامیابوں کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے جس پر وہ زندگی میں فخر کرتا تھا۔ حقیقت واضح ہو جاتی ہے لیکن اب اس کا رونا دھونا کسی کام نہیں آتا۔

اس کے برعکس اللہ کے ولی کی زندگی توکل علی اللہ پر مبنی ہے۔ اس کے نزدیک اسباب مالک کی عطا ہیں۔ اس لئے ان کا استعمال کرنا فرائض میں شامل ہے لیکن نتیجہ اللہ کی رضا ہے جس پر اللہ کا ولی ہر حال میں خوش ہے۔



شکل نمبر 11: زمان و مکان میں انسان کا سفر

5.11 عملی جدوجہد اور توکل

قرآن کریم میں ”ایمان اور عمل“ ایک جوڑا ہے۔ جیسے فرمایا گیا ہے ”إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ“ یعنی ایمان کا ٹیسٹ عمل ہے اور عمل کا ٹیسٹ ایمان ہے دونوں کی قبولیت کا انحصار نیت اور سمت پر ہے۔ اس لئے اللہ کا ولی بننے کے لئے اعمال کی صحیح سمت کا تعین نہایت ضروری ہے۔ جس طرف منہ کا رخ ہوگا اسی طرف پہنچو گے۔ اس لئے حکم ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو تا کہ گمراہ ہونے اور شیطان کے ڈگمگانے سے بچ جاؤ۔ فرمایا۔

”دین میں جبر نہیں، (اب جب کہ) ہدایت اور گمراہی صاف طور پر ظاہر ہو چکی ہے۔ جس نے شیطان سے منہ پھیرا اور اللہ پر ایمان لایا تو گویا اس نے ایمان کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

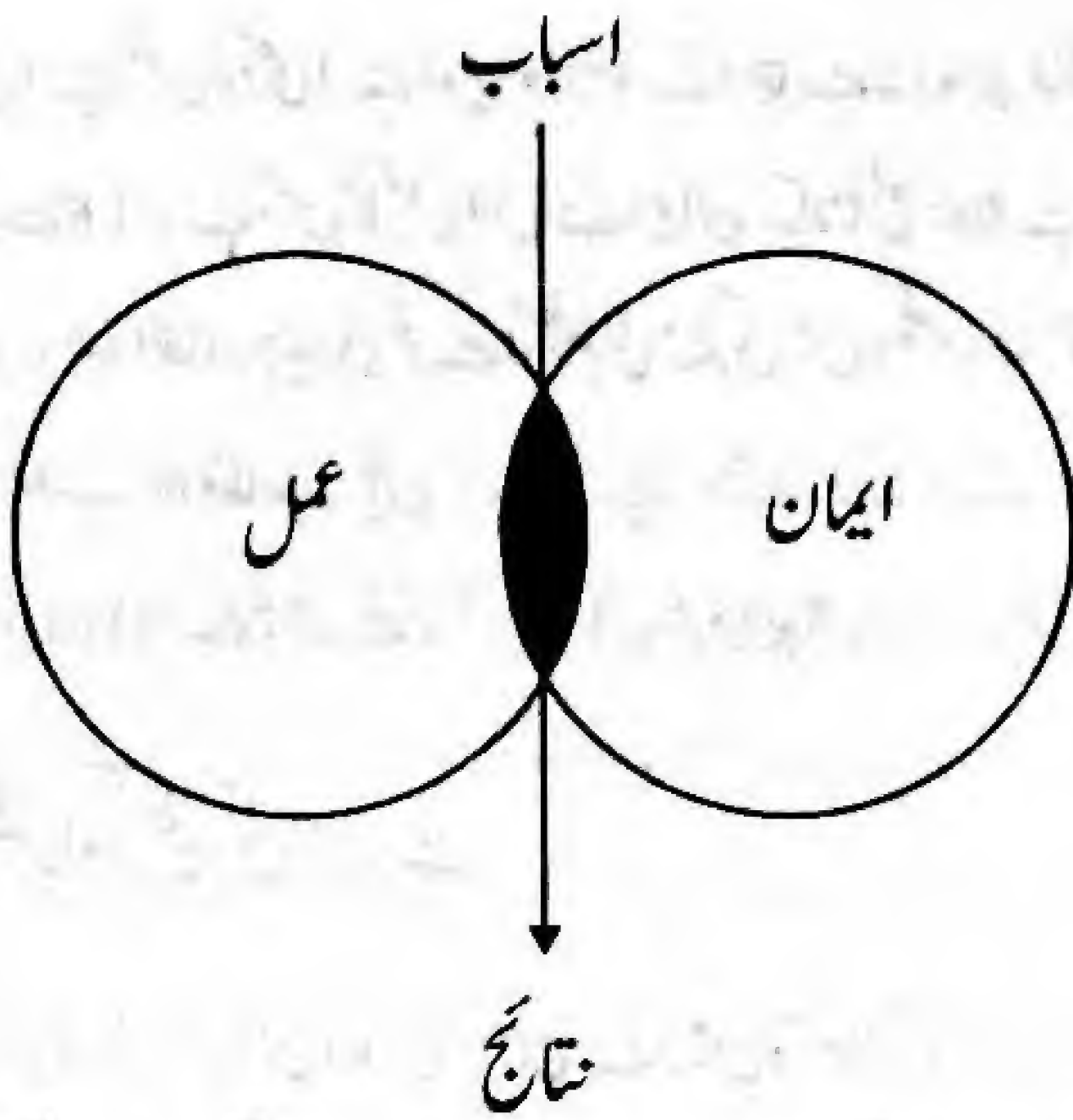
لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ
بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۚ لَا
أَنْفَصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

عَلِيمٌ ۝ (سورہ البقرہ، آیت 256)

ہم پہلے بھی اس اصول کا ذکر چکے ہیں کہ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ۔ اور جس چیز کے لئے کوئی طلب کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا کر دیتا ہے مَنْ طَلَبَ وَجَدَا یعنی جو دنیا کے لئے محنت کرتا ہے وہ اسے دنیا عطا کر دیتا ہے، جو جنت کے لئے عمل کرتا ہے اسے وہ مل جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ جتنا چاہے اسے دنیا میں بھی دیتا ہے اور آخرت کے انعامات بھی۔ غرض جس سمت انسان طلب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ وہی راستہ اس پر آسان فرما دیتا ہے۔ توفیق اور فضل بھی انسان کی نیت، چاہت کی شدت اور جدوجہد میں اخلاص کے مطابق ہے۔

اس لئے اللہ کے ولیوں کی زندگی میں آپ غفلت، کاہلی اور نہ ہی لہو و لعب پائیں گے۔ بلکہ ان کی زندگی ایک مسلسل جدوجہد کی زندگی ہوتی ہے، وہ اللہ کی راہ میں لگا تار سعی اور مالک کا نام بلند کرتے ہوئے گزر جاتی ہے۔

وہ لوگ جن کی سمت علیین کی طرف ہوگی ان کے اعمال اسے علیین میں لے جائیں گے۔ وہ جن کا رخ تجہن کی طرف ہوگا وہ تجہن میں پہنچ جائیں گے۔ جہاں تک محنت اور جدوجہد کا تعلق ہے یہ اللہ کے دوستوں پر فرض ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر توکل کی بات کرنا مومن کا شیوہ نہیں۔ ایسی بات صرف کم ہمت اور کام چور فقیر کرتے ہیں۔



شکل نمبر 12: ایمان اور عمل ایک باہمی متعلقہ جوڑا ہے۔ صرف صحیح ایمان اور صحیح عمل ہی صحیح نتائج کو جنم دے سکتے ہیں۔ اسباب کی نفی جائز نہیں لیکن اسباب پر بھروسہ شرک ہے۔ اسباب کے بغیر نتائج صفر ہونے کا زیادہ امکان ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ولی اور عام آدمی کی محنت میں فرق یہ ہے کہ اللہ کا ولی اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے حلال طریقوں کے مطابق محنت کرتا ہے اور عام آدمی اسباب پر توکل کرتے ہوئے اپنے مفاد کے لئے محنت کرتا ہے۔ اس لئے اگر اللہ کا ولی بننا چاہتے ہو تو درپیش کاموں پر حسب استطاعت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق محنت کرو، جہاں تک ممکن ہو نفس کو خواہشات سے بچاؤ اور متقی بن کر نیک عمل کرو، اسباب کا حصول اور استعمال لازم ہے لیکن اسباب پر ہرگز توکل نہ کرو۔ حکم باری تعالیٰ ہے:-

وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى
النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ
هِيَ الْمَأْوَىٰ ۝

”اور وہ جو اپنے رب کے سامنے کھڑا
ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے
باز رکھا تو یقیناً جنت ہی اس کا بہترین ٹھکانہ
ہے۔“

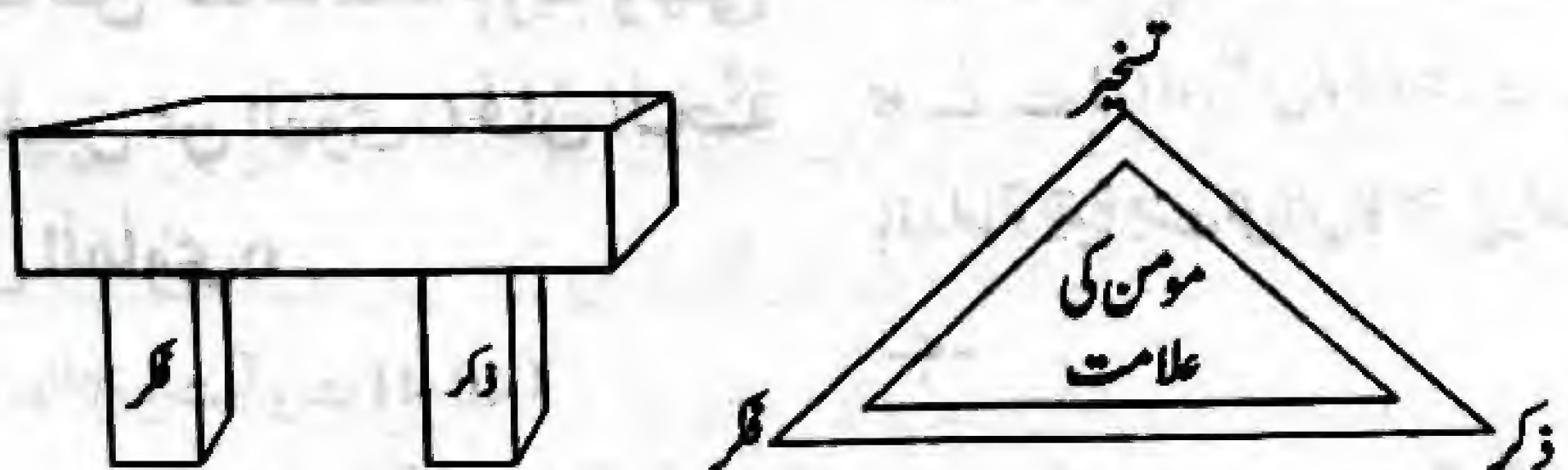
(سورہ النازیات، آیات 40-41)

اس اصول کے تحت اللہ تعالیٰ کے ولی کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے کبھی بھی بے

خوف نہیں اور نہ ہی اپنے نفس کو کبھی اپنے اوپر سوار ہونے دیتا ہے۔ وہ بہر حال ایک نہایت متحرک اور جامع متقی شخصیت کا نام ہے جس کا عمل اس کے ایمان کے تابع ہوتا ہے۔ اس ضمن میں ایک قابل تقلید مثال سیدنا عبدالقادر جیلانی غوث اعظم کی زندگی میں دیکھی جاسکتی ہے کہ باوجود آپ تمام اولیاء کیلئے قطب الاقطاب ہیں آپ اپنے وقت کے اتنے بڑے درآمد / برآمد (Import/Export) کے تاجر تھے کہ آپ کا مال بحری جہازوں میں بھرا آتا تھا۔

5.12 ذکر، فکر اور تسخیر کی عمارت

اللہ تعالیٰ کا ولی اس الٰہی اعلان کہ اس نے زمین و آسمان کو آدمی کے لئے مسخر کر دیا ہے، کا عملی مظہر ہوتا ہے۔ اس کی اعلیٰ ترین مثال سرور کائنات کی ذات پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح اپنے دشمنوں کو تسخیر کر کے انہیں جہنم کی آگ سے بچا لیا۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مخلوق کو اپنی رحمت کا فیض پہنچایا اور شب معراج زمان و مکاں پر فتح حاصل کر کے کائنات میں طبعیات اور مابعد طبعیات حقائق کا نظارہ کیا اور آج تک لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتے جاتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کی تعداد، بفضل اللہ ہر روز بڑھ رہی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیض عالم برزخ، روز جزا اور اس کے بعد جنت دوزخ ہر عالم میں جاری و ساری ہے۔ کیوں نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق اپنی اپنی استطاعت کی حد تک اللہ کا ہر ولی بھی تسخیر کا دھنی ہوتا ہے۔ اس کے لئے اس کی طاقت کا منبع ذکر اور فکر ہے۔ چنانچہ ولی ذکر، فکر اور تسخیر کی عمارت ہوتا ہے۔



شکل نمبر 13: اللہ تعالیٰ کے ولی کی علامت ذکر، فکر اور تسخیر ہے۔

ذکر اور فکر کا مدعا تسخیر ہے، جس کا پہلا ہدف تسخیر نفس ہے اور دوسرا ہدف تسخیر کائنات ہے۔ ولایت کی منازل دراصل تسخیر کے مختلف مقامات پر فتح حاصل کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ولی بننے کے لئے اولین شرط اپنی خواہشات کی تسخیر ہے۔ مطلب یہ کہ انسان اپنے سفلی جذبات پر قابو حاصل کرے، مثلاً اسفل کو سونا مرغوب ہے لیکن اللہ کے ولی کو جاگنا ہوگا، اسفل کو جمع کرنا پسند ہے جب کہ اللہ کے ولی کا ہاتھ دینے والا ہوگا۔ اسفل خوشامد اور بڑائی کو پسند کرتا ہے جب کہ علیین والوں کی راہ خاکساری ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ”دوزخ ان تمام چیزوں سے گھری ہوئی ہے جو انسان کو مرغوب ہیں اور جنت کو جانے والے تمام راستوں پر وہ چیزیں ہیں جن سے جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔“ لہذا اسفل کی مخالفت ہی میں اللہ کے ولی کی کامیابی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بچہ سکول جانا پسند نہیں کرتا، حالانکہ سکول جانے ہی میں اس کے مستقبل کی ترقی ہے۔

ذکر، فکر اور تسخیر کے مجموعہ میں ذکر کے ذریعہ اللہ کا ولی اپنے مالک کی مدد کا طالب رہتا ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی حضوری میں رہتا ہے اور اس کا جسم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل میں لگا رہتا ہے۔ فکر کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے۔ مشاہدہ قدرت میں اسے قدرت والا نظر آتا ہے جیسے ایک پینٹنگ (Painting) پینٹر (Painter) کی یاد دہانی کروانی ہے۔ مخلوق کے مشاہدہ سے اللہ کا ولی مشاہدہ حق تک پہنچتا ہے۔ اس کے لئے علوم اشیاء اور سائنس حقیقت کو پانے کا ذریعہ ہیں اور کائنات کی تسخیر کے لئے اس کے اسباب میں مثال ہیں۔ وہ مخلوق کے ذریعہ خالق کی شان کو پہچانتا ہے اور پھر بلا اختیار عالم شوق میں اس کی شان کے سامنے سبحان اللہ سبحان اللہ کہتا پھرتا ہے۔ سورہ الفاتحہ میں ”إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ۔“ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) کی دعا اس کے لئے احسن دلیل ہے۔ اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ”اللهم ارنا الحقيقة الاشياء“ (اے میرے رب مجھے چیزوں کی حقیقت سے آگاہ فرما) ہر ولی کے لئے رہنما دعا ہے۔ اور رب زدنی علما میں جو علم والی بات ہے وہ ولی کے فکر کا ثمر ہے۔ اس لئے سائنسی علوم کا حصول ولی کے مجاہدات اور عبادات کا ہی حصہ ہیں۔

”سخر لكم ما فى السموات وما فى الارض جميعاً“ اسی کے

لئے فرمایا گیا ہے کہ تمہارے لئے جو کچھ بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے سب کچھ مسخر کر دیا گیا ہے آگے بڑھو اور انہیں اپنے استعمال میں لاؤ۔

اس سلسلہ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم عملی شہسوار تھے۔ انہوں نے اپنے نفس کو بھی فتح کیا اور اس وقت کی معلوم دنیا کو بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرنگوں کر دیا۔ اس کے علاوہ انہی کے تابعین نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی بنیاد رکھی۔ جس کی بنا پر آج کا انسان واقعی ستاروں پر کند ڈال چکا ہے اور زندگی کو فتح کرنے کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سائنس بھی تلاش حقیقت کی طرف جدوجہد ہے اور تصوف بھی حقیقت کو پانے ہی کی جستجو ہے اگر آپ سائنسدانوں اور صوفیوں کی زندگیوں کا موازنہ کریں تو ضرور دیکھیں گے کہ دونوں ہی وجدان اور فکر کے حوالہ سے اصلیت کو پانا چاہتے ہیں۔ اسی لئے سائنسدانوں کا خواہ کوئی بھی مسلک ہو اپنی طبیعت میں صوفی ہوتے ہیں۔ پاکستان کے انہی پروگرام میں جو میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اچھے اور قابل سائنسدانوں میں اکثریت سچے اور پکے باعمل مسلمانوں کی تھی۔ غرض ہر شعبہ کے حقیقی سائنسدان، دانشور اور فلاسفر، اگرچہ کوئی دہریہ بھی کیوں نہ ہو طبیعت کا صوفی ہوگا اور اس کی سوچ میں وجدانی کیفیت نمایاں ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی بھی ایک اولیٰ صفت ہے۔

افسوس کہ پچھلی تین چار صدیوں میں اسلام کا یہ فکری ورثہ بے دین قوموں کے ہاتھ لگ گیا اور خود مسلمان چلہ کشیوں کے ذریعے جنات اور ہمزادوں کی تسخیر میں لگ گئے۔ آج کی دنیا میں سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے باوجود اگر انسان کی پریشانی بڑھتی جاتی ہے تو اس کی وجہ تسخیر نفس پر اس کی بے توجہی ہے۔

5.13 فرشتوں کی مدد، ضمیر کی آواز

ولایت کی راہوں پر اللہ کے دلی کا سب سے بڑا مددگار اس کا ضمیر ہے۔ یہ دراصل

انسان کی روح (نفس لوامہ) کی پکار ہے جو اسے برائی سے ٹوکتی (Warn) ہے اور اچھائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، حکم ربی ہے:

وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا ۝ فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا ۝ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا ۝

”قسم ہے نفس کی اور اس کی جس نے اس کو سنوارا پھر اس میں فجور اور تقویٰ کا الہام کیا بے شک اس نے فلاح پائی جس نے تزکیہ کیا اور وہ نامراد ہوا جس نے (خواہشات کے پیچھے چل کر) اسے خراب کیا۔“

(سورہ الشمس آیات نمبر 7-10)

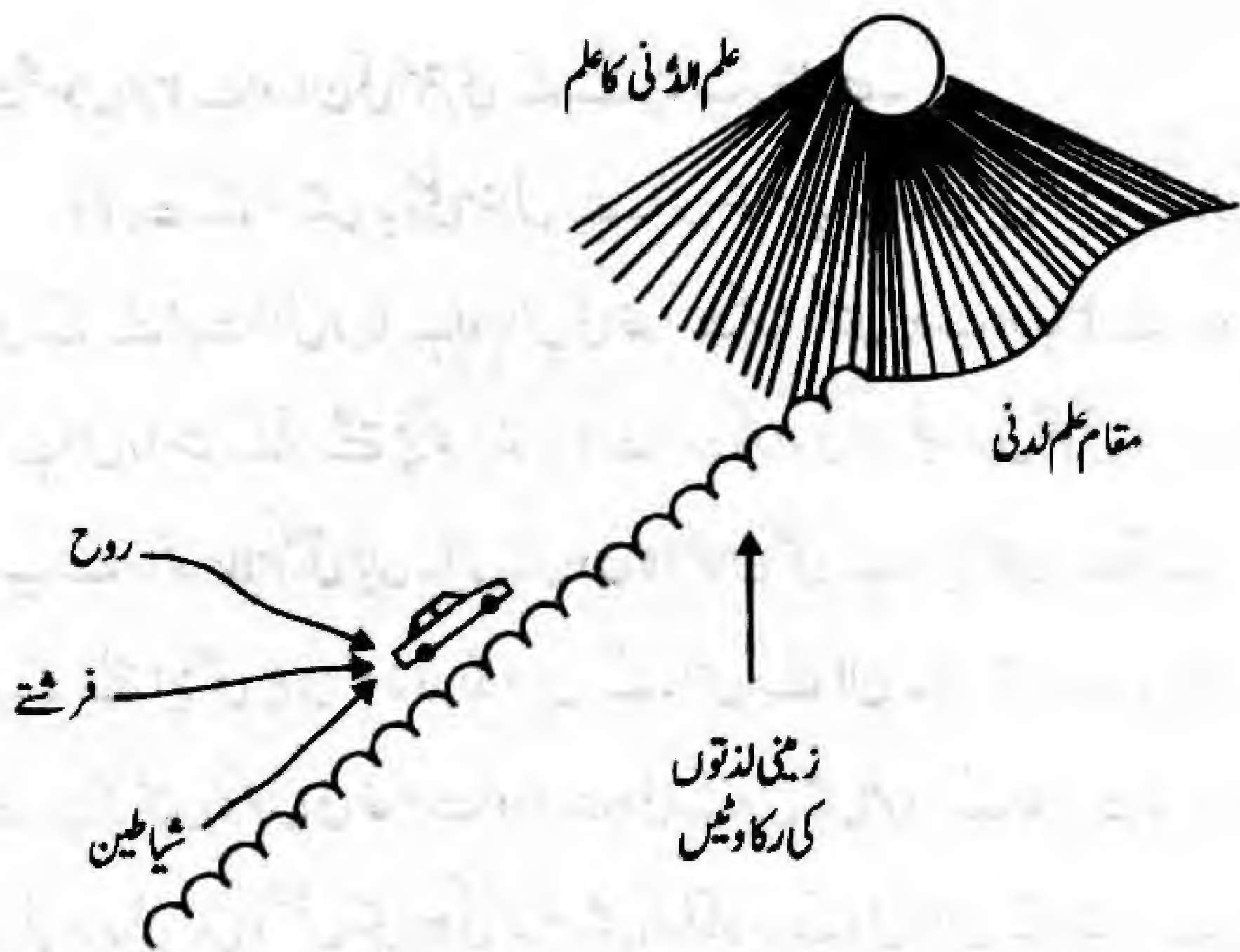
قرآن کریم کی ایسی کئی آیات سے صاف ظاہر ہے کہ روح جو امر ربی ہے۔ ہدایت پر چلنے اور فجور سے بچنے کی تعلیم اس کی تخلیق کا حصہ ہے فجور اور تقویٰ کا الہام ضمیر کی آواز ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان شیطان کے حملوں سے بچ کر اپنے رب کے قرب کی طرف ترقی کرتا جائے۔ ضمیر کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر دو فرشتے بھی مقرر فرمائے ہیں۔ انسان جب برائی کا ارادہ کرتا ہے تو وہ بھی اسے جھنجھوڑتے ہیں اور اعمال لکھنے میں اس وقت تک انتظار کرتے ہیں جب تک کہ وہ برائی کا مرتکب نہیں ہو جاتا۔ البتہ نیکی ارادہ کے ساتھ ہی لکھی جاتی ہے اور عمل پیرا ہونے پر عمل کا ثواب اس کے علاوہ لکھا جاتا ہے۔ مومن کے ولایت کی طرف بڑھتے ہوئے درجات پر شیاطین دن رات پریشان رہتے ہیں اور رد عمل میں وہ بہت زیادہ مستعد ہو جاتے ہیں کہ اسے روکا جائے۔ ان کی زیادہ سے زیادہ یہ کوشش ہوگی کہ اس آدمی کو اس کے رب کے قرب سے کسی طرح ہٹایا جائے۔ چنانچہ ”وسواس الخناس۔ من الجیم والناس۔ کے ذریعہ وہ رب کی طرف بڑھتے ہوئے بندے کو غلط راہوں، شک و شبہات، گھریلو لڑائی جھگڑے بے بنیاد فکر و غم، غصہ اور ذہنی کھچاؤ، سخت سر درد اور ذہنی امراض میں مبتلا کرنے پر زور لگا دیں گے۔ شیاطین کے حملوں سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ کے اس ولی کو اس کے فرشتوں کی مدد حاصل ہو لیکن اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنے اوقات کار کو اوقات صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ چلائے۔ ہر وقت وضو میں رہے اور بہت استغفار

پڑھے۔ اسی ضمن میں قرآن کریم کی قل سے شروع ہونے والی آخری چار سورتوں کا دن رات خصوصی طور پر سوتے وقت اور اٹھتے وقت تین تین دفعہ تلاوت کرے اور اپنے جسم پر دم کرے۔

5.14 کرامتوں کا ظہور اور علم لدنی

اگر مومن اپنی روح اور فرشتوں کی پکار کے مطابق عمل کرتا ہے تو ولایت کے ارتقائی سفر میں وہ ایک ایسی منزل پر فائز ہو جاتا ہے جہاں فرشتے اس کے دوست بن جاتے ہیں اور اسے علم لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی زبان سے حق بولتا ہے اور وہ جو سوچتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس مقام پر قرآن پاک کے الفاظ اس کو یوں محسوس ہوں گے جیسے اس کے اپنے دل پر نازل ہو رہے ہیں اور ان میں وہ اثرات اور معانی پائے گا جو حقائق الاشیاء ہیں۔ علم لدنی پا کر عالم الغیب کی باتیں اس پر حقیقت بن کر ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ سخن والی لذتوں کے دھوکے کو وہ سمجھنے لگتا ہے، باطل کی آگ کی تپش کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ بہت سا غیب اس کے سامنے حاضر کر دیا جاتا ہے اور کرامات کا ظہور عام سی بات ہوتی ہے لیکن یہ مقام بھی ولی کا امتحان ہے کہ وہ اس کے عجائب میں کھو جاتا ہے یا عرش عظیم کی طرف سفر جاری رکھتا ہے۔

چنانچہ بہت اولیاء کی ترقی اس مقام پر پہنچ کر رک جاتی ہے۔ عوام انہیں بہت پہنچا ہوا بزرگ سمجھتی ہے لیکن دراصل ان کی مثال ان بادلوں کی ہے جو برس چکے ہیں۔ اب صرف گر گڑا ہٹ باقی ہے۔ اس لئے اللہ کے بندے اس مقام کے عجائب سے گھبراتے ہیں۔ اس لئے کہ روحانی ترقیوں میں کرامات معاون نہیں بلکہ رکاوٹ پیدا کرتی ہیں۔ مریدوں اور متعلقین کو بھی چاہیے کہ کرامات کی طرف نہ جائیں بلکہ شیخ سے دعا کرائیں اور ہدایت کے لئے سوال کریں تاکہ اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف منازل کا سفر جاری رہے۔ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اس کی اعلیٰ ترین مثال ہیں جن کی آرزو رضائے الہی تھی اس لئے کرامات سے تو منہج اوقات سمجھتے ہوئے بچتے تھے۔



شکل نمبر 14: جب نفس اپنے شعور، اختیار اور فرشتوں کی مدد سے زمینی لذتوں کی رکاوٹوں اور شیاطین کی مخالفت کے باوجود اوپر چڑھتا جاتا ہے تو علم لدنی کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ اگر وہاں کی کرامات کے عجائب سے بچ گیا تو علم کے اس نور کی وجہ سے اگلے مقامات پر پہنچنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

5.15 محبت اور خدمت

”ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد“ اس اصول کے مطابق ولایت، خدمت اور محبت سے ملتی ہے۔ یہ دونوں روح کی نشوونما کے لئے غذا ہیں۔ اس لئے کہ ”الخلق عیال اللہ“ مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے۔ یہ کہ کسی انسان میں اللہ تعالیٰ کے ولی بننے کی صلاحیت موجود ہے کہ نہیں، اس کا پتہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے موجود فطری محبت سے لگے گا۔ سخت دل بے رحم انسان کتنا بھی عابد ہو اسے ولایت کے اعلیٰ مقامات نہیں مل سکتے تا وقتیکہ وہ اپنے آپ کو بدل ڈالے۔ خالق اپنی محبت سے پہلے اپنے قرب کے متلاشیوں کے دلوں میں اپنی مخلوق کی محبت ڈالتا ہے۔ اس لئے ولایت کے ابتدائی درجات پر ہی ولی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لئے بے پناہ محبت اور خدمت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اپنی ذات سے بھی زیادہ ان

سے محبت محسوس کرتا ہے اور ان کی بہتری کے لئے بیتاب رہتا ہے۔

ولایت کے سفر میں یہ پہلی منزل ہے۔ اس مقام پر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے دلوں میں بھی اپنے ولی کے لئے محبت ڈال دیتا ہے اور اس کی خدمت کرنا انہیں محبوب ہو جاتا ہے۔ وہ جدھر سے گذرتا ہے اس راستہ کے فرشتے چرند پرند نباتات اور دیگر مری اور غیر مری مخلوق ماسوائے شیاطین اسے ادب کے ساتھ سلام کہتی ہیں۔ اس میں ولی کا امتحان بھی ہے۔ شیاطین اسے آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ اس لئے ان عالی مقامات پر بڑی احتیاط کی ضرورت ہے کہ کہیں لوگوں کی خدمت اور محبت ولی کے دل میں غرور کے جذبات نہ پیدا کر دے۔ شیاطین کی ہر حال میں کوشش یہی ہوگی کہ کبر میں گرفتار کر کے ولی کو اس کے مقام سے نیچے پٹکا دیا جائے۔ چونکہ محبت ولایت کی نشانی ہے اس لئے اگر کسی طالب کے دل میں مخلوق کی نسبت سے کبر، نفرت اور حجاب ہے تو یہ ولایت نہیں بلکہ قباحت ہے۔

ولی کا ڈیرہ شاہ کا ڈیرہ نہیں کہ وہاں کوئی ڈر یا خوف کی فضا ہے یہ تو محبت اور خدمت کا گھر ہے جہاں پیار بازی لے جاتا ہے۔ وہاں لنگر چلتے ہیں بھوکوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے، روحانی اور جسمانی بیماروں کا علاج ہوتا ہے۔ دوزخ کی طرف بڑھنے والوں کو بچایا جاتا ہے اندھیروں میں چراغ جلائے جاتے ہیں اور حاجتمندوں کی حاجتوں کے پورا کرنے کے لئے نہ صرف دعائیں ہوتی ہیں بلکہ جو کچھ عملی طور پر ممکن ہو وہ بھی کیا جاتا ہے۔ یہ رحمت للعالمین کے غلاموں کا ڈیرہ ہے جہاں آنے والوں میں سے کوئی بھی مایوس نہیں لوٹتا۔



باب نمبر 6

اللہ کا ذکر اور مراقبہ

جیسے ہم پہلے بھی مختصر طور پر ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اسکی طرف کشش کا ذریعہ ہے۔ اس لئے یہ ہر مومن کے لئے فرض عین ہے۔ ولی کی ولایت کے پودے کے لئے ذکر کی حیثیت مانند پانی ہے جس کے بغیر کسی طرح کی روحانی نشوونما اور ترقی کا ہونا محال ہے (الا ماشاء اللہ)۔ اپنی ماہیت میں ذکر اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں۔ قلب میں اللہ کو یاد رکھنا، زبان سے پکارتا، اللہ کی باتوں پر غور و فکر اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جدوجہد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔

6.1 ذکر کی اہمیت

ذکر کی اہمیت کا یہاں سے اندازہ لگائیں کہ قرآن کریم میں ذکر کے مصادر والی 289 آیات ہیں اور ذکر کرنے کا حکم بار بار دیا گیا ہے۔ (حوالہ المعجم والمظہرین۔ محمد فواد عبدالباقی) ذکر کا مفہوم بڑا وسیع ہے یہ لفظ قرآن کریم میں، جمعہ کے خطبہ، منجگانہ نماز، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء، اس کا شکر، اس کی نعمتوں پر غور و فکر، عبادت، نصیحت، کلام اللہ، اس کے احکامات اس کی رحمت اور بخشش، علم، کتاب، تسبیح، تقدیس، قرآن کریم کی تلاوت اور غور و فکر وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اگر ان تمام آیات جن میں ذکر کا حکم آیا ہے کو سامنے رکھیں تو ذکر کا مطلب ”اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے قول و فعل سے اس کی رضا تلاش کرنا ہے۔“ یہ بھی ممکن ہے اگر ولی اپنی زندگی کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ میں ڈھال لے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کو اپنی زندگی کا محور بنالے۔ حکم ربی ہے۔

وَإِذْ كُذِّبَتْكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا
وَّخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ
بِالْغَدُوِّ وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ
الْغَافِلِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا
يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيُسَبِّحُونَهُ وَلَهُ
يَسْجُدُونَ ۝

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو
، عاجزی اور خوف سے، بغیر آواز بلند کئے،
صبح شام اور غافلوں میں سے مت ہونا، اور
وہ جو تیرے رب سے تعلق رکھتے ہیں (اللہ
کے ولی) وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں
کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کو
سجدہ کرتے ہیں۔

(سورہ الاعراف آیات نمبر 205-206)

لہذا اللہ کا ولی کسی بھی حالت میں اپنے رب کی یاد سے غافل نہیں ہوتا۔ اسی کا عبد بننے
پر فخر کرتا ہے اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، اس کی حاضری میں رہتا ہے۔

سورہ البقرہ میں ارشاد ہے ”فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا
تَكْفُرُونِ“ (سورہ البقرہ آیات نمبر 152)۔ ”تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا اور میرا شکر ادا
کرو اور کفر مت کرو“ (سورہ البقرہ آیات نمبر 152)۔

سبحان اللہ کیا نعم البدل، بندہ کتنا ذکر کر سکتا ہے۔ اس کی بساط ہی کیا لیکن انعام یہ کہ
بندہ کے ذکر کے بدلے اللہ تعالیٰ خیر قیوم، خالق و مالک خود اس بندے کا ذکر کرتا ہے۔ ذرا اللہ
تعالیٰ کی لامنتہا ہستی پر غور فرمائیے اور پھر اس کے ذکر کے مقام کو سمجھئے تاکہ ہمیں اپنے ذکر کی اہمیت
کا اندازہ ہو۔ پھر ایک ممنون دل کے ساتھ اپنے رب کی مہربانیوں کا زبان، دل، ہاتھ، آنکھ غرض
روئیں روئیں سے اپنے کریم مالک کا شکر ادا کیجئے۔ چونکہ شکر کفر کا الٹ ہے اس لئے کفر سے بچنا،
کفر کے خلاف جدوجہد اور حق کے لئے کام کرنا شکر کا عملی مظاہرہ ہے۔ یہ اللہ کے ولیوں کا محبوب
مشغلہ ہوتا ہے۔

6.2 ذکر کا حق

اللہ تعالیٰ کے ذکر کا حق یہ ہے کہ انسان اپنے جسم و جان میں اپنے رب کے پیارے

نام کو سمولے، اس کی زبان، آنکھیں، کان، ہاتھ پاؤں غرض جسم کا رواں رواں خود ذکر بن جائے۔ جیسے پرندے ہوا میں اڑتے ہیں اللہ کے ذاکر بندے ذکر کی فضا میں پرواز کرتے ہیں۔ حضرت بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے ذاکر کے بارے میں کیا خوب فرمایا ہے ”رانجھا رانجھا کر دی میں آپے رانجھا ہونی“ اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر تسبیح کے دانے پھیرنا اور اللہ اللہ کے نام کی تعداد کا شمار کرنا نہیں بلکہ بے حساب احساس کے ساتھ اپنے رب کی محبت میں غرق رہنا ہے۔ جس طرح مچھلی پانی کو بھول نہیں سکتی یا حیوانات ہوا سے باہر نہیں رہ سکتے، ایسا ذاکر اپنے رب کے ذکر کے بغیر خالی نہیں رہ سکتا۔ جیسے مچھلی دریا میں اپنے سارے کام کرتی ہے۔ عین ویسے ہی حق تعالیٰ کا ذکر دنیا کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لے کر بھی حق سے جدا نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کو انعام بھی بے حساب عطا فرماتا ہے، جس کی کچھ جھلکیاں سورہ احزاب کی آیات 44-41 میں ملتی ہیں فرمایا:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ
ذِكْرًا كَثِيرًا ۝ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً
وَأَصِيلًا ۝ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي
عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ يُخْرِجُكُمْ مِنَ
الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۖ وَكَانَ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ۝ تَجِئْتُهُمْ يَوْمَ
يُلْقَوْنَ سَلَمًا ۖ سَلَامٌ ۖ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا
كَرِيمًا ۝ (سورہ الاحزاب، آیات 44-41)

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کو بہت کثرت سے یاد کرو، اور اس کی صبح و شام تسبیح کرو اور وہ وہی ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (تمہارے لئے دعا کرتے ہیں) تاکہ تمہیں اندھیروں سے اجالے کی طرف نکال کر لے جائیں اور اللہ مومنین پر خصوصی طور پر مہربان ہے۔ ان کے لئے ملاقات کے دن خوش آمدید اور سلام ہے اور ان کے لئے عزت والا بدلہ تیار ہے

اللہ کے ولی کے لئے ذکر کشیر خصوصی طور پر ضروری ہے۔ بلکہ المصداق ”بتھ کار وچ“ دل یا روج“ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے دھیان میں رہتے ہیں۔ اس ذکر کا مومن پر یہ اثر ہونا چاہیے

کہ اس پر اللہ کا رنگ چڑھتا جائے۔ جس کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ اس کی ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کے اسمائے حسنہ کی صفات کا مظہر بن جاتی ہے اور اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے نور سے بھر جاتا ہے۔ یعنی وہ اللہ والا ہی نہیں بلکہ اپنی انسانی سطح پر اللہ جیسا بن جاتا ہے۔

لیکن اس مقام تک پہنچنے کے لئے ایک اہم شرط ہے۔ وہ یہ کہ ذاکر اپنے قلب کی تمام شیطانی نجاستوں سے صفائی کرے اور اسے اپنے رب کے لئے خالی کر دے۔ کلمہ طیبہ لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ۔ میں لا اِلهَ ”کوئی خدا نہیں“، اسی مقام لا کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر محبت کے مقابلہ میں محبوب اعلیٰ اللہ ہی ہو۔ لا کی یہ کیفیت اللہ کے انوار کے اثرات قبول کرنے کے لئے لازمی شرط ہے۔ یعنی ذکر اسی صورت میں پراثر ہوگا کہ دل کو دنیا کی چیزوں کی محبت سے خالی کیا جائے اور صرف اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا یوں احساس ہو کہ اس کے عظیم نام پر دل پر رعب و خوف چھا جائے۔ ذکر کیسا ہوتا ہے کو سمجھنے کے لئے ذرا سورہ انفال کی آیت نمبر 2 پر غور فرمائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ”یعنی ایمان والوں کا حال یہ ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل خوفزدہ ہو جاتے ہیں“ (2) 81۔ اب اس کے مقابلہ میں اپنے لئے روح پر چوٹوں والے ذکروں کو دیکھ لیں۔ نہ محبت نہ خوف، بس چوٹیں ہی چوٹیں، لطیفوں پر لطیفے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہمیں ان دھوکوں سے بچائے۔ بہر حال یاد رکھیں جو ذکر محبت اور تقویٰ سے خالی ہے وہ محض ایک مشینی عمل ہے۔

چنانچہ اللہ کا ولی اپنے رب کی ذات میں یوں ڈوب جاتا ہے کہ ذکر کرنا اس کی فطرت بن جاتا ہے۔ مثلاً ہر سختی اور حاجت کے سامنے وہ خود بخود کہے گا ”لا اِلهَ اِلَّا اللّٰہ“ ہر ممکنات پر ”انشاء اللّٰہ“، نعمت پر ”الحمد اللّٰہ“، ہر حیرت انگیز کے سامنے ”سبحان اللّٰہ“، ہر مشکل میں ”حسبی اللّٰہ“ اور ہر قوت کے سامنے ”لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم“، ہر مصیبت کے ازالہ کے لئے ”اِنَّا اللّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہ راجعون“ کہے گا۔ بقیہ اوقات میں بھی اس کی زبان اللہ کے نام، کلمہ طیبہ اور درود شریف سے تر رہتی ہے۔

6.3 ذاکر کا انعام

اپنے حضور اپنے بندے کی یوں ہمہ وقت حاضری کے بدلے مالک کون و مکان اسے اپنی معیت اور معرفت کا نور عطا کرتا ہے۔ قابل رشک مقام وہ ہے کہ جب بندہ اپنے رب کا ذکر کرے تو مالک کے ہاں اس بندے کا ذکر ہو۔ جب ایسا ہوگا تو اس وقت اپنے رب کی اتباع میں ساری کائنات اس کے ذکر میں رطب اللسان ہو جاتی ہے۔ جب وہ کہیں سے گذرتا ہے تو درود یوار نباتات و جمادات و حیوانات سب ادب سے اس کی طرف اشارے کرتے ہیں کہ اللہ کا ولی جارہا ہے۔ سورہ احزاب 41-44 میں تو یہاں تک فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے ذاکر بندوں پر خصوصی رحمتیں نچھاور کرتا ہے اور جدھر جدھر سے اس کا گزر ہوتا ہے اللہ کے فرشتے اس پر درود و سلام کہتے ہیں۔ اللہ کا نور اس کے آگے آگے رہنمائی کرتا ہے اور ظلمتیں اس سے چھٹ جاتی ہیں۔

6.4 ذکر کی روح

تصوف کے مختلف سلسلوں میں ذکر کے بے شمار طریقے رائج ہیں لیکن بات ایک ہی ہے کہ کسی طرح ہر وقت اللہ تعالیٰ یاد رہے۔ ”جو دم غافل سو دم کافر“ اذکار میں اول نام رب العزت کا اسم ذات یعنی اللہ ہے۔ اس پاک نام میں بے حساب برکت پنہاں ہے جس کے متعلق سورہ الرحمن میں ارشاد ہے ”بہت بابرکت ہے تیرے رب کا نام جو ذی الجلال والاکرام ہے۔“ (73) 55 رب کا نام اللہ ہے اور یہی اسم اعظم ہے۔ جب بندہ خلوص اور محبت کے ساتھ بار بار اللہ اللہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو اس سے انسان ایک دھڑکی کیفیت میں پہنچ جاتا ہے۔ یاد رکھیں اگر دل ذکر سے خالی ہو یعنی صرف زبان ذکر کر رہی ہو اور دل اس کا ساتھ نہ دے تو انسان اسم ذات کے انوار سے محروم رہے گا۔ یعنی حاضری کے بغیر والا ذکر خود فریبی ہے۔

پُر اثر ذکر کی پہچان یہ ہے کہ ذکر متقی بن جاتا ہے۔ یعنی اللہ کے ذکر کا مطلب دل کا تقویٰ ہے اور تقویٰ کے ذکر کا مطلب یہ ہے کہ مومن اپنے رب کو ہر چیز سے زیادہ پیار کرتا ہے اور اپنے پیار کی حفاظت کے لئے کہہیں محبوب ناراض نہ ہو جائے انتہائی محتاط ہوتا ہے اور اس احتیاط کے نتیجہ میں وہ گناہ، غلطی اور غفلت سے ڈرا ڈرا رہتا ہے۔

محبوبین کے لئے ایک بڑا اہم ذکر قرآن کریم کی سمجھ سمجھ کر تلاوت کرنا بھی ہے۔ یہ اس احساس کے ساتھ ہو کہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جو رحمت للعالمین کے پیارے ہونٹوں سے سب سے پہلے دنیا نے سنا۔ تلاوت کے ساتھ ساتھ اس کے مضامین پر غور فرمائے کہ اس کا رب اس سے کیا چاہتا ہے؟ اسے کیا کہتا ہے؟ اور جو سمجھ آئے اس پر فوری عمل پیرا ہو جائے۔ ”نیکی میں جلدی کرو“ ”نیکی کے لئے انتظار نہ کرو اور جب بات اللہ کے حکم کی ہو تو پھر کیا سوچنا“ کہ قرآن کریم کو کتاب نہیں بلکہ اپنے رب کی بات سمجھ کر ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے گا تو پھر احساس ہو گا کہ یہ کتنا عالیشان بے مثال کلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ذکر العالمین رکھا ہے۔ اس لئے کہ عالم الدنیا ہو یا عالم برزخ، یوم حساب ہو کہ جنت ہو یا جہنم ہر عالم میں یہی ذکر کام آئے گا لہذا اس کی تعلیم اولیاء اللہ کا بڑا شعار ہے۔ اس لئے جس دربار میں قرآن نہیں وہاں ولایت نہیں۔

افسوس کہ آج کل کے پیروں فقیروں کے ڈیروں پر اگر کسی چیز سے سب سے زیادہ بے توجہی برتی جا رہی ہے تو یہ اللہ کی کتاب ہے۔ مختلف رنگوں میں قوالیوں اور تقریروں، کرامتوں کے بیانات اور روح سے خالی اذکار کا شور تو بہت ہے لیکن کلام الہی صرف الماریوں کی خوبصورتی ہے۔ اگر کبھی پڑھا بھی جاتا ہے تو برائے ثواب پڑھا جاتا ہے برائے ہدایت نہیں۔

6.5 ذکر کونسا کیا جائے؟ اور کیسے کیا جائے؟

جیسے ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ پچھلے بارہ سو سال سے صوفیہ کرام کے بے شمار حلقے اور سلسلے دراصل اسی سوال کے نتیجہ میں مستقل علیحدہ علیحدہ حیثیت اختیار کر گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہے

اور کیسے کیا جائے؟ حالانکہ جیسے ہم پہلے بھی کئی بار کہہ چکے ہیں کہ بات ایک ہی ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی محبت کو بسایا جائے اور آدمی سب سے کٹ کر اسی کا ہو جائے۔ سورہ المزمل میں حکم ہے۔

وَ اذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبْتَئِلْ اِلَيْهِ
تَبْتِيلاً ۝ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ
لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ۝
(سورہ المزمل، آیات 9-8)

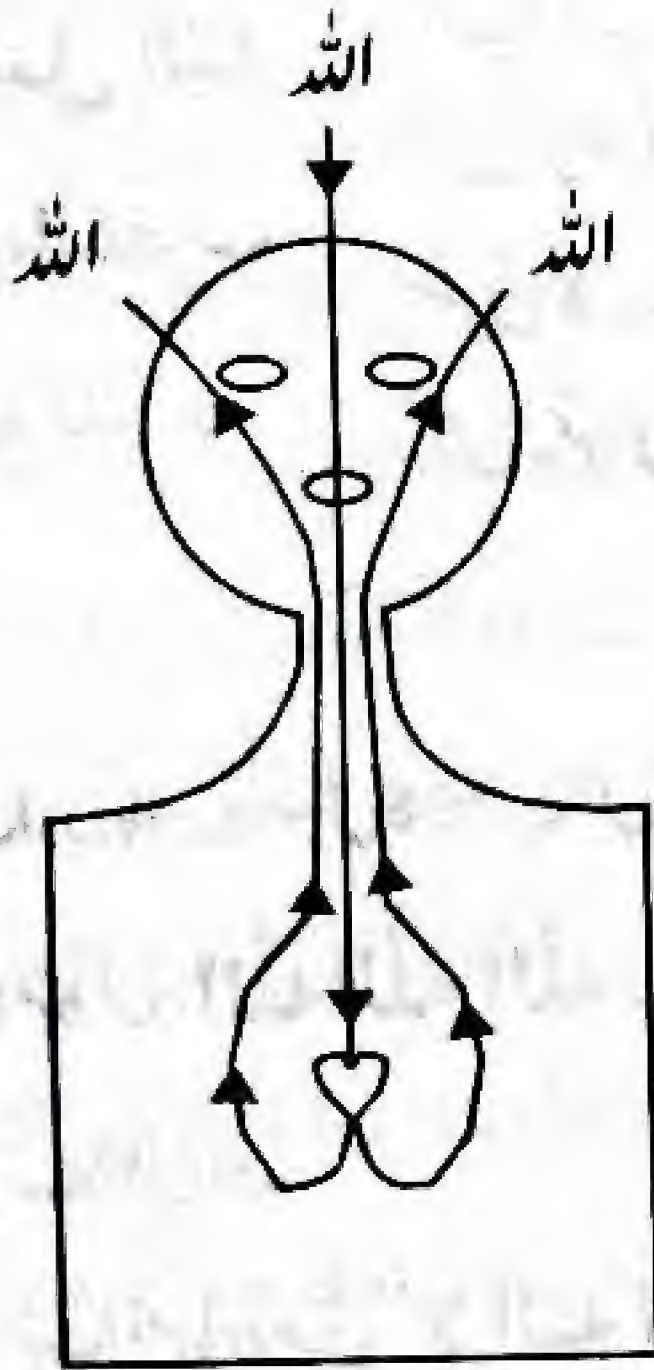
”اپنے رب کے نام کا ذکر کرو اور سب سے کٹ کر صرف اسی کے ہو جاؤ، وہ مغرب و مشرق کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تم اسی کو اپنا کارساز بناؤ“

ذکر کی پوری حقیقت اور ہمارے سوال کا جواب اس آیت مبارکہ میں واضح کر دیا ہے۔ یعنی ذکر کرو تو اپنے رب کے نام کا کرو، **اللہ اللہ اللہ**۔ اور جب کرو تو سب سے علیحدہ ہو کر دنیا و جہان کے بکھیروں کو ذہن سے نکال دو۔

اسی آیہ مبارکہ میں بہت اہم یاد دہانی ”لا الہ الا هو“ کی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہی میرا ذکر ہے اور مجھ سے پہلے تمام نبیوں کا بھی یہی ذکر تھا۔ آیہ مبارکہ میں ”فاتخذہ وکیلاً“ کا مطلب یہ ہے کہ ”لا الہ الا هو“ کے ذکر کے نتیجہ میں انسان کو دنیا کے جھوٹے خداؤں کی غلامی سے نکل کر صرف اللہ رب العالمین ہی کا ہو جانا چاہیے اسی کو اپنا کارساز سمجھے۔ دنیا کے اسباب کا استعمال کر سکتا ہے لیکن توکل اپنے رب پر ہی کرے۔

اسم ذات کے ذکر کے لئے ایک مقبول اور قابل اثر طریقہ پاس انفاس کہلاتا ہے۔ جب آدمی سانس اندر کھینچے تو اپنے خیال میں **اللہ** کے اسم کو دماغ سے دل تک لے جائے اور جب سانس باہر نکالے تو اسم **اللہ** کو دل سے دماغ تک لے جائے اور آنکھوں سے باہر نکال دے۔ اگر یہ ذکر علیحدہ بیٹھ کر کیا جائے تو اس طریقہ میں جب آپ سانس اندر لیں گے تو گردن جھکنی چاہیے اور جب باہر نکالا جائے تو گردن تھوڑا سا اوپر اٹھ جائے اور آنکھیں کھل جائیں۔

شروع شروع میں یہ مشق کچھ مشکل معلوم ہو سکتی ہے لیکن بعد میں یہ ایک خود بخود عمل بن جاتا ہے اور آدمی کام کاج میں مصروف رہتے ہوئے بھی ایک دن میں چالیس ہزار سے زائد مرتبہ ذکر کر سکتا ہے۔



شکل نمبر 15: ذکر پاس انفاس کی کیفیت

”لا الہ الا ھو“ کا ذکر بھی مومن کی طبیعت میں خود کار ہو جاتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہر نماز کے بعد تھوڑا عرصہ ذکر کیا جائے اور پھر رات کو سوتے وقت اپنا اختیار کردہ ذکر کرتے ہوئے سو جائیں۔ اگر قرسی کوئی ذکر کا حلقہ ہو اور آپ کا دل اپیل کرے تو وہاں سے سیکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

یہاں یہ بات بھی بتانا ضروری ہے کہ ذکر کا اپنا حق بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مومن اپنی زندگی کو ذکر العالمین یعنی قرآن کریم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا رہے۔ اسی ضمن میں اسم ذات کا حق یہ ہے کہ مومن اپنے رب کا نام بلند کرنے کیلئے جہاد کرتا رہے اور لا الہ الا اللہ کا یہ حق ہے کہ دنیا کے اسباب، اشیاء اور ناخداؤں کے خوف سے آزاد ہو کر صرف اپنے رب پر توکل

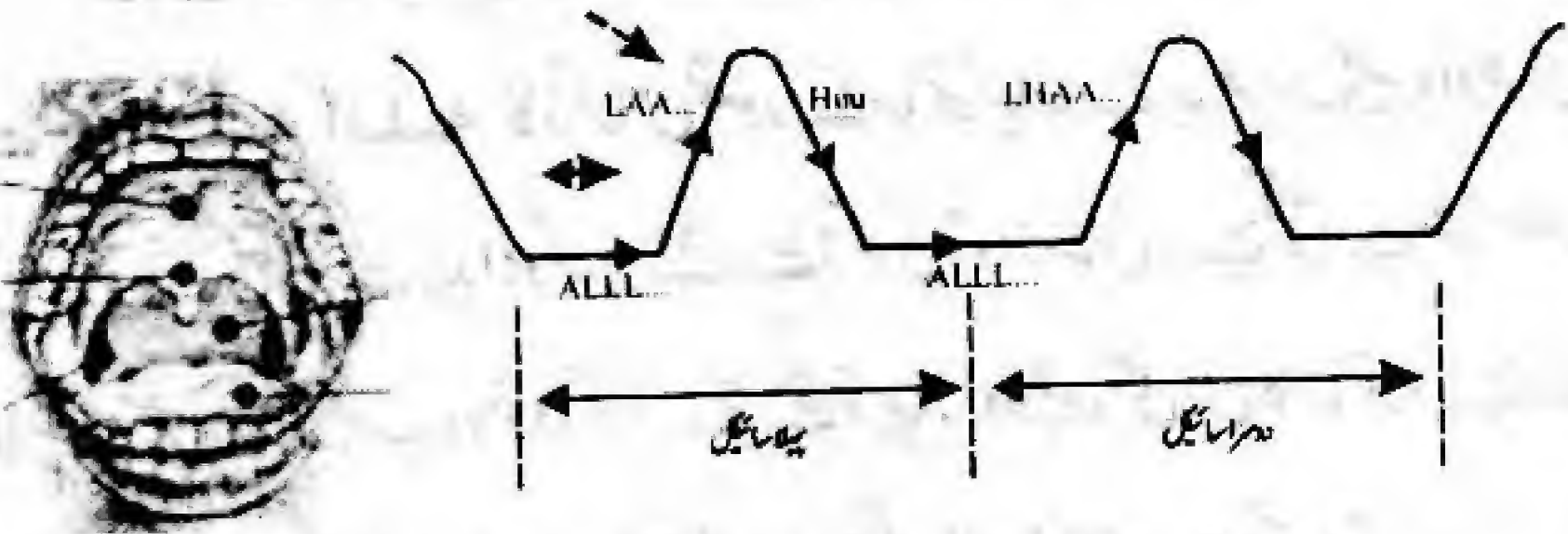
کرے۔ چنانچہ اللہ کا ولی دنیا کے خوف و غم سے آزاد ہو کر اپنے رب کے کاموں میں لگا رہتا ہے۔
 قدرت اللہ شہاب اپنی خودنوشت کے باب ”چھوٹا منہ بڑی بات“ میں لکھتے ہیں کہ اگر
 اسم ذات یعنی **اللہ اللہ** کا ذکر اس تصور کے ساتھ کیا جائے جدھر منہ پھیر و ادھر ہی وہ ہے تو
 استغراق اور محویت کی کیفیت پیدا ہو کر ہر شے سے ذکر کی آواز سنائی دینے لگتی ہے مثلاً حضرت داؤد
 علیہ السلام کا یہ معجزہ تھا کہ جب وہ خود ذکر کرتے تھے تو پہاڑ اور طیور بھی ان کا ساتھ دیتے تھے۔
 وہ لکھتے ہیں کہ ”اسم ذات اللہ ہو کا دوسرا ذکر پاس انفاس ہے جس میں سانس باہر کرتے
 وقت اللہ کو سانس میں لے اور سانس کو اندر لیتے ہو کو اندر لائے اور تصور کرے کہ ظاہر و باطن میں ہر
 جگہ اللہ ہی کا ظہور ہے۔ اس ذکر کو اس قدر غیر معمولی کثرت سے کریں کہ سانس ہمہ وقت ذکر کی
 عادی ہو جائے۔ اس طرح پاس انفاس سے بہرہ ور ہو کر قلب غیر اللہ سے صاف اور دیگر کدورتوں
 سے پاک ہو کر انوار الہیہ کا محور بن جاتا ہے۔“

6.6 ذکر اور جدید سائنس

میڈیکل سائنس کے ماہرین نے معلوم کیا ہے کہ انسان کے تالو کے اگلے حصے میں
 سامنے والے دانتوں سے ذرا پیچھے کچھ ایسے خلیات ہیں جنہیں (Mechano Receptors)
 کا نام دیا گیا ہے۔ جب زبان ان سے آ کر ٹکراتی ہے تو ان سے ایسے ہارمونز خارج ہوتے ہیں جو
 صحت بخش اور دل کی تقویت کے لئے ضروری ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جب آپ ”اللہ“ کہتے
 ہیں تو زبان اسی مقام پر آ کر ٹکراتی ہے اور رک جاتی ہے اور منہ کھل جاتا ہے۔ چنانچہ ان صوتی
 اثرات کے مطابق ذکر کی تصویر کو شکل نمبر 16 میں دکھایا گیا ہے۔

اسی طرح لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کے ذکر پر سات
 مرتبہ ہارمونز نکلتے ہیں۔ لا الہ الا اللہ پر چار مرتبہ۔ ان سب اذکار سے قلب کو سکون ملتا ہے
 اور روح کو بالیدگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ **اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ**۔

(سورہ الرعد آیت 28) سن لو اللہ کے ذکر سے تمہارے دل اطمینان پاتے ہیں۔



شکل نمبر 16: ذکر اللہ کے صوتی اثرات

6.7 مراقبہ اور حصول مراتب

ذکر کے بعد مراقبہ کی باری آتی ہے مراقبہ کا لفظ رَقَب سے ہے جس کا مطلب مشاہدہ کرنا۔ توجہ سے کسی چیز کو نظر میں رکھنا، حفاظت کرنا، خوف سے دیکھنا وغیرہ ہیں۔ تو مراقبہ توجہ اور مشاہدہ کے عمل کا نام ہے۔ ذکر اور مراقبہ میں فرق یہ ہے کہ ذکر کسی کلمہ کی تکرار ہے جب کہ مراقبہ اس کے معانی پر غور و فکر کرنا ہے۔ اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی قربت اور صفات عالیہ کا حصول ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس آیت یا کلمہ کا مراقبہ منظور ہو اس کو یکسوئی کے ساتھ آہستہ آہستہ دل میں یا زبان سے دہرائے اور ذہن کو دوسرے تمام خیالات سے خالی کر کے اس کے معنی پر اس قدر منہمک ہو جائے کہ دنیا و مافیہا سے بھی حتیٰ الوسع بے خبر ہو جائے۔ یہاں تک کہ اپنا خیال بھی دل سے نکل جائے۔ حکم ربی ہے **وَإِذْ كُنَّا نَمُرُّ بِآسْمَاءِ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا** (سورہ المزمل، آیت 8) یعنی اپنے رب کے اسم کا ذکر کرو اور سب سے کٹ کر صرف اسی کے ہو جاؤ۔

یکسوئی کے لئے بعض بزرگ مراقبہ کے وقت کھڑکیوں پر پردے چڑھا دیتے ہیں، دروازے بند کر دیتے ہیں تاکہ کمرہ میں کچھ اندھیرا ہو جائے، اگر رات کا وقت ہو تو لائٹ کو بند کر دیتے ہیں۔ یعنی ماحول ہر قسم کے شور سے ممکنہ حد تک پاک ہو جائے، نہ کانوں کا شور، نہ آنکھوں کا شور تاکہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ اس ماحول میں پھر کلمہ مراقبہ پڑھا جائے جس میں سے کچھ آگے

دیئے جا رہے ہیں کی مسلسل تلاوت اور غور و فکر کیا جاتا ہے جیسے حکم ربی ہے۔ **وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً** (سورہ المزمل، آیت 8)

مراقبہ کے لئے آپ قرآن پاک سے اپنے حالات اور کیفیات کے مطابق آیات کا چناؤ کر سکتے ہیں، انشاء اللہ معانی کے اعتبار سے برکات کا نزول ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کے مراقبہ سے ان کے خواص آپ میں سرایت ہوتے جائیں گے۔ مندرجہ ذیل میں نمونہ کے طور پر کچھ آیات دی جا رہی ہیں جن کے مراقبہ سے اولیاء اکرام مستفید ہوتے آئے ہیں۔

(1) **مراقبہ معیت و رفاقت۔۔۔۔۔ "لا اله الا الله محمد رسول الله"**۔۔۔۔۔ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

یہ افضل الذکر ہے اور اس میں دل کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

(2) **مراقبہ توبہ۔۔۔۔۔ "لا اله الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین"**۔۔۔۔۔ نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا، تو سبحان ہے میں ہی ظالموں میں سے ہوں۔ اس مراقبہ سے گناہ دھلتے ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

(3) **مراقبہ نور۔۔۔۔۔ "الله نور السموات والارض"** اللہ زمین و آسمان کا نور ہے۔

اس مراقبہ سے روحانی لطافت اور عالم الغیب کے اسرار سے

آگاہی پیدا ہوتی ہے۔

(4) **مراقبہ معیت۔۔۔۔۔ "وهو معكم اينما كنتم"**۔۔۔۔۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

اس مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کی قربت کا احساس اور اس کی معیت

حاصل ہوتی ہے۔

(5) مراقبہ قربت۔۔۔۔۔ ”ونحن اقرب الیہ من حبل الوريد“۔۔۔
اور ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی قریب ہیں۔

اس مراقبہ سے بھی اللہ تعالیٰ کی قربت اور حفاظت ملتی ہے۔

(6) مراقبہ قدرت۔۔۔۔۔ ”وهو علی کل شیء قدیر“۔۔۔۔۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس مراقبہ سے انسان کو قوت، طاقت اور رتبہ ملتا ہے۔

(7) مراقبہ غنا۔۔۔۔۔ ”وربك الغنی ذوالرحمة“۔۔۔۔۔ اور آپ کا رب بخشنے والا ہے۔

اس مراقبہ سے اسباب میں ترقی ہوتی ہے اور دل غنی ہو جاتا ہے۔

(8) مراقبہ رقابت۔۔۔۔۔ ”وكفی باللہ ولیا وكفی باللہ نصیرا“۔۔۔
اور اللہ تعالیٰ کافی رفیق ہے اور اللہ کافی مددگار ہے۔

اس مراقبہ سے آدمی اپنے رب کے قریب ہوتا جاتا ہے اور اس کی نصرت ملتی ہے۔

(9) مراقبہ توکل۔۔۔۔۔ ”توكلت علی اللہ وهو علی کل شیء قدیر“
میں اللہ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اس مراقبہ سے روحانی اور جسمانی دشمنوں سے نجات ملتی ہے۔
(10) مراقبہ قوت۔۔۔۔۔ ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“۔۔۔۔۔ نہیں ہے کوئی رعب اور نہ کوئی طاقت ماسوائے اللہ تعالیٰ کے۔

اس مراقبہ سے اللہ تعالیٰ خوف، غم سے آزادی اور شر کی قوتوں سے حفاظت فرماتا ہے۔

(11) ان کے علاوہ آیت الکرسی جو اپنی شان کے لحاظ سے قرآن کریم کی سب سے بڑی آیت ہے، کا مراقبہ روحانی درجات، علم لدنی کے حصول اور کفار پر عظمت و طاقت، رعب و دبدبہ اور شرکی تمام قوتوں سے حفاظت کے لئے بہت مفید ہے۔

(12) سورہ فاتحہ کا مراقبہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس پر توکل، صراطِ مستقیم کی ہدایت اور دین کے دشمنوں سے حفاظت، بیماریوں سے نجات کے لئے اکسیر ہے۔

اللہ کے ذکر اور مراقبہ کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ معنی کے مطابق انسان کی حاجت روائی ہو جاتی ہے۔ مثلاً مراقبہ رفاقت و حمایت سے حاجت مندی کے مسئلہ میں مدد حاصل ہو جائے گی۔ غرض اللہ تبارک و تعالیٰ کے جس نام کا بھی مراقبہ اور ذکر کیا جائے اس نام کی نسبت سے انسان میں وہی صفات پیدا ہوتی جائیں گی اور اسے اللہ کی طرف سے ویسی ہی مدد حاصل ہو جائے گی۔

مثلاً ”یا علیم یا علیم“ کا ذکر علم میں ترقی کا باعث ہوگا، ”یا الرزاق یا الرزاق“ کے ذکر سے رزق میں برکت حاصل ہوگی، ”یا حفیظ یا حفیظ“ سے حفاظت ملتی ہے۔ ”واذا مرضت فهو ایشفین“ کا ذکر صحت کا باعث ہوگا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ العزیز) اسلئے اپنے حالات اور میلان طبع کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دوست اس کے صفاتی ناموں کا اکثر ذکر کرتے رہتے ہیں۔ جس کی انتہا یہ ہے کہ مومن خود ان صفات کا مظہر بن جاتا ہے۔

6.8 اللہ کا بندہ

جیسے پہلے بھی ہم ذکر کر چکے ہیں دراصل اللہ کا ولی اللہ والا ہی نہیں ہوتا بلکہ انسانی بساط کے پیانوں پر وہ اللہ جیسا بننے کی کوشش کرتا ہے۔ یعنی خلافتِ الہیہ اسماء الحسنی کے مصداق بننے سے ملتی ہے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ”تَخْلُقُوا بِاخْلَاقِ اللَّهِ“ ”اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے مطابق اپنے اخلاق بناؤ“ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مومن اپنے رب کے رنگ میں رنگا جائے گا اور وہ اس فطرت پر آجائے گا جو اس کے رب کی فطرت

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے 99 صفاتی نام ہیں ان میں سے ہر ایک نام اس خاص صفت کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔ اللہ کے ولی بشری بساط کے مطابق ان صفات کریمہ کے مظہر ہوتے ہیں۔ مثلاً

- ☆ ”اللہ رحمن رحیم ہے، اللہ کا ولی بھی صفت رحیم میں بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔
- ☆ اللہ اللودود ہے، اس لئے اس کا بندہ بھی سب سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔
- ☆ اللہ تعالیٰ رب ہے، اس کا بندہ بھی صفت ربوبیت سے ممتاز ہوگا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ علیم، خبیر، حکیم ہے، اس کا بندہ بھی صاحب علم و حکمت اور خبردار ہوگا۔
- ☆ اللہ خالق صانع، مبدی ہے، اس کا ولی بھی ایک فعال تخلیقار نئے نئے خیالات کا موجد اور منصوبہ جات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والا ہوگا۔
- ☆ اللہ دینے والا ہے نگہداشت کرتا ہے، اس کا ولی بھی بائنے والا، لوگوں کا خیال رکھنے والا ہوگا۔
- ☆ اللہ تعالیٰ کو صفاتی پسند ہے، اللہ کا ولی بھی صفاتی کی صفت کا مظہر ہوگا۔
- ☆ اللہ جمیل ہے، اللہ کے ولی کی شخصیت میں بھی جمال ہوگا۔
- ☆ اللہ الجلال ولا کرام ہے، ولی کی شخصیت بھی کرم کے ساتھ ساتھ رعب و جلال والی صفت ہونی چاہئے۔

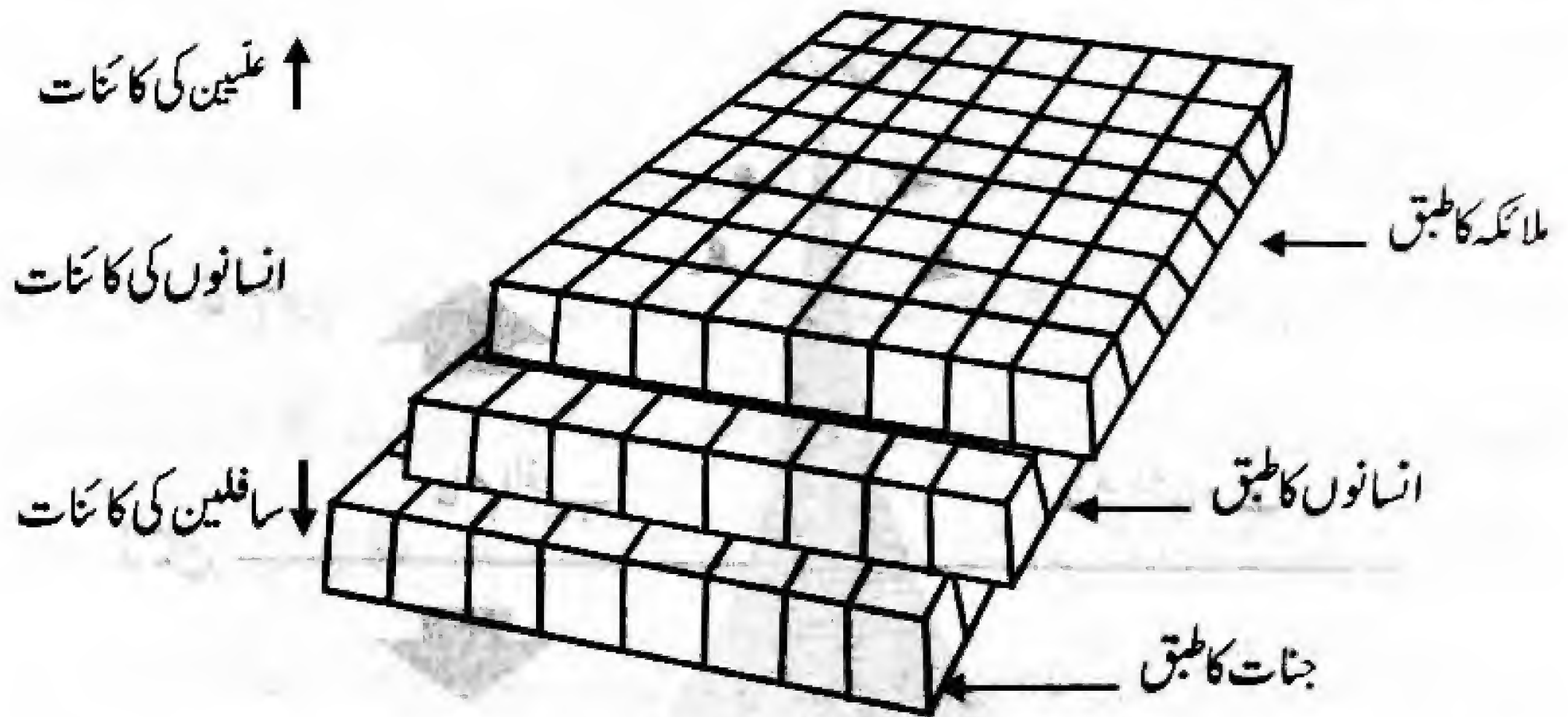
غرض ولی صحیح معنوں میں اپنے رب کے رنگ میں رنگا ہوا اس کا خلیفہ نظر آنا چاہیے۔ اخلاق باری تعالیٰ میں جس قدر کوئی زیادہ بلند ہوگا اسی قدر ہی وہ اللہ تعالیٰ کا مقرب بندہ ہوگا۔



نفس کی لطافت اور ولی کے مقامات

7.1 زمان و مکان کے طبقات (Parallel Universes)

اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنی کائنات کی بناوٹ کو سمجھیں۔ اس کی تخلیق کا بنیادی جوڑا زمان و مکان (Time - Space) ہے۔ مکان یعنی (Space) مسلسل نہیں بلکہ باہم متوازی طبق در طبق پٹیاں ہیں۔ یہ پٹیاں ساکن ہیں۔ ان کے قائمہ زاویہ پر وقت کے لمحات ہیں؟ جو ان پٹیوں پر چھلانگیں لگاتے کیے بعد دیگرے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہر انسان وقت کے مسلسل حرکتی لمحہ پر سوار ہے اور اپنی زندگی میں ایک پٹی سے دوسری پٹی پر چھلانگوں کی صورت میں آگے بڑھتا جاتا ہے۔ زمان و مکان کے انسانی طبقہ کے نیچے جتنی طبقہ ہے۔ ان سے اوپر ملائکہ کے طبقات ہیں۔



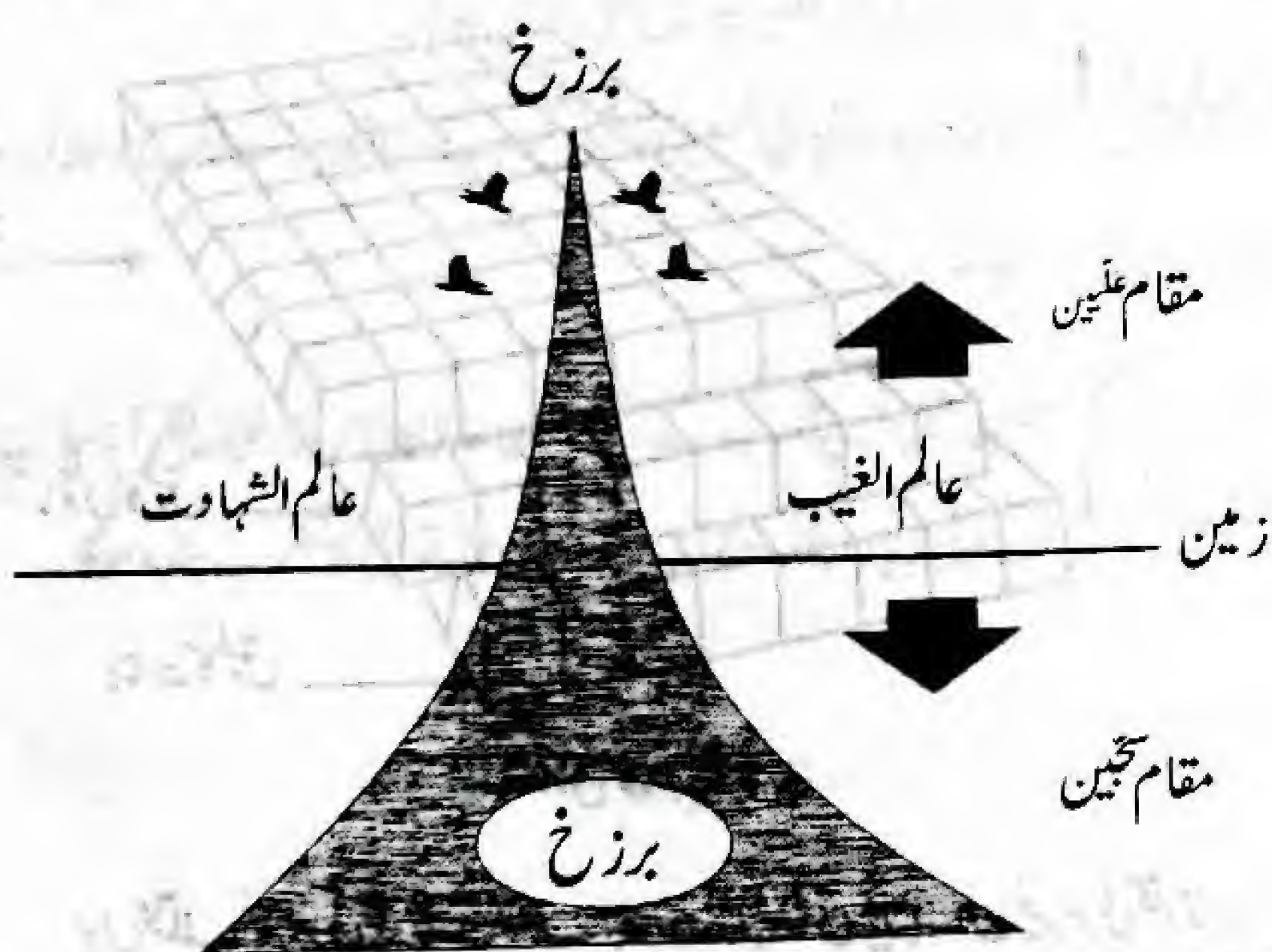
شکل نمبر 17

یوں مختلف غیر مرئی مخلوقات مختلف طبقات میں رہتی ہیں۔ ان غیر مرئی مخلوقات جن میں شیاطین اور جنات، ارواح اور فرشتے بھی شامل ہیں وہ ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کے درمیانی سوراخوں سے آ جاسکتے ہیں۔ انسان اپنی جسمانی کثافت کی وجہ سے یہ قابلیت نہیں رکھتا تاوقتیکہ

اس کا نفس بہت مضبوط ہو اور اپنے جسم سے علیحدہ ہو سکے جو سب کے لئے ممکن نہیں ہے۔ شکل نمبر 17 میں طبق در طبق زمان و مکان جالی دار کیفیات (Nets) کو دکھایا گیا ہے۔

7.2 روح کی لطافت۔ نفس کی کثافت

جیسے ہم پہلے بھی کہہ چکے ہیں روح اللہ تعالیٰ کے نور سے ہے اس لئے اس کی لطافت لامحدود ہے لیکن گناہوں کے زیر اثر اس سے شخصیت بنتی ہے جسے نفس کہا گیا ہے وہ اسی نسبت سے کثیف ہوتا ہے۔ اولیاءِ توبہ اور تقویٰ سے اپنی روح کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اس لئے اس کے نفوس لطیف ہوتے ہیں چنانچہ علیین کی طرف بڑھتے ہوئے ولی کا ایک انعام یہ ہے کہ اس پر عالم الغیب کے راز کھلنے لگتے ہیں۔ وہ ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ میں آ جاسکتا ہے ان مقامات پر اللہ کے ولی علم لدنی کے ذریعہ دیکھتا ہے کہ عالم الغیب اور عالم الشہادت ایک دوسرے کے متوازی اور ساتھ ساتھ چل رہے ہیں جیسے شکل نمبر 18 میں دکھایا گیا ہے، درمیان میں اگر کوئی پردہ ہے تو وہ انسان کی اپنی ہی ثقافتوں کا ہے۔



شکل نمبر 18: برزخ کے پردہ کی موٹائی یکساں نہیں بلکہ علیین کی طرف یہ لطیف ہے اور سجین کی طرف کثیف سے کثیف تر ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ علیین میں اعلیٰ مدارج والے لطیف نفوس برزخ

کے آر پار آسائی سے گذر کر کائنات کی ہر سمت میں جاسکتے ہیں۔ جب کہ گناہوں کی کثافت والے
 بھاری نفس سچیں والے پردے میں گرنے جاتے ہیں۔

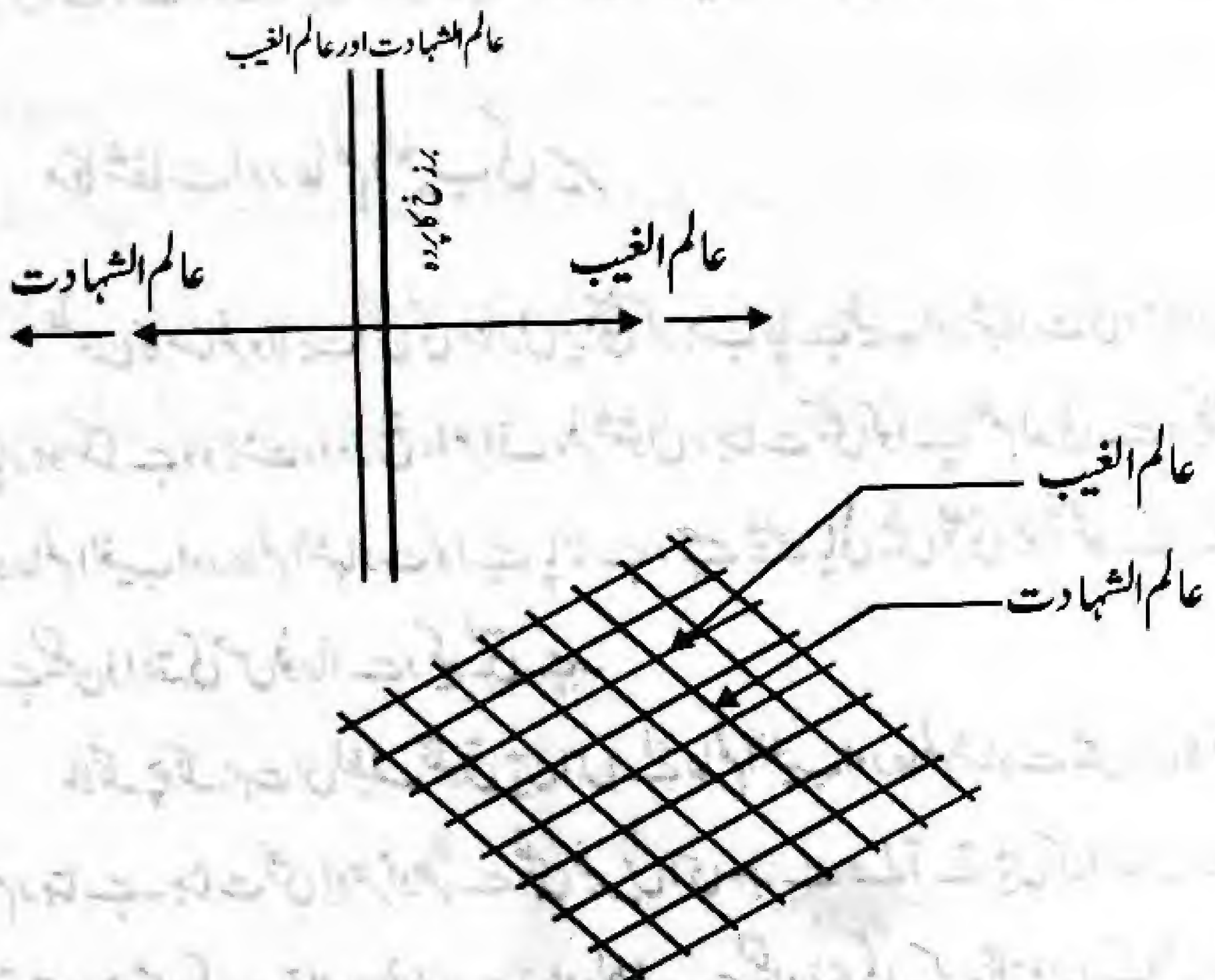
چنانچہ علیین کی طرف چڑھنے والے اپنی لطافت کے مطابق عالم الغیب میں دور تک
 سیر کرنے کی صلاحیت حاصل کر لیتے ہیں اور یوں مستقبل بنی ان کے لئے غیب کا علم نہیں رہتا بلکہ
 ان کے دل کی آنکھوں کو نظر آنے والے واقعات کا بیان ہوتا ہے۔ اس مقام پر علم غیب کا حاصل ہو
 جانا حاضر غیب کا جھگڑا نہیں بلکہ بیٹا اور ناپینا کا معاملہ ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
 غیبی علم پر جو لوگ حرف اٹھاتے ہیں انہیں شاید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لطافت کا احساس نہیں۔

7.3 مکاشفات اور عالم الغیب کی سیر

علیین کا مسافر ولایت اعلیٰ کی منازل پر پہنچ کر جب چاہے غیب اور شہادت کی دنیاؤں
 کے آر پار ہو سکتا ہے وہ جنت، دوزخ، اعراف، فرشتوں، جنات بھی کو اپنے علم لدنی سے دیکھتا
 ہے۔ وہ عالم الغیب اور عالم الشہادت کو ایسے پاتا ہے، جیسے میٹھے پانی میں چینی جو آنکھ کے لئے
 غائب ہے لیکن ذائقہ کی حس فوراً اسے دیکھ لیتی ہے۔

ملائکہ چونکہ بہت ہی لطیف مخلوق ہیں اس لئے عالم الغیب اور عالم شہادت میں ان کا آنا
 جانا عام رہتا ہے۔ جنات بھی ادھر ادھر سے غیبی خبریں اسی وجہ سے لے آتے ہیں کہ انسان سے
 لطیف تر ہیں۔ مومن کی روح ان دونوں سے زیادہ لطیف ہے لیکن زندگی کے ہنگاموں کے اثرات
 کے تحت اس سے جو نفس بنتا ہے وہ کثیف ہوتا ہے اس لئے اس کی زمان و مکان میں پرواز رک جاتی
 ہے۔ اولیاء اللہ کے نفوس میں گناہوں سے پاک ہونے کی وجہ سے فطرتی صلاحیت قائم رہتی ہے۔
 چنانچہ علیین کی طرف بڑھتی ہوئی منازل میں ایسے مقامات بھی ہیں جہاں سے اللہ کا ولی حیرت انگیز
 کارنامے کر سکتا ہے۔ ان کی ایک مثال حضرت سلیمان علیہ السلام کے درباریوں میں سے اللہ کے
 اس بندہ کی ہے جو ملکہ سباء کا تخت آنکھ جھپکنے سے بھی کم عرصہ میں سینکڑوں میلوں سے اٹھالایا (سورہ

نمل۔ آیت 40)۔ دوسری مثال اللہ تعالیٰ کے اس بندے کی ہے جنہیں حضرت خضر علیہ السلام کہا جاتا ہے، جن کی ملاقات کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام گئے تھے لیکن باوجود وعدہ کے خاموش نہ رہ سکے اس لئے جلد ہی ساتھ چھوڑنا پڑا (سورہ کہف آیات 82-62)۔ مطلب یہ کہ اللہ کے ولی کے کارنامے عقل کی حدود سے باہر ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کا نفس اس قدر لطیف ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب اور شہادت کے درمیان برزخی پردوں کے آر پار جاسکتا ہے، جیسے روشنی شیشے کے آر پار آسانی سے گزر جاتی ہے۔ اس لئے مکاشفات، الہامات، روحوں سے ملاقات، ماضی اور مستقبل کی سیران کے لئے ایک عام سی بات ہوتی ہے۔



شکل نمبر 19: عالم الغیب اور عالم الشہادت دو درجہ نہیں بلکہ ایک دوسرے میں یوں گڈ مڈ ہیں جیسے پانی میں نمک۔ ان کے درمیان برزخ کا پردہ ہے۔ صاحب بصیرت اس پردہ کے آر پار جاسکتے ہیں اس لئے وہ عالم الغیب کے مناظر کو دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اوپر کی شکل میں پہلی تین سمتیں (Dimensions) عالم الشہادت کے لئے مخصوص ہیں جب کہ باقی تمام سمتوں (Dimensions)

میں عالم الغیب پھیلا ہوا ہے۔

نفس کی لطافت کو سمجھنے کے لئے بہترین مثال انسانیت کے حقیقی رہبر و راہنما حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے جن کا مبارک نفس نور کی طرح لطیف تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیین کی ان منازل پر فائز تھے جنہیں معراج کہتے ہیں اور یوں بیک وقت سب عالموں میں رہتے تھے۔ غیب اور شہادت کی باتیں وہ علم لدنی کی آنکھ سے ہر وقت دیکھتے تھے۔ جب چاہتے فرشتوں اور ارواح سے بات کرتے۔ آنکھ کی ایک جنبش سے قیامت، جنت اور دوزخ کے مناظر کو دیکھ لیتے۔ عالم الغیب کے مقامات کی بلند ترین چوٹیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر معراج شریف کی رات ہوا، حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرسی اور عرش معلیٰ کے پاس وہاں تک پہنچ گئے جہاں جبرائیل علیہ السلام کی لطافت بھی کثافت تھی۔ (اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى حَبِيبِكَ۔ سیدنا محمداً وبارک وسلم۔ یا الرّحمن الرّحیم)۔

جہاں تک عام آدمی کا معاملہ ہے ان میں سے اکثر پر تو عالم الشہادت بھی غائب ہے۔ ان کی زندگی پر بے شمار قسم کے پردے پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ حقیقت کے ادراک کی نسبت سے وہ بہرے، گونگے، اندھے ہوتے ہیں اس لئے وہ حق کو کبھی بھی پہچان نہیں سکتے۔ (سورہ البقرہ۔ آیت 18)۔ ان میں اکثر تو ہٹ دھرم ہوتے ہیں لیکن ان کی یہ ہٹ دھرمی ان کی اپنی جہالت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ اپنے نفس کی کثافتوں کی وجہ سے غیبی حقائق تو دور کی بات ہے اپنے مالک کا ادراک بھی نہیں رکھتے جو ان کی شرگ سے بھی قریب تر ہے۔ جیسے ایک بھاری پتھر کیچڑ میں اترتا جاتا ہے یہ کثیف نفس تجبن کی گہرائیوں میں غرق ہوتا جاتا ہے۔

7.4 مکاشفات میں دھوکہ

جیسے ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ مشاہدات، مکاشفات والہامات مقام ولایت کا انعام ہیں لیکن ولی کو ان کے بارے بہت ہی محتاط رہنا پڑتا ہے۔ حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی جگہ بتایا ہے

کہ شیاطین اور جنات بھی عالم الغیب کی خبروں کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی بات ہاتھ آتی ہے وہ فوراً اپنے ساتھی باطل پیروں فقیروں کو پیش کر دیتے ہیں جس سے ان کی دوکان خوب چمکتی ہے۔ گمراہ کرنے کے لئے وہ مومنوں کو بھی کچھ نہ کچھ بتا دیتے ہیں۔ گمراہ لوگوں پر شیاطین کے اترنے کے متعلق کلام اللہ میں ارشاد ہے۔

هَلْ أَنْبِئُكُمْ عَلَىٰ تَنْزِيلٍ الشَّيْطَانِ ۖ تَنْزِيلٌ عَلَىٰ كُلِّ آفَاقٍ آثِيمٍ ۝

”کیا میں بتا دوں کہ کس پر شیاطین اترتے ہیں؟ ہر بڑے بہتان والے گنہگار پر۔“

(سورہ الشعرا آیات نمبر 221-222)

چونکہ روحانی مکاشفہ اور شیطانی مکاشفہ کا فرق کرنا مشکل ہے اس لئے یہ کہنا کہ مکاشفات و مشاہدات وغیرہ صرف اولیاء اللہ کی نشانی ہیں، غلط بات ہے۔ ہندو، یہود، نصاریٰ اور لاندہبوں میں بھی ایسے نام نہاد پنچے ہوئے بزرگ رشی پادری، مقدس لوگ ملیں گے جو غائب کی باتیں بتاتے ہیں اور وہ بعض اوقات ٹھیک بھی ہوتی ہیں۔ ان کی غیب دانی کا ذریعہ شیاطین، جنات اور بھوت پریت ہوتے ہیں یا وہ اپنے خیال کی قوت سے یہ کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس لئے ہم دوبارہ کہیں گے کہ غیب کی باتوں کا علم، مکاشفات اور الہام ولایت کی دلیل نہیں۔ یہ کسی علوم ہیں جن میں مختلف قسم کے مجاہدات کے ذریعہ کمال حاصل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ اگر ولی صاحب شریعت اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا پابند ہو، نبی عن المنکر اور امر بالمعروف پر عمل کرتا ہو تو اس کے مکاشفات اور الہامات منجانب اللہ ہوں گے۔

غیب کی خبروں ہی کے سلسلہ میں یہ بات سائنسی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ لاکھوں لوگوں میں کوئی نہ کوئی ایسا شخص ضرور پیدا ہوتا ہے جس کا نفس قدرتی طور پر ہی بڑا لطیف ہوتا ہے یا اس کا شیاطین، جنات اور ملائکہ سے ایک قدرتی رابطہ ہوتا ہے جن کے ذریعے وہ غیب دانی بلا واسطہ پیغام رسانی اور بیماریوں کا روحانی طور پر علاج کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔ کسی میں کم

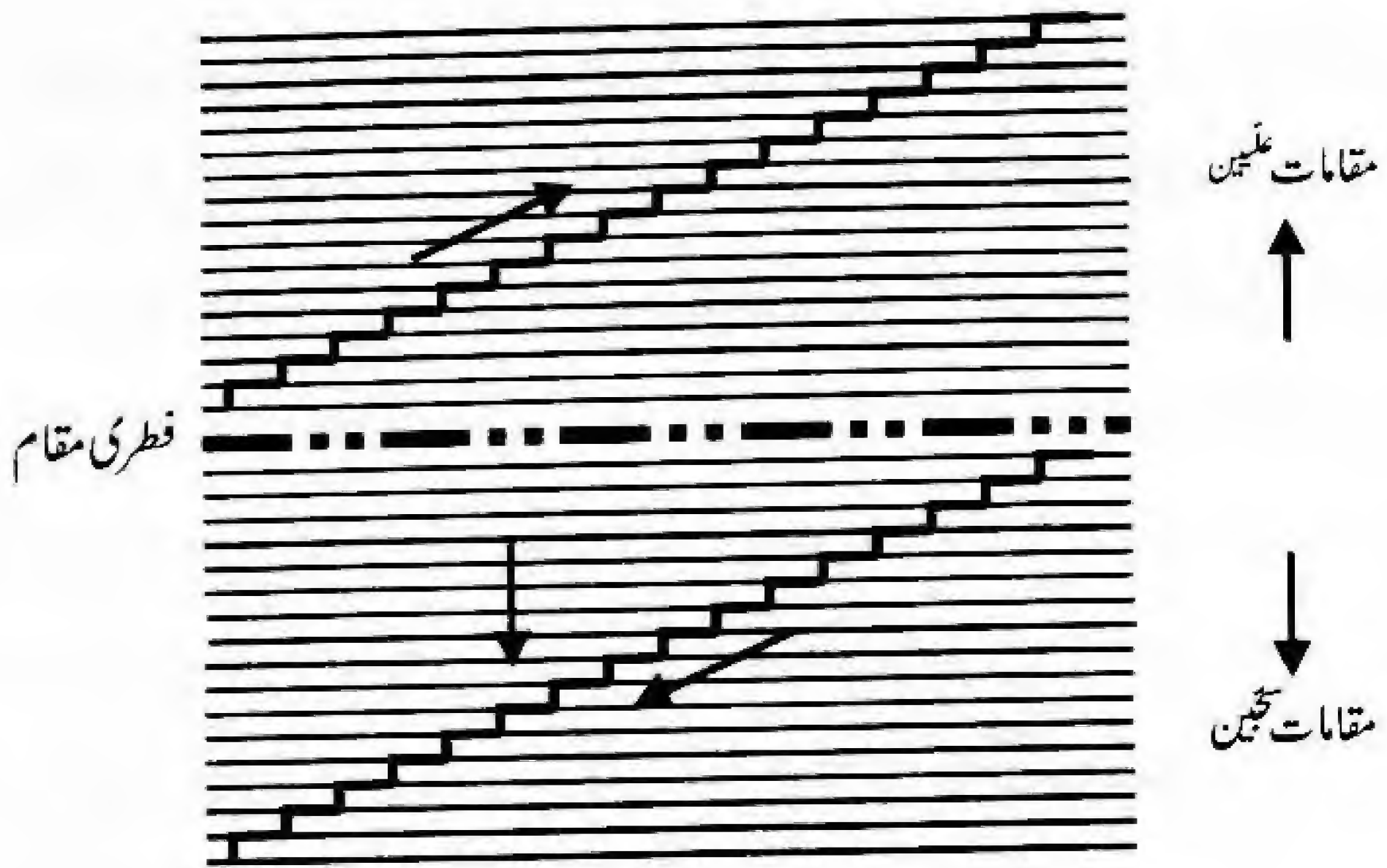
کسی میں زیادہ لیکن ہوتی سب میں ہے۔ لوگ انہیں پیدائشی ولی سمجھ کر پیچھے لگ جاتے ہیں لیکن یہ ولایت نہیں بلکہ ایک فطری صلاحیت ہے۔ اگر ایسا شخص صاحب شریعت نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

شعبہ باز جادوگر قسم کے بزرگوں سے بچنے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ ”اگر کوئی شخص آپ کے پاس ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لئے آتا ہے لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر کار بند نہیں تو وہ شعبہ باز ہے۔“ لہذا ولایت کا صحیح ٹیسٹ اور کرامت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق زندگی کو ڈھالنے میں ہے اور یہ کوئی کم کرامت نہیں۔ اگر کوئی نام نہاد پیر، شیخ یا بزرگ اس معیار پر پورا نہیں اترتا تو محض شیطان کا کارندہ ہے اس سے دور رہنے میں ہی دین کی بچت ہے۔

7.5 ولی کے درجات میں بلندی اور نیکیاں

جیسے ہم پہلے بھی واضح کر چکے ہیں کہ ولایت کے بے شمار درجے ہیں اور قرب کی اگر کوئی انتہا ہے تو وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام محمود ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر مومن کی یہ قدرتی خواہش ہوگی کہ وہ جہاں تک ممکن ہو قرب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرب الہی کے بلند سے بلند مقامات پر پہنچ سکے، لیکن اعلیٰ مقامات کیسے ملیں گے؟ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں نیکی اور برائی کے اثرات کو سمجھنا پڑے گا۔

سب سے پہلی بات نیت کے اخلاص کی ہے اور دل کی چاہت کی ہے۔ خلوص نیت اور دلی محبت سے اللہ کے لئے جو بھی عمل کرو گے وہ اس کے قرب کی طرف اٹھتا ہوا قدم ہے اور بڑا نیکی کا کام ہے۔



شکل نمبر 20: نیکی او پر کی طرف سیر می کا زینہ ہے اور برائی نیچے کی طرف

یوں ہر نیکی ولایت کے بالا خانوں کی طرف اٹھتا ہوا قدم ہوتی ہے اور ہر برائی نیچے کی طرف اترنے والا قدم ہے جس کا مداوا صرف نیکی اور توبہ ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم کے ہر حرف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں تو مطلب یہ ہے کہ اگر کلام اللہ کو اس طرح پڑھا جائے جیسے کہ اس کا حق ہے تو یقیناً ہم اللہ تعالیٰ کے قرب کی طرف دس درجے اوپر چلے جائیں گے۔ یوں جتنی زیادہ نیکیاں کرتے جائیں گے اسی حساب سے اوپر چڑھتے جائیں گے۔ ان کے مقابلے میں ہر برائی نیچے کی طرف گرتا ہوا قدم ہوگا۔

ایک خاص حد سے آگے بڑھنے کے لئے اکیلی نیکیاں کافی نہیں ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کا فضل چاہیے۔ وہ جس پر چاہے اپنی رحمت مخصوص کر دیتا ہے۔ یہ فضل کوشش سے نہیں ملتا بلکہ عاجزی سے حاصل کیا جاتا ہے۔

بہت بلند چوٹیوں پر پہنچنے کے لئے توفیق ضروری ہے۔ توفیق ایک انعام ہے جس کے لئے کوشش سے زیادہ دعا کا دخل ہے۔ یختص برحمتہ من ایشاء۔

7.6 عبد اللہ - خلیفۃ اللہ

ولایت کی حد مقام عبدیت ہے اجر جس کا خلافت الہیہ ہے جو خوش نصیب وہاں تک پہنچ جاتے ہیں وہ عبد اللہ خلیفۃ اللہ کا مرتبہ پاتے ہیں۔ نفس مطمئنہ بھی یہی ہے۔ ان عالی مقام والوں کے نزدیک اپنا کچھ نہیں ہوتا لیکن مالک کی طرف سے کبھی کچھ ان کا ہوتا ہے۔ ان کا محبوب ترین مشغلہ مالک کے احکام کو سرانجام دینا اور اس کی بڑائی کرنا ہے۔ وہ اس کے دوستوں کے دوست اور اس کے دشمنوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ یہ وہ قابل رشک لوگ ہیں جو گناہوں سے پاک، مضبوط کردار بے لوث اخلاص اور اپنے مشن پر استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ جیسے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔ **تَخْلَقُوا بِاخْلَاقِ اللَّهِ**۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے اللہ والے ہی نہیں بلکہ بساط بھر اللہ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کی اعلیٰ ترین مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اپنی ذات ہے۔ جن کی عبدیت کے حوالہ سے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

”سبحان ہے وہ ذات پاک جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا۔ جس کے گردا گرد ہم نے برکات رکھی ہیں تاکہ (اپنے اس بندے) کو اپنی قدرت کی عظیم نشانیاں دکھائیں اور بے شک اللہ سمیع و بصیر ہے۔“

سُبْحَنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ
لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى
الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى الَّذِي بَرَكْنَا
حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۚ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِيعُ الْبَصِيْرُ ۝
(سورہ بنی اسرائیل، آیت 1)

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو بھی ان کے درجات اور مقامات کی سیر کراتا رہتا ہے اور ان پر اپنی نشانیاں کھولتا ہے کہ وہ ایمان اور یقین میں آگے ہی بڑھتے جائیں۔

بہر حال جیسے پہلے بھی کہا گیا ہے کہ عبد اللہ خلیفۃ اللہ اپنے مالک کے رنگ میں رنگا ہوا،

زمین پر صفات الہیہ کا مظہر ہوتا ہے۔ مثلاً جیسے پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ رحمٰن الرحیم ہے اس لئے اس کے ولی میں بھی بدرجہ اتم رحم کے جذبات ہوں گے، رب تعالیٰ کی شان ربوبیت ہے اس لئے اس کا ولی بھی مخلوق کی ربوبیت میں کوشاں رہے گا۔ وہ جبار و قہار ہے اس کا ولی بھی رعب و داب والا ہوگا، وہ صانع، خالق اور بدیع ہے اس لئے اس کا ولی بھی انہی صفات کا حامل ہوگا۔ جیسے جیسے مومن اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بنتا جاتا ہے ویسے ویسے ہی اس پر انوار الہیہ کی برکات بڑھتی جاتی ہیں جن کی روشنی میں شیطان اندھا ہو جاتا ہے اور وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں اور اللہ کے نور کی طاقت سے زمان و مکان کی انتہائی بلندیوں پر بھی اپنا سفر جاری رکھتے ہیں۔

ولایت کے ان اعلیٰ مقامات کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ ایسے ولی کے حضور رعب، محبت اور سکون پایا جاتا ہے، ان کی صحبت میں اللہ تعالیٰ کا قرب محسوس ہوتا ہے۔ جنت اور دوزخ کا جب ذکر ہوتا ہے تو ان کے مناظر ایسے نظر آتے ہیں جیسے وہ سامنے کی حقیقت ہیں اور وہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے دربار میں شکوک و شبہات اڑ جاتے ہیں حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری حاصل ہو جاتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ اڑ کر اپنے رب کے ہاں پہنچ جاؤں۔ ان کے لئے زندگی مانند جیل ہے اور موت آزادی کا پروانہ، شوق ملاقات میں بیتاب اپنے فرائض کو انتہائی احتیاط اور شوق سے ادا کرتے ہیں کہ مالک اور زیادہ خوش ہو جائے اور اپنی معرفت عطا فرمائے۔

7.7 معرفت کے مقامات کی جھلکیاں

دراصل اللہ کے ہر ولی کا مقصود نظر اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا عارف بنتا چاہتا ہے۔ اس مقام پر بندے اور اللہ تعالیٰ کے باہمی تعلق میں بڑی گہرائی اور اپنائیت ہوتی ہے لیکن یہ مقام اس وقت ملتا ہے جب بندہ اپنے مالک کے رنگ میں رنگا جائے تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں چلنا شروع ہو جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت انہیں ملتی

ہے جو بلا چون و چراں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ماں باپ، اولاد، اپنی جان اور مال سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کے مضبوط تعلق کے بغیر معرفت الہیہ کا انعام ملنا ناممکن ہے۔ درود پاک کا کثرت سے ذکر اس کی منزل کی کنجی ہے۔ ایسی اعلیٰ ہستیوں کی کچھ کیفیات کا ذکر تو اوپر ہو چکا ہے۔ مندرجہ ذیل میں معرفت کے اس مقام کی مزید خصوصیات کا ذکر کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم ”سجدہ کرا اور قریب ہو جا“ (وسجد و اقتراب) میں معرفت کی طرف بلاوا ہے۔ لہذا معرفت راتوں کو طویل سجدوں سے حاصل ہوتی ہے۔ سجدہ کی یہ کیفیت بیچارگی کے ساتھ مالک کے سامنے مکمل حوالگی کی ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں کہ ”ایک رات میں نے دیکھا کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سجدہ میں سر رکھا، یہ سجدہ اتنا طویل تھا کہ میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک پرواز نہ کر گئی ہو۔“ معرفت کے یہ لمبے لمبے سجدے راز و نیاز کے سجدے ہوتے ہیں۔ بندہ اپنا سینہ چاک کر کے مالک کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ گناہوں کا اعتراف کرتا ہے آئندہ باز رہنے کا وعدہ کرتا ہے۔ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو مالک کے سامنے رکھتا ہے مانگتا ہی جاتا ہے اس لئے کہ اس کے علاوہ دینے والا کوئی اور ہے بھی تو نہیں۔

مقام معرفت کی کچھ جھلکیاں یہ ہیں۔ احساس شرمندگی کہ مالک کی بندگی کا حق ادا نہ ہوا۔ آنکھیں آنسو بن کر ابلتی ہیں کہ محبت کا حق ادا نہ ہوا، گردن شرمساری سے جھکی رہتی ہے کہ نعمت کا شکر ادا نہ کر سکا۔

دلی کے مقام معرفت کی پہچان یہ ہے کہ اس مقام پر اس کا دل دنیا کے جھمیلوں سے اچاٹ ہو جاتا ہے۔ وہ مالک کے لئے اپنا قلب صاف ستھرا رکھتا ہے اور دنیا کی محبتوں سے خالی کر دیتا ہے۔ اس کا اثر یہ دیکھو گے کہ اللہ کا دلی کم آمیز، کم گفتار اور بہتے دریا کی طرح نخی ہوتا ہے۔ اسے تنہائی مرغوب ہو جاتی ہے، دنیا کی چیزوں کی محبت اس کے دل سے اتر جاتی ہے اور ہر چیز سے زیادہ وہ اپنے رب کی شان کی دید کا اشتیاق رکھتا ہے اور اس کی رضا سے سب چیزوں سے زیادہ

محبوب ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ ہر حال میں اپنے رب سے راضی ہوتا ہے، حتیٰ کہ تکلیف پر بھی خوش ہوتا ہے کہ مالک نے اسے یاد کیا ہے۔ وہ مخلوق سے بے پناہ پیار کرتا ہے اس لئے کہ یہ اس کے رب کا کنبہ ہے۔ کافر کی دل آزاری سے بھی بچتا ہے کہ وہ بھی اس کا بنایا ہوا انسان ہے۔ اسے مخدوم بننے کی بجائے خادم بننا زیادہ مرغوب ہوتا ہے۔

اللہ کا عارف ہر حسن میں اللہ کا حسن دیکھتا ہے، ہر خوبی میں اس کی خوبی کو پاتا ہے، ہر نعمہ میں اسے اپنے رب کی تعریف سنائی دیتی ہے۔ ہر تخلیق اسے خالق کی یاد دلاتی ہے۔ وہ ذکر و فکر کا نمونہ ہوتا ہے۔ پانی کا قطرہ ہو یا ٹھانھیں مارتا سمندر ہو، پھول کی پتی ہو یا ہیرا، ریت کا ذرہ ہو یا مہتاب، زمین ہو یا آسمان، غرض وہ جدھر بھی دیکھتا ہے اسے اپنے رب کی شان پاک نظر آتی ہے اور مستی کے عالم میں جھوم کر سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ کا ورد شروع کر دیتا ہے۔

معرفت کے اس مقام پر ولی اپنی ہستی سے بیگانہ ہوتا ہے لیکن لوگوں کا وہ یگانہ ہوتا ہے۔ مسلمان، ہندو، سکھ، عیسائی غرض کافر بھی ان کے دربار میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ کس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانی دشمن پکے کافر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور بارش کی دعا کروانے حاضر ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت طیبہ پر عمل کرتے ہوئے اللہ کے ولی کسی کو مایوس نہیں کرتے بلکہ اپنی قبروں سے بھی وہ چشمہ فیض ہیں۔ ان کے مزار مرجع خلائق ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے عارفوں کو ان کی زندگی اور موت دونوں میں عزت عطا فرماتا ہے۔

7.8 معیت اور فتائی اللہ

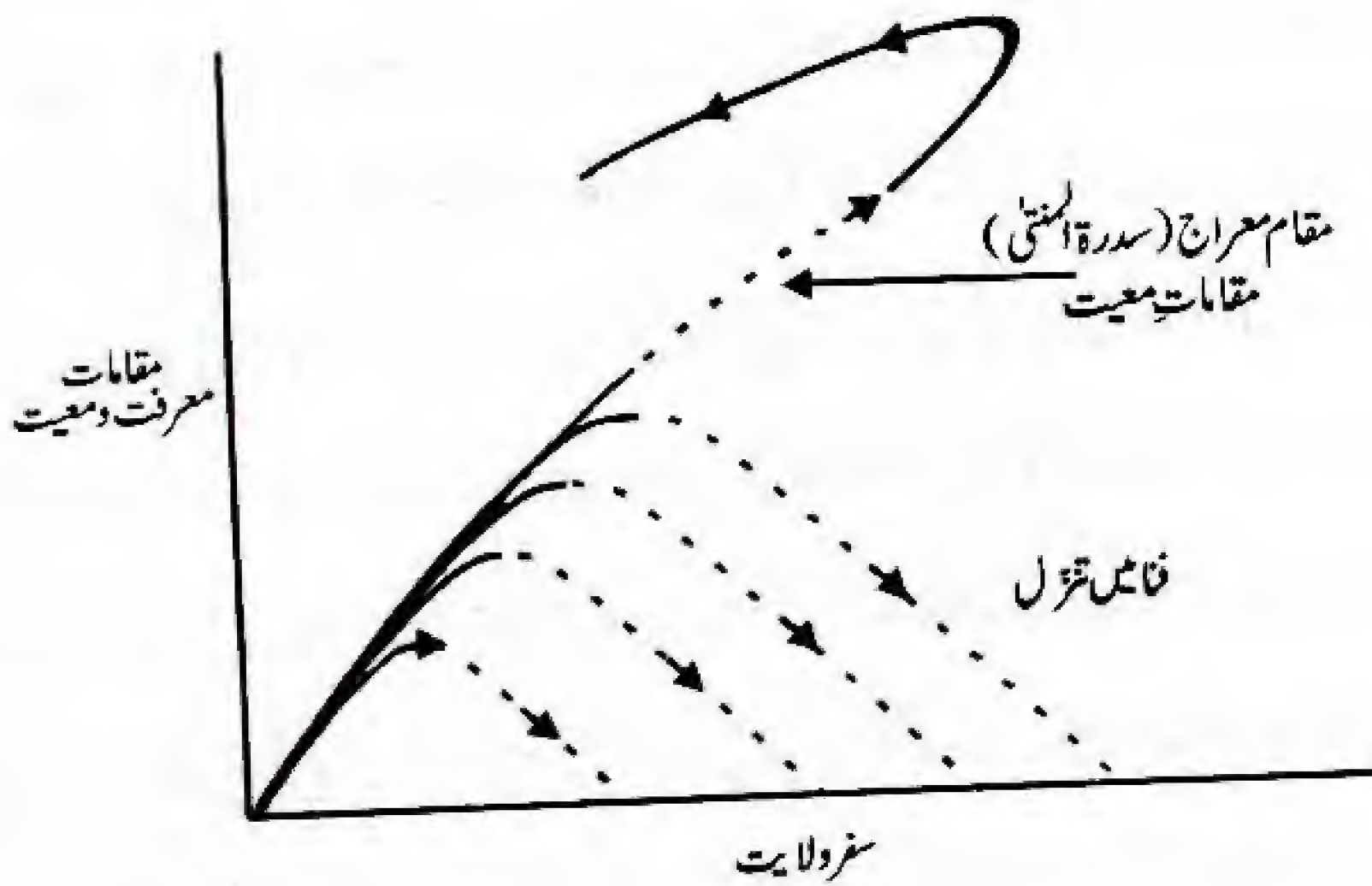
معرفت کے اس مقام سے اگلی منزل معیت کی ہے جہاں اہل معرفت کی ہستی اپنے رب میں یوں گم ہو جاتی ہے جیسے نمک پانی میں گم ہو جاتا ہے یا خوشبو ہوا میں تحلیل ہو جاتی ہے۔ یہاں فنا کے بغیر چین نہیں، قطرہ دریا میں مل کر دریا بن جانا چاہتا ہے۔ جہاں پہنچ کر خواہشات ختم ہو

جاتی ہیں۔ آدمی جنت اور جہنم سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔ صرف وصل کی خواہش باقی رہ جاتی ہے، وجود کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس منزل پر ماسوائے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے زیادہ دیر ٹھہرنا کسی اور امتی کے نصیب کی بات نہیں۔

یہاں بڑی ہوش کی ضرورت ہے ورنہ بے خودی کے عالم میں بہت سے منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ بن جاتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ ”جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا اور جس نے اپنے رب کو پہچانا لیا اس کی زبان بند ہو گئی۔“ زبان کا بند ہونا عالم تحیر سے ہے اور معیت میں وہ حیرت ہے کہ منہ کھلا کا کھلا رہ جاتا ہے۔ ماسوائے بڑے اولی الالباب کے، اس حال کو برداشت کرنا ناممکن ہے۔ نور کی ایک جھلک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دن کے لئے بیہوش کر دیا، عام آدمی یہاں کیا کر سکتا ہے؟ ماسوائے کہ بولنے سے عاجز آ جاتا ہے، حواس کھودیتا ہے یا چپ سادھ لیتا ہے۔ اس حال کو مجذوبیت بھی کہا جاتا ہے جو بحیثیت انسان ولی کی موت ہے۔ اس کی مثال پانی کا برف بن کر جم جانا ہے جس میں نہ کوئی حرکت، نہ نغمہ، نہ سرور۔ ایک تو وہ (Iceberg) ہے جو دوسووں کے سر پر تیرتا ہے۔ ان کے مونہوں سے الٹی سیدھی باتیں نکلتی ہیں۔ حتیٰ کہ گالیاں تک دیتے ہیں۔ یہ لوگ ہوش کھودیتے ہیں، محض مجبور ہیں اور لوگوں کے فائدہ کے لئے بے کار ہیں۔ چونکہ خیر الناس من ینفع الناس اس لئے فنا کے مقام سے درجات کا نثرل شروع ہو جاتا ہے۔ اس حالت سے بچنے کے لئے بہت سا علم اور بے پناہ عمل چاہیے ورنہ صاحب جذب بے خودی کے سمندر سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا اور اسی حالت میں مر جاتا ہے۔

معیّت کے اعلیٰ مقامات پر جو ہوش قائم رکھ سکے اس کی زبان سے حق بولتا ہے لیکن یہ بڑے ہی اولوالعزم انسانوں کا نصیب ہے جس کی اعلیٰ ترین مثال حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خود اپنی ذات اقدس سے۔ جو سدرۃ المنتہیٰ پر محض دو قوس کے فاصلہ پر ملاقات فرماتے ہیں اور باوقار واپس مقام نبوت کو لوٹ آتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو مقام معرفت و معیت کے باوجود بھی اپنے

انسانی مقام سے ہر حال میں تسخیر کے عمل میں لگے رہتے تھے۔ یہی لوگ صحیح معنوں میں خلیفۃ اللہ اور لائق مبعود ملائکہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان درخشندہ ستاروں (رضوان اللہ تعالیٰ عنہم) کے نور کو مزید ترقی دے اور ہمیں ان کی روشنی میں آگے بڑھنے کی توفیق دے۔



شکل نمبر 21: ولایت کے سفر کی کوئی انتہا نہیں لیکن مقامات معیت کی برداشت صرف انبیاء کرام علیہ السلام کو نصیب ہے۔ ولی وہاں اس حالت کو صرف قلبی نور سے دیکھ سکتا ہے لیکن وہ بھی تھوڑے عرصہ کے لئے ورنہ فنا ہو کر تجزلی کا شکار ہو جائے گا۔ معیت کی انتہا صرف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصے آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وقار اتنا بلند ہے کہ دو قوس کے فاصلے سے ملاقات فرمائی اور پھر اس وقار سے واپس زمین کو لوٹ آئے۔

7.9 توفیق، فضل ربی اور پیدائشی ولی

اب ہم ولایت کے درجات کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی توفیق کا کچھ مزید ذکر کرتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ بندے کا ایمان اور اس کا عمل بھی اللہ تعالیٰ کے حکم، اجازت اور رضا سے ہے اگر وہ نہ چاہے تو ہم چاہ بھی نہیں سکتے۔ اس لئے قرب کے مقامات رب العالمین کے خصوصی فضل سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ وہ جس کو چاہے دے اور جتنا چاہے دے، اور جس کو چاہے دھتکار دے، اس لئے کہ ہماری انفرادی وقعت سے وہ خوب واقف ہے۔ اس لئے یہ بندہ کا اپنا عمل ہی ہوتا ہے جو اسے دھتکارے جانے تک لے جاتا ہے۔ اللہ کی شان تو الرحمن

الرحیم ہے۔ اس لئے چاہیے کہ حسن ظن رکھتے ہوئے مومن اللہ تعالیٰ کے فضل کو عاجزی، محبت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں تلاش کرتا رہے۔ انشاء اللہ توفیق باری تعالیٰ کے دروازے کھل جائیں گے۔

اس لئے اگر اللہ سے دوستی چاہتے ہو تو اس سے خوب دل بھر کر دوستی کی تمنا کرو۔ اپنی کمزوریوں کا اعتراف اور اس کی مہربانیوں کا بے حساب ذکر کرو، چنانچہ **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ**۔ ولایت کے خواہش مند غلاموں کا محبوب ذکر ہے۔ انشاء اللہ تمنائے شوق پر رب العالمین ضرور قبول فرمائیں گے۔ یہاں بھی رحمت اللعالمین کا وسیلہ شرط ہے۔

حکم ربی ہے ”**اطيعوا الله واطيعوا الرسول**“ یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے مشروط رکھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رضا حاصل نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کے دربار سے بھی منظوری نہیں ہوتی۔ خالق کون و مکان کا حکم ہے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اس کی اپنی اطاعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس کی محبت ہے۔ اس لئے کسی بھی درجہ کی ولایت کی خواہش رکھنے والوں کو چاہیے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کثرت سے درود پاک بھیجیں۔ بے شک حق تعالیٰ خود اور اس کے فرشتے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، ہم کیوں پیچھے رہ جائیں، توفیق اور فضل ربی کا چشمہ انہی کی طرف سے بہتا ہے۔

7.9.1 پیدائشی ولی

جہاں تک پیدائشی ولی اللہ ہونے کی بات ہے یہ عین ممکن ہے۔ اولیاء کرام کی استطاعت میں فطری فرق ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فضل اس کی طرف سے آزمائش بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ فطری صلاحیتوں جیسی نعمتوں کا شکر ادا کرنا آسان نہیں۔

جہاں تک یہ سوال کہ پیدائشی ولایت کے پیچھے کیا سبب ہے ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ روح کا ازلی مقام ہے جو عالم امر سے چلا آ رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ جو روحیں اس عالم میں ایک دوسرے کے قریب تھیں وہ اس عالم میں بھی فطری طور پر ایک دوسرے کے قریب ہوں گی۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ پیدائشی اولیاء کی ارواح عالم امر میں اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے قریب رہتی ہوں۔ بہر حال اللہ تعالیٰ جسے چاہے دے اور جتنا چاہے دے، وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں۔ بندے کا کام یہ ہے کہ اس کی عطا پر راضی ہو اور اس سے اس کا فضل طلب کرتا رہے۔

7.10 مرنے کے بعد ولی

کیا ولی مرنے کے بعد بھی ولی رہتا ہے، کیا وہ زندہ انسانوں کے لئے بھی کسی طرح فائدہ مند ہو سکتا ہے؟ لوگ ان کی قبروں پر جا کر ان کے واسطے سے دعائیں کرتے ہیں، کیا وہ دعائیں سنتے ہیں؟ کیا ان کی سفارش کسی کام آتی ہے؟ اور یہ کہ کیا مرنے کے بعد ان کی ولایت کا ورثہ ان کے مقرر کردہ شیخ یا اولاد میں سے کسی ایک کو منتقل ہو جاتا ہے اور یوں نسل در نسل فیض جاری رہتا ہے؟

ولایت کے سلسلہ میں یہ نہایت اہم سوالات ہیں اور انہی کے جوابات بہت سے جھگڑوں کا باعث بھی ہیں۔ کچھ لوگ ولیوں پر اندھا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور اس حد تک غلو کرتے ہیں کہ زندہ ہو یا مردہ اپنے پیر کو وہ اللہ کی خدائی میں حصہ دار تک بنا دیتے ہیں لیکن ان کے برعکس کچھ ایسے بھی ہیں جو ولی کے تصرفات سے سراسر انکاری ہیں اور ان کا سکون ان کی قبروں کے نشانات تک مٹانے میں ہے۔

حقیقت بین بین ہے۔ اس کی بنیاد اللہ کا یہ فرمانا ہے کہ موت مٹ جانا نہیں بلکہ ایک تخلیقی امر ہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے حیات ایک تخلیقی امر ہے (سورہ الملک آیت 2) اس لئے موت

کو انتقال کہا جاتا ہے۔ جسم جل کر راکھ بھی کیوں نہ ہو جائے، نفس یعنی شخصیت باقی رہ جاتی ہے۔
یوں اس کے تصرفات بھی ختم نہیں ہوتے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ولی ہو یا نبی اس کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا ہی دیا ہوا ہے۔ اس لئے ان کا اپنا کوئی دعویٰ نہیں اگر کوئی ایسا دعویٰ کرتا ہے تو وہ فراڈ ہوگا، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کا بڑا قدر دان ہے اور جیسے بخاری شریف کے حوالہ سے ہم پہلے ہی بیان کر چکے ہیں کہ مالک کون و مکان انہیں اتنی عزت بخشا ہے کہ وہ فرماتا ہے کہ میں خود ایسے بندوں کی زبان، ہاتھ، پاؤں اور دماغ بن جاتا ہوں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں قبول فرماتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث مبارکہ بھی جانتے ہونگے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بذات خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا تھا کہ ان سے دعا کروانا۔ (بخاری و مسلم) یعنی احادیث مقدسہ اور قرآن کریم کی کئی آیات سے اولیاء کرام پر اللہ تعالیٰ کی عطا واضح ہیں اور موت اپنے رب کی عطا کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتی۔

وجہ یہ ہے کہ موت آدمی کی فتانہیں، بلکہ قرآن کریم تو ہمیں بتاتا ہے کہ جسمانی بوجھ سے ہلکا پھلکا ہو جانے کے بعد تو شعور کی حدود بہت آگے نکل جاتی ہیں، اس بات کو سمجھنے کے لئے سورہ الحاکم کی آیات **حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ ۝** آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ مومن تو مومن، گناہ گار بھی اپنی قبروں (عالم برزخ) میں نہ صرف زندہ ہوتے ہیں بلکہ ان کا شعور پہلے سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے لئے بھی موت موت نہیں، بلکہ ایک اٹلی پائے کی حیات ہے۔ اس ضمن میں شہداء کرام کے متعلق تو واضح حکم ہے کہ انہیں مردہ مت کہو، وہ زندہ ہیں لیکن دنیا داران کی حیات کی نوعیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ (سورہ البقرہ، آیت 154)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صدیقین، صالحین، اولیاء اللہ اور شہداء کے نفوس دنیا

سے مرنے کے بعد عالم برزخ میں روحانی حیات کے ساتھ بلند شعور اور تصرف کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور جیسے سورہ القدر میں ارشاد ہے **تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ** یعنی فرشتے اور روح اس (لیلۃ القدر) میں اپنے رب کے اذن سے ہر حکم لے کر اترتے ہیں، سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی ارواح کو ملائکہ کے ساتھ کچھ اعلیٰ فرائض کی ادائیگی پر تعین کرتا ہے اور ان کے سامنے کائنات کی سیر کھول دی جاتی ہے۔

قرآن کریم سے تو یہاں تک پتہ چلتا ہے کہ ولی تو ولی، ان کے نوادرات بھی برکت کا خزانہ ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کے نبیوں کے نوادرات والے صندوق کا ذکر ہے جس کا نام صندوق سیکنہ ہے، جسے فرشتے حضرت طاہوت علیہ السلام کے پاس لے کر آئے (سورہ البقرہ، آیت 248) قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیض کا بھی ذکر ہے جس کے چھونے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں دوبارہ روشنی آگئی (سورہ یوسف)۔ عظیم مسلم سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک اپنی ٹوپی میں لگا رکھے تھے اور انہیں ہمیشہ فتح ہوئی۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھڑی اور تلوار کی کرامات بھی مصدقہ ہیں۔ یوں اولیاء اللہ سے متعلقہ چیزیں جن میں ان کی اولاد بھی شامل ہو سکتی ہے باعث برکت ہوں گی لیکن یہ برکت بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے کہ وہ اپنے بندوں کی قدر افزائی کرتا ہے۔ احادیث مبارکہ میں یہ بھی آتا ہے کہ بعض اوقات صحابہ کرام، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی وساطت سے دعا کروایا کرتے تھے اور وہ دعائیں پوری بھی ہوتی تھیں۔ اس لئے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ باذن ربی اولیاء اللہ اپنی وفات کے بعد بھی سرچشمہ برکات و ہدایت رہتے ہیں اور ان کی قبریں بھی خصوصی اہمیت کے مقام ہیں۔ ان کے وسیلہ سے دعا قبول ہوتی ہے لیکن ان سے مانگنا شرک ہے۔ دینے والا اور وہ جس سے مانگا جائے صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

اب یہ سوال کہ کیا ان کی اولاد یا مقرر شدہ سجادہ نشین میں ان کی برکات خود بخود منتقل ہو

جاتی ہیں، یہ بات سچ نہیں۔ البتہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے ولی کے راستہ پر چلتے ہیں تو پھر انہیں بھی یہ فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہ دعا ہے جو انہوں نے اپنی نسلوں کے لئے کی تھی۔ جواب میں فرمایا گیا کہ آپ کی یہ درخواست ظالموں کے لئے قبول نہیں۔ ”لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ“ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذَا بُتْلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ
بِكَلِمَةٍ فَاتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي
جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ
عَهْدِي الظَّالِمِينَ ۝
(سورہ البقرہ آیت نمبر 124)

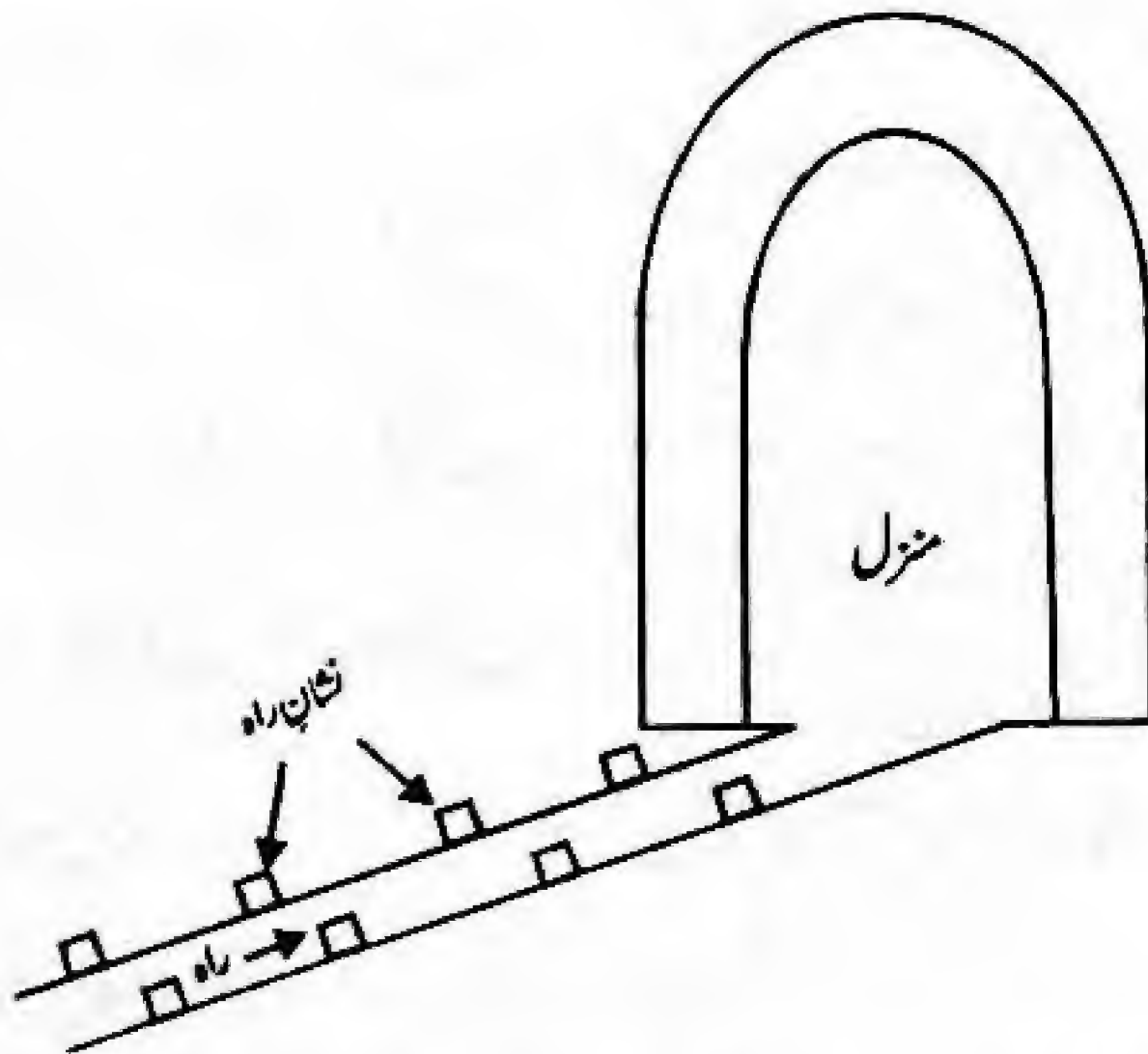
”اور جب ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا، اور اس نے وہ پوری کر دکھائیں (تو انعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا)، میں تمہیں لوگوں کا امام (پیشوا) بناتا ہوں، ابراہیم نے عرض کی ”اور میری اولاد میں سے۔۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ”میرا عہد ظالموں کے لئے نہیں ہے۔“

اس آیت مبارکہ سے صاف ظاہر ہے کہ نیک اولاد جو اپنے آباؤ اجداد کی سنت کو قائم رکھتی ہے وہ ان کے مرتبہ و فضیلت کی بھی مستحق ہوگی لیکن ان میں جو ظالم ہیں یعنی اپنے صالح بزرگوں کی روایات کو زندہ نہیں رکھتے وہ ان کی روحانی وراثت کے خلیفہ بھی نہیں ہو سکتے۔

آخر میں یہ یاد دہانی کرانا بہت ضروری ہے کہ اولیاء کرام اور ان کی درگا ہیں مقام ادب اور مقام فیض ہیں، ان کے ہاں اس خیال سے جانا چاہیے کہ یہ میرے رب کے پسندیدہ بندے ہیں۔ یہ ان کی عزت کا ایک طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ خود سورہ الفاتحہ میں صراطِ مستقیم کی نشاندہی اپنے ایسے ہی انعام یافتہ بندوں کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ اس لئے ان کا جتنا بھی احترام کیا جائے اور ان سے جتنا بھی سیکھا جائے کم ہے لیکن مقام اتباع صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک ہے اور عطا صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

اطيعو الله واطيعو الرسول

یادرکھیں کہ اللہ تعالیٰ منزل ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ ہیں جب کہ اولیاء کرام اس راستہ کے نشانات ہیں جن کی مدد سے انسان راستہ نہیں بھٹکتا، لیکن وہ قیام کا مقام نہیں بلکہ آگے بڑھنے کی دعوت ہے۔



تصویر نمبر 22: اللہ کے نیک بندے اولیاء کرام راستے کے نشانِ راہ ہو سکتے ہیں لیکن راہ نہیں، راہ اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور منزل رب تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔

7.11 حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و غیب کا مسئلہ

شہداء، صالحین اور اولیاء اکرام کی حیات بعد الموت کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ خود سرور کائنات رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برزخی زندگی کے متعلق ہے جس پر بعض لوگ سخت ذہنی اذیت کا شکار ہیں۔ ان کے نزدیک جو مر گیا سو مر گیا۔ شہداء کرام کی زندگی کا قرآن کریم کی بین آیات کی روشنی میں انکار نہیں کر سکتے لیکن باقیوں کے متعلق وہ بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جو غایت کائنات، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرف الانبیاء ہیں، جنہیں بار بار اللہ قرآن کریم میں ”یا“ جیسے الفاظ سے خطاب فرماتا ہے۔ (یا ایہا

المدثر، یا ایہا المزمّل (انہیں اگر کوئی امتی "یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہہ دے تو تمللا اٹھتے ہیں۔ حالانکہ وہ خود اپنی صلوٰۃ کے قعدہ اخیرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اس طرح سلام عرض کرتے ہیں جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضری دے رہے ہوں۔

**التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ
وَالطِّيبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔
السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ
الصَّالِحِينَ۔**

تمام زبانی عبادات اللہ کے لئے ہیں (اس کے علاوہ) بدنی عبادات بھی اور مالی عبادات بھی (اللہ ہی کے لئے ہیں) سلام ہو آپ (ﷺ) پر، اے نبی (ﷺ) اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکات ہوں آپ (ﷺ) پر، اور سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے تمام (اگلے پچھلے) نیک بندوں پر۔

(راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کتاب الصلوٰۃ۔ بیہقی۔ مستدرک حاکم)

(راوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کتاب الصلوٰۃ۔ بیہقی۔ مستدرک حاکم)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے تمام انبیاء کا درجہ شہدا سے بلند تر ہے۔ اس لئے کہ حق کی شہادت میں آپ صاحبان (علیہم السلام) سب سے پہلے ہوتے ہیں اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے تو کیا کہنے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام اگلوں پچھلوں سب پر شاہد ہیں۔ صاحب المعراج، تمام اگلی پچھلی ارواح کے امام ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفر معراج سے پہلے تمام انبیاء اکرام کی دنیا میں بیت المقدس کے مقام پر امامت فرمائی اور وہاں سے اُٹھ کر عالم الغیب کی سیر پر گئے اور جلیل القدر انبیاء سے مختلف آسمانوں پر دوبارہ ملاقات فرمائی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت پاک زمان و مکان پر حاوی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی اللہ کے رسول تھے جب کچھ نہیں تھا۔ اپنی پیدائش سے پہلے بھی رسول تھے اور ارضی دنیا سے انتقال کے بعد بھی رسول اللہ ہیں۔ جس طرح ملائکہ اور روح کا نزول برحق ہے (سورہ القدر) اس سے زیادہ حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں اپنی قبر میں محبوس نہیں

بلکہ اللہ تعالیٰ کے آزاد بندے ہیں جہاں چاہیں وہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ مدینہ، تمام دنیا اور ساری کائنات آپ کے لئے برابر ہے۔ اللہ کے نیک بندوں، اولیاء کرام سے ملاقات فرماتے ہیں۔ خوابوں میں بھی ملتے ہیں اور یہ خواب جاگنے سے بہتر ہوتے ہیں۔

خاتم النبیین ختم نہیں ہو گئے نہ ہو سکتے ہیں۔ (ورنہ دوسرے نبی کی ضرورت ہوتی) بلکہ قیامت اور اس کے بعد بھی آپ کی رسالت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائم رہے گی۔ اللہ کی ولایت صرف اس کو ہی ملتی ہے جو سرور کائنات محبوب مالک کون و مکاں کا منظور نظر بن جاتا ہے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لامحدود درود و سلام پڑھیں۔ احساس باری تعالیٰ کے ساتھ دعائیہ درود بھی جیسے (اللھم صلی علی محمد) ہے، اور روضہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تصور میں لاتے ہوئے براہ راست بھی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک ایہا النبی۔ دونوں ٹھیک ہیں۔ کسی ایک پر ضد کرنا ولایت کے لئے حجاب بن سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کا زندہ تعلق ہونا چاہیے۔ زندہ زندہ کو پکارتا ہے اپنی التجا پیش کرتا ہے۔ اپنا دکھ درد سناتا ہے۔ اللہ رب العالمین ہے، قرآن ذکر العالمین ہے اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہیں۔ نہ عالمین ختم ہوئے نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت ختم ہوئی۔ اس لئے آپ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح مانگیں جیسے اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مانگتے تھے۔ ان کا دور دیدار عام کا وقت تھا۔ اب دیدار خاص کا وقت ہے۔ اللہ زندہ ہے، قرآن زندہ ہے، اور اس کا نبی زندہ ہے۔ وہ پردے میں نہیں، پردہ ہماری آنکھوں کے سامنے پڑا ہے۔ اس لئے اگر اللہ تعالیٰ کی ولایت کے خواہش مند ہو تو اپنے حجابات کو دور کرو۔ اگر آپ غایت کائنات، خاتم النبیین، صاحب القرآن، صاحب المعراج، اشرف الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تصور رکھتے ہیں کہ انتقال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چشمہ فیض خشک ہو چکا ہے تو خبردار! ایسے اعتقاد والا کبھی بھی اللہ کے ولی کا درجہ نہیں پاسکتا۔ البتہ خدشہ ہے کہ اس گستاخی کی وجہ سے سارے اچھے اعمال بھی ضائع ہو جائیں۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق صحیح عقائد کی بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔



ولایت اور جہاد

تصوف کے مروجہ سلسلوں کی باقیات کے حوالہ سے بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تصوف فرار زندگی ہے جس کی تصدیق آج کل کے نام نہاد پیروں فقیروں اور اہل اللہ کے طرز عمل سے ہوتی ہے۔ چلہ کشیوں، عملیات، تعویذات، تسبیحوں اور کرامتوں کے مکرو فریب کی فضا میں ایسا لگتا ہے جیسے حقیقی تصوف فرار زندگی نہیں بلکہ انقلاب زندگی ہے اور مسلمانوں کی موجودہ پستی میں تصوف کا بڑا عمل دخل ہے۔ لیکن یہ تاثر صحیح نہیں۔ حصول ولایت کا انحصار جہاد زندگی سے ہے۔ چنانچہ اللہ کا حقیقی ولی امر بالمعروف (اچھی باتوں کا حکم کرنا) اور نہی عن المنکر (بری باتوں سے روکنا) کا مجاہد ہوتا ہے۔ اگر کوئی بزرگ مجاہد نہیں تو وہ اللہ کا ولی بھی نہیں ہو سکتا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی رسالت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں اتنی مصروف تھی کہ رب کائنات بھی فرماتے ہیں۔

”اور جب تو (اپنی رسالت کی ذمہ داریوں سے فارغ ہو تو کھڑا ہو جا اور اپنے رب کی طرف رغبت فرما“

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ رَبِّكَ
فَارْغَبْ ۝ (سورہ الم نشرح آیات 8-7)

دراصل ولایت اور جہاد لازم و ملزوم ہیں۔ ایمان بہت قیمتی چیز ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے وطن کو چھوڑ دینے اور مخالف قوتوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار رہنا جہاد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ اس کی بہترین مثال ہے۔ اس کے بغیر ولایت کا پانا خام خیالی ہے۔ حکم ربی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ
 ”وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے (اللہ تعالیٰ کے لئے) ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت معاف فرمانے والا ہے۔

(سورہ البقرہ، آیت 218)

آئیے غور کریں کہ جہاد کیا ہے؟ لفظ جہاد، جدوجہد، مجاہدہ وغیرہ ایک ہی مصدر سے ہیں۔ لغوی معنوں میں اس کا مطلب مسلسل کوشش ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو بھی کام کیا جائے وہ جہاد ہے۔ سورہ مدثر جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا دیباچہ ہے حکم ہوا کہ

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۚ
 ”اے کبمل میں لیٹے ہوئے اٹھ! (اب کبمل پھینک دو) دنیا کو اس کے انجام سے ڈرا (کہ اچھا برا کیا ہے) اور اپنے رب کا نام بلند کر“ (اس کی

(سورہ المدثر، آیات 1-3)

(سچی بادشاہی ہے)

اس لحاظ سے اپنے مفاد کو نظر انداز کر کے دنیا کے سامنے اٹھنا، لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچانا، انہیں زندگی کی حقیقت سے خبردار کرنا، اپنے اللہ کے قریب لانا، کلمہ حق کو غالب کرنا اور دنیا پر خلافت الہی کے قیام کے لئے سعی کرنا، رسالت کے فرائض ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولیاء کی دن رات کی محنت کا منتہائے نظر ہیں۔ یہی جہاد زندگانی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اسی کام کے لئے بھیجے تھے جو سب کے سب مجاہد تھے ان کی سنت کے مطابق اولیاء اللہ بھی وہی ہوں گے جو اپنے رب کا بول بالا کرتے ہیں، انسان کو اپنے اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور غلبہ حق کے لئے کام کرتے ہیں۔ یوں جہاد کا اول اور آخر مقصد اعلائے کلمۃ الحق اور طاغوت کا انکار ہے جو اللہ کے ہر ولی کا مشن ہونا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۚ قَدْ تَبَيَّنَ
الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ
بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدْ
اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۚ لَا
انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝
 (سورہ البقرہ، آیت 256)

اب دین میں جبر نہیں تحقیق ظاہر ہو چکی ہے
 ہدایت گمراہی سے۔ پس جو کوئی انکار
 کرے گا طاغوت کا اور ایمان لائے گا اللہ
 پر پس اس نے یقینی طور پر ایک مضبوط سہارا
 پکڑ لیا، (اللہ کا) جو کبھی نہیں ٹوٹے گا اور
 اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور جاننے والا
 ہے۔

تبلیغ حق کے سلسلہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ”اگر ایک
 آدمی کو بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ ہدایت دے دی تو یہ ان تمام چیزوں سے بہتر ہے جن پر
 سورج طلوع ہوتا ہے اور غروب ہوتا ہے۔“ چنانچہ اللہ کے ولی کے جہاد کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ
 طاغوت یعنی ہر طرح کے ظلم اور شیطانی قوتوں سے بھرپور انکار کرنا۔ (جب طاغوت کا انکار ہو گا تو
 طاغوتی قوتوں سے جنگ ناگزیر ہے اس کے لئے تیاری کرتے رہنا اور اگر وہ حملہ آور ہو تو پھر اس
 وقت تک لڑتے رہنا ہے جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے۔)

دوسرا حصہ اللہ تعالیٰ پر دل و جان سے ایمان لانا ہے۔ (جس کی عملی صورت اللہ اور اس
 کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے، جہاد اور اطاعت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ رب
 کائنات کا سہارا مل جائے گا یہ ہے وہ مضبوط سہارا جو کبھی نہیں ٹوٹے گا، جسے پکڑ کر ولی اعلیٰ ترین
 مراتب پر پہنچ سکتا ہے۔)

کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار میں یہ سب کچھ
 شامل ہے۔ آغاز کلام لا الہ ہر طرح کے طاغوت کے انکار سے ہے اِلا اللہ ایک اللہ کی غلامی
 میں آنے کا اعلان ہے، محمد رسول اللہ آپ کی رسالت کا اقرار اور آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کی اطاعت کی شہادت ہے۔ جہادِ زندگی کلمہ طیبہ کی روح کے مطابق اسلام پر ڈٹ جانے کا نام ہے۔

جہاد کی اس تعریف کے مطابق اللہ کے اولیاء کا کوئی لمحہ جہاد سے غفلت میں نہیں گزرتا۔ وہ دنیا میں رہتے ہیں تو اس مقصد کیلئے، کماتے ہیں تو اس مقصد کے لئے، کھانا کھاتے ہیں تو اس مقصد کے لئے، جیتے ہیں تو اس کے لئے اور مرتے ہیں تو اسی کے لئے۔ غرض ان کی جان، مال، عہدہ، طاقت اور عزت سب کا ایک ہی نصب العین ہوتا ہے کہ طاغوت کو شکست ہو اور دنیا میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا نام بلند کیا جائے کہ انسانیت جہنم کی آگ سے بچ جائے۔

یاد رہے کہ اللہ کے ولیوں کا جہاد نہ کشور کشائی کے لئے ہے نہ انتقام کے لئے، بلکہ اس کی روح محبت ہے کہ جہالت مٹ جائے اور کل عالم محبت اور حکمت کے راستے اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو کر جہنم سے بچ جائے۔ جو اس اعلیٰ کام سے روکیں، ان سے بھی حتی الوسع لڑائی سے گریز کیا جائے لیکن جب مقابلہ کے بغیر کوئی چارہ نہ رہ جائے تو پھر آخری دم تک ڈٹ جائیں۔

بہر حال مقابلہ (Confrontation) کی پالیسی کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو یہ زیادہ پسند ہے کہ اس کے دین کو پھیلانے کے لئے صلح جوئی کی پالیسی کو اختیار کیا جائے۔ حکم ہے کہ جب دشمن ہتھیاروں کے ذریعہ رب العزت کے پیغام کو روکنے کے لئے آجائے تو بھی انہیں صلح کی دعوت دیں۔ اگر پھر بھی وہ باز نہیں آتے تو ان کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور اس وقت تک لڑتے رہیں جب تک کہ فتنہ ختم نہ ہو جائے یا دشمن صلح کے لئے آمادہ ہو جائے۔

اس لئے کہ فتنہ، قتل سے شدید تر برائی ہے۔ اس راہ میں اگر جان چلی جائے تو اللہ کا دلی اسے اپنی سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔ اس کا خلیہ خلیہ پکارتا ہے ”میری عبادتیں، میری قربانیاں، میری زندگی اور موت صرف اور صرف رب العالمین کے لئے ہے“ دنیا دار کہے گا، بیچارا مر گیا لیکن وہ کہتا ہے کہ ”رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا“ (سبحان اللہ) غرض اللہ کے اولیاء کی زندگی کی معراج شہادت کی موت ہے۔ ایسے مسلمانوں کی شان میں رب العزت خود فرماتے ہیں۔

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَواتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

(سورہ البقرہ، آیت 156-157)

”یہ وہ لوگ ہیں جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں، بے شک ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں یہی وہ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے صلوة، رحمتیں نچھاور ہوتی ہیں اور یہی لوگ حقیقت میں ہدایت یافتہ ہوتے ہیں

یہ عظیم جدوجہد مندرجہ ذیل ترجیحات پر مشتمل ہے۔

8.1 اپنے جسم کے خلاف جہاد

جہاد کی یہ پہلی منزل ہے اس کا مقصد اپنے جسم کے ملک پر اپنے رب کی حکومت کرنا ہے۔ چنانچہ ولی کے سامنے پہلا کام اپنے آپ پر نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کا نفاذ اور سفلی خواہشات کی مخالفت ہے۔ یعنی اپنے جسم کی مملکت پر فتح حاصل کرنا۔ اس میں کامیابی کے لئے تعلیم و تربیت اور علم کا حصول لازمی ہے۔ ولایت کے راستہ میں یہ وہ پہلی جنگ ہے جسے مومن کو جیتنا ہے۔ ”دیگراں را نصیحت خود را نصیحت“ یعنی اسی بات کا حکم کرنا جو انسان خود نہیں کرتا، یہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ انسان وہ کہے جو وہ خود نہیں کرتا۔

لہذا ولی کے قول و فعل میں فرق ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر فرق آگیا تو ولی جیتے جی مر گیا۔ اس لئے وہ سب سے پہلے اپنی اصلاح پر توجہ دیتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مطابقت اور اتباع میں زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ ولایت کا حقیقی ٹیسٹ بھی یہی ہے کہ دیکھا جائے اس کے قول اور فعل میں کس قدر تضاد ہے اور وہ اسوہ حسنہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنانے میں کس حد تک

کامیاب ہوا ہے۔ لازمی ہے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا رنگ غالب ہو۔ ایسا شخص لوگوں کے ہجوم میں بھی آپ کو صاحب وقار، صاحب جلال، صاحب بزرگ اور صاحب کمال نظر آئے گا۔ یاد رکھو اگر کسی آدمی کے قول و فعل میں تضاد ہے تو وہ فراڈ ہے۔ اس کی باتوں میں اثر ختم ہو جاتا ہے۔

8.2 اسباب کے لئے جہاد

جہاد فی سبیل اللہ کی ایک اہم اور مسلسل فریضہ ہے جس کے لئے اپنے آپ کو ہمیشہ تیار رکھنا ہے۔ جس کے لئے اولیاء کئی طرح کی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اسی میں علم کا حصول، رزق کی کمائی، جسم کو صحت مند رکھنا، تدبیر، منصوبہ بندی، اسباب کا حصول، ہتھیاروں کی ایجاد اور صنعت سازی وغیرہ سبھی شامل ہیں۔ یوں تو یہ سب دنیا داری کے کام نظر آتے ہیں لیکن اگر نیت اعلیٰ کلمۃ الحق کی ہو تو بہت بڑی عبادت ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگرچہ مومنین پر اسباب کی تیاری واجب ہے لیکن اسباب پر توکل کرنا حرام ہے۔ اس لئے مقدور بھر جہاد کی تیاری کے بعد توکل علی اللہ جہاد کی تیسری شرط ہے لیکن توکل ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا نہیں بلکہ حتی الوسع تدبیر و کوشش کرتے ہوئے نتائج اپنے رب کے سپرد دینا ہے۔ اس کے بعد اللہ کا ولی خوف و غم سے آزاد اپنے رب کے فیصلے کا منتظر ہوتا ہے۔ فتح ہو یا شکست بہر حال مشن جاری رہتا ہے۔

8.3 صلح کے لئے جہاد

یہ بھی یاد رہے کہ جہاد صرف لڑائی نہیں بلکہ صلح کے لئے کوشش کرنا بھی جہاد ہی کا حصہ ہے۔ اس کے لئے میثاق مدینہ اور صلح حدیبیہ جیسی اعلیٰ ترین مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ اصل مقصد لوگوں تک دین حق پہنچانا اور مخالفین کے دل جیت کر انہیں اللہ رب العالمین کے سامنے لے آنا ہے۔ اس لئے حتی الوسع صلح کے لئے کوشش کرنا اور مخالفوں کے اندر رہ کر ان کو دین کی تبلیغ کرنا جہاد اکبر ہے۔ لہذا اللہ کے دوستوں کی ترجیحی پالیسی محبت، محنت، حکمت اور صلح جوئی کی ہوگی۔

وہ ہر صورت فتنہ سے بچے گا اور لڑائی میں پہل کرنے سے کترائے گا۔ اس کے نزدیک لڑائی سے بچنے کی کوششیں بھی جہاد ہیں۔ اس لئے ڈپلومیسی، ملاقاتیں، بات چیت، مذاکرات وغیرہ سبھی جہاد کے ذمرے میں آتے ہیں۔ اگر دشمن اللہ کے دین کی راہ میں مزاحمت سے باز نہیں آتا اور آپ وہاں دعوت کا کام جاری نہیں رکھ سکتے تو بالآخر وہاں سے ہجرت کرنا بھی جہاد ہی کا حصہ ہے۔ اس لئے کہ اپنے آپ کو قبل از وقت تیار کئے بغیر دشمن کے مقابلہ میں لا کر ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے مدینہ ہجرت اس کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

8.4 جہاد اور قتال

قتال جہاد کی آخری شکل ہے۔ جب دشمن آپ پر چڑھ دوڑتا ہے اور فتنہ سے باز نہیں آتا، اس وقت قتال ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اب ماسوائے جنگی حکمت عملی کے (Strategic Retreat) پیچھے ہٹنا حرام ہے۔ اگر خوف سے بھاگتے ہوئے مر گیا تو حرام موت ہوگی اس لئے جہاد کے اس مقام پر پہنچ کر اللہ کا ولی اپنی جان و مال اپنے رب کی راہ میں خوشی خوشی پیش کر دیتا ہے، اور اس وقت تک لڑتا رہتا ہے جب تک فتنہ ختم نہیں ہو جاتا یا وہ خود ختم نہیں ہو جاتا۔ اگر اس دوران موت آجائے تو وہ شہید ہے اگر بچ جائے تو غازی ہے۔ ہر حال میں وہ فاتح ہے۔ اللہ کے ولیوں کے لئے یہ دونوں ہی اعلیٰ ترین اعزاز ہیں۔

8.5 روحانی جہاد اور اہل اللہ کے فرائض

جاننا چاہیے کہ اہل اللہ کو جو انعامات عطا ہوتے ہیں وہ ان کے اپنے لئے نہیں بلکہ یہ انہیں اللہ کی طرف سے مخلوق کی خدمت کے لئے دیئے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے خیر الناس من ینفع الناس۔ لوگوں میں بہترین وہ ہے جو لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع رسا ہے۔ اس لئے اولیاء اللہ اپنے رب کی مخلوق کو نفع پہنچانے میں لگے رہتے ہیں۔ جہاں تک ان

کی ذات کے لئے فوائد کا تعلق ہے وہ انہیں آخرت میں ملیں گے۔ وہ احسان کرتے جاتے ہیں لیکن بدلہ کی تمنا کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے۔

اس دنیا میں ان کا بڑا مقصد لوگوں کو دین کی طرف بلانا اور انہیں جہنم کی آگ سے بچانا ہے۔ اس کا مقصد حیات سورہ حم سجدہ کی آیت 33 میں واضح کیا گیا ہے۔

”وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ“
 ”اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔“
 (حم سجدہ، آیت 33)

سب سے اچھی بات لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کے لئے اللہ کے ولی خدمت اور عاجزی کی راہ اپناتے ہیں اور حکمت سے حالات کے مطابق لوگوں سے معاملہ کرتے ہیں اور اپنے اسلام پر خوش ہوتے ہیں۔ اس لئے ولی کے ہاں لوگوں کی ذہنی و جسمانی اور روحانی ضروریات کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہے تاکہ لوگ ان کے کردار سے متاثر ہو کر دین کی طرف آئیں۔

8.6 حقوق العباد

اللہ کے ولی کے لئے حقوق العباد بڑا اہم مسئلہ ہے۔ وہ ان کے لئے جس قدر محتاط ہے کسی اور چیز کے لئے شاید نہ ہو۔ اس لئے کہ بندے سے معاف کروانا مشکل ہے۔ حقوق اللہ میں کمی رہ جائے تو غفور الرحیم سے معافی کی پکی امید کی جاسکتی ہے لیکن آدمی کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے اللہ کے اولیاء حقوق العباد کو بڑی احتیاط اور کوشش سے پورا کرتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے **الخلق عيال الله** مخلوق اپنے خالق کا کنبہ ہے۔ اس لئے اللہ کے ولی کو انسان تو انسان اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق، جمادات و نباتات، حیوانات سب پر ہی پیارا آتا ہے

اور وہ سب کے حقوق اور مقام کا خیال رکھتا ہے لیکن انسانوں سے تو خصوصی محبت عزت و تکریم سے پیش آتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے خود فرماتا ہے **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ** (سورہ بنی اسرائیل، آیت 70) اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو (بلا تفریق مذہب و ملت) مکرم بنادیا ہے۔ ”لہذا اللہ کے دوستوں پر فرض ہے کہ وہ انسانی حقوق کا بہت خیال رکھیں، کسی کی عزت نفس کو مجروح نہ ہونے دیں اور لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کریں اور اپنے تمام اسباب کو ان کے لئے بروئے کار لائیں۔ صلح جو ہوں۔ حتیٰ کہ اگر کسی میاں بیوی کے درمیان جھگڑا ہو تو وہ بھی دور کرانے کی کوشش کریں۔ وہ خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ یہاں اپنی ذات کے فائدے کی بات ہو وہاں سے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ ان کے لئے بہترین مثال سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دربار اقدس لوگوں کے لئے رحمت بھی تھا اور عدالت بھی، اور آپ ہر کسی کے غمخوار ساتھی تھے اور کسی سے کوئی ذاتی تمنا نہیں کرتے تھے۔

عوام کی طرف سے ہی اولیاء اللہ پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ حاضر، غائب ہر طرح کے حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔ خود بھی کریں اور دوسروں سے بھی کروائیں۔ چنانچہ اولیاء اللہ ہر وقت اللہ سے مانگتے رہتے ہیں۔ ان کے ہاتھ اس کے دربار میں مانگنے کے لئے اٹھے رہتے ہیں۔ دنیا کے حکمرانوں سے بھی وہ دوسروں کی نیک حاجات پورا کرنے کے لئے سفارش کرتے ہیں لیکن اپنے لئے کسی سے سوال نہیں کرتے۔

جہاں تک غیر مسلموں کا معاملہ ہے اہل اللہ پر ان کا بھی بڑا حق ہے۔ وہ ان سے نہایت محبت سے پیش آتے ہیں اور انہیں نہایت حکمت سے اسلام کی برکات سے آگاہ کرتے ہیں۔ پیارا اور ہمدردی سے انہیں حیات بعد الموت کے واقعات کی خبر دیتے ہیں تحفہ تحائف سے ان کے دل جیتنے کے لئے کوشش کرتے ہیں اور ان کی ہدایت کے لئے دعا گورہتے ہیں۔ غرض ہر طریقہ سے ان کے دل جیتنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں۔

اہل اللہ پر خواص کا حق یہ ہے کہ انہیں فتنوں سے بچانے کی کوشش کریں۔ سب سے بڑا

فتنہ تو گمراہی اور ظلم کا ہے۔ اہل اللہ کو چاہیے کہ ان سے تعلقات قائم کریں اور انہیں ان کی خامیوں کے بارے میں حکمت سے آگاہ کرتے رہیں اور اگر وہ ظلم کرتے ہیں تو ہر ممکن طریقے سے انہیں ظلم سے باز رہنے کی تلقین کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے، ”مظلوم کی مدد کرو اس کا حق دلا کرو اور ظالم کی مدد کرو اسے ظلم سے روک کر۔“

8.7 حکمرانوں کی وسواس الخناس سے حفاظت

ایک خاص نکتہ جس کی طرف آج کل اہل اللہ بہت کم توجہ دیتے ہیں وہ اہم قومی شخصیات کو دشمنوں کے جناتی، شیطانی اور جادو کے حملوں سے بچانے کی کوشش ہے۔ اسلامی حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر فائز لوگ خاص طور پر دشمن کے ٹارگٹ ہوتے ہیں۔ ان کے جوگی فقیر جادو اور جنات کے عامل اور روحانی طاقتوں (Psychic Powers) کے مالک مسلمان لیڈروں کے اذہان پر وسوسوں، خوف اور ذہنی انتشار کے بم پھینکتے رہتے ہیں۔ جس کے زیر اثر وہ صحیح فیصلہ کرنے کی بجائے خوف اور ذہنی انحطاط کا شکار ہو کر دشمن کی حسب مرضی فیصلے کرنے لگتے ہیں۔ عام لوگ کہتے ہیں انہیں طاقت کی کرسی نے بدل دیا ہے۔ حالانکہ وہ بے چارے وسواس الخناس کے شکار ہوتے ہیں۔ اس کام میں یہود و ہنود خاص طور پر ماہر ہیں۔

امریکی مصنف مور ہاؤس (David House) جو خود CIA کے روحانی سراغ رسانی کے محکمہ میں پندرہ سال رہے ہیں اپنی کتاب **Psychic Warriors** جو کہ 1999 میں یو۔ ایس۔ اے میں چھپی ہے، میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی اس سب سے بڑی سراغ رسانی کی ایجنسی میں روحانی سراغ رسانی کا بڑا منظم محکمہ ہے جس میں وہی افسر لئے جاتے ہیں جو قدرتی طور پر روحانیت میں زیادہ ترقی یافتہ ہوتے ہیں اور پھر خصوصی تربیت کے ذریعہ ان کی ان صلاحیتوں کو مزید نکھارا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ خیال کی قوت کے زور پر اپنے دشمن کے راز معلوم کرنے، ان کے ہتھیاروں کے ڈیزائن کا کھوج لگانے اور ذمے دار عہدوں پر فائز اشخاص کے

ذہنوں کو حسب مرضی متاثر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میجر مور ہاؤس کے مطابق CIA نے اس شعبہ میں حیرت انگیز کامیابی حاصل کی ہے۔

یقیناً یہ روحانی علوم کا غلط استعمال ہے لیکن افسوس کہ ایسا ہو رہا ہے اور ان کے خصوصی شکار ذمہ دار ہستیاں ہیں۔ ان کے اثرات سے بچنے کے لئے یا تو ذمہ دار لوگ خود روحانی طور پر اتنے طاقتور ہوں کہ دشمن کے Psychic حملے ان پر اثر انداز نہ ہوں یا اہل اللہ ان کی حفاظت کریں۔ یہ ان کی طرف سے قومی جہاد میں حصہ لینے کے مترادف ہوگا۔ اس لئے چاہیے کہ اہل اللہ دشمن کے روحانی، جناتی اور جادوئی حملوں کے خلاف خاموشی سے اپنے قومی راہنماؤں کی روحانی حفاظت کرتے رہیں۔ یقیناً روحانی جنگ کا مقابلہ تو صرف روحانی جنگ سے ہی ہو سکتا ہے۔ (تفصیلات کے لئے ہماری کتاب ”ماورئی سے استفادہ فرمائیں“۔)

عام قاری کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ جادو گروں کے جادو، حاسدوں کے حسد، دسواس الخناس کے شر، شیاطین، جنات اور انسانوں کی برائی سے بچنے کے لئے سورہ الاخلاص، سورہ الفلق اور سورہ الناس کے ذکر کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعا کرتے رہیں اور آیت الکرسی کا مراقبہ کریں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ رات سونے سے پہلے اپنے جسم اطہر پر ان سورتوں کی تلاوت کے ساتھ دم فرماتے۔ گھروں اور دفاتر میں بھی ضروری ہے کہ روزانہ ان کے ساتھ دم کیا جائے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اولیاء کا تعلق ہے چونکہ وہ شیاطین کے حملوں کا خصوصی ٹارگٹ ہوتے ہیں اس لئے انہیں چاہیے کہ خود بھی دن میں کئی بار کلام اللہ کی یہ سورتیں پڑھ کر اپنے رب کی پناہ میں رہیں۔ ان سے کوئی کام خلاف شرع سرزد نہیں ہونا چاہیے ورنہ حفاظت کا حصار کمزور پڑ جائے گا۔ فرشتے وہاں سے ہٹ جائیں گے اور شیطان ان کمزور مقامات سے تابڑ توڑ حملے کر کے مقام ولایت کو غارت کرنے کی کوشش کریں گے۔



اولیاء اللہ کی مجالس اور ان کے ذاتی خصائل

9.1 فریب خانوں سے بچو

اب ہم اس طرف آتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی مجالس کیسی ہوتی ہیں؟ مسلمانوں کو حکم ہے کہ اہل اللہ کی مجالس سے فیض حاصل کرو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا تھا (بخاری، مسلم)۔ یہ سوال کہ اتنی ساری گدیوں اور پیر خانوں میں ہمیں کیسے پتہ چلے کہ کہاں جائیں اور کہاں رک جائیں؟ بڑا مشکل سوال ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ کے سچے ولی کم آمیز، کم گفتار، عاجز، بے نام بندہ ہونا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس لئے انہیں ڈھونڈنا پڑتا ہے۔ ان کے برعکس جعلی پیروں کی گدیاں کاروباری ادارے ہیں جن کی باقاعدہ تشہیر اور مارکیٹ ہوتی ہے۔ لہذا زیادہ تر لوگ اطمینان کی تلاش میں ان کی شعبہ بازی، کرامتوں کے ڈھنڈورے کے پیچھے پہنچ جاتے ہیں۔ ان کے پیر کے مقام عالیہ کا حساب مریدوں کی تعداد سے لگتا ہے۔ ایسے جعلی پیروں سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہیں۔ ان کے پیر خانے شیطانوں کی وہ جولان گاہیں ہیں جہاں سب کچھ برباد ہو سکتا ہے اور آپ کو خبر بھی نہ ہو۔ اس لئے رہبر کے چناؤ میں بہت احتیاط کریں۔ غلط رہبر سے رہبر کے بغیر رہنا بہتر ہے۔

9.2 حقیقی ولی کی مجلس

اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی پہلی پہچان یہ ہے کہ ان کی مجالس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے آباد ہوتی ہیں اور ان کے ہاں ہر بات کا مقصد، اس کا آغاز اور اختتام سب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے ہوتا ہے۔ اس سلسلہ

میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن بھی کہتے تھے کہ ”محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنے رب سے عشق ہو گیا ہے“ اور اللہ تعالیٰ بھی آپ کی اسلام کے لئے جدوجہد دیکھ کر فرماتے ہیں، ”اے نبی کیا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگوں کو تبلیغ کرتے کرتے اپنے آپ کو ہلکان کر لیں گے؟“ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے ہاں بھی یہی اسوہ حسنہ نظر آنا چاہیے۔ ان کی مجلس محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے کبھی خالی نہیں ہوتی۔ ان کے ہاں ”میں اور ہم“ کی بجائے ”وہ اور اس“ کی بات ہوتی ہے۔ اسی کے حوالہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا ذکر ہوتا ہے۔ وہاں اگر فکر ہے تو لوگوں کو جہنم کی آگ میں گرنے سے بچانے کی فکر ہوگی اور اپنے انجام بخیر کی۔ یہی ان کی حقانیت کی پہچان ہے۔

اگرچہ کوئی آدمی اپنی کرامات میں کتنا ہی پہنچا ہوا کیوں نہ ہو لیکن اس کا دربار اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے خالی ہے یا ان کا ذکر اول درجے پر نہیں ہوتا تو وہاں شیطان رہتا ہے۔ خیریت اسی میں ہے کہ وہاں سے اٹھ جائیں۔

دلی کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کا ہاتھ دینے والا ہوتا ہے لینے والا نہیں۔ وہ قاسم ہے جمع کرنے والا نہیں، وہ نخی ہے بخیل نہیں۔ ان کے ہاں خواص اور عوام کی بات نہیں سبھی اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ نذرانوں اور چڑھاؤں کی اہمیت نہیں۔ بیت المال میں اگر کچھ آگیا تو وہ جمع کرنے کے لئے نہیں سب کچھ اللہ کا اور اللہ کے مہمانوں کا ہے۔ اگر آپ کسی دربار میں یہ باتیں نہیں دیکھتے تو سلامتی اسی میں ہے کہ خاموشی سے بچ کر نکل آؤ۔

آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے دلی کی مجلس میں انسان کے اکرام اور حقوق العباد کا بڑا خیال رکھا جاتا ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں امام الانبیاء سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھایا کہ انسان کی تکریم خانہ کعبہ سے بھی زیادہ ہے اور خود خالق کائنات کا ارشاد ہے، ”وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ“ (سورہ بنی اسرائیل، آیت 70) ”اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو مکرم بنادیا ہے۔“ اس لئے اللہ کے دوستوں کے دربار میں آپ دیکھیں گے وہاں آدمی کے رتبہ کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کی آدمیت کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔

9.3 ولی کی ذات۔ اللہ کی رضا کی تلاش، محنت و توکل کا مخزن

اوپر ہم نے جو اولیاء اللہ کی مجالس کا ذکر کیا ہے دراصل یہ ولی کا اپنا ہی رنگ ہوتا ہے۔ ان کے ہاں آپ دیکھیں گے کہ نفع و نقصان، آرام و تکلیف، صحت و بیماری، غریبی و امیری، اچھے برے ہر قسم کے حالات کو ”اللہ“ کی یاد سمجھتا ہے۔ ولی تکلیف سے پریشان نہیں ہوتا، نعمت کی خوشی میں بے قابو نہیں ہوتا، وہ ہر حال میں مطمئن رہتا ہے۔ حرف شکایت کی بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر اس کا وظیفہ ہوتا ہے، وہ تکلیف اور راحت دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا ڈھونڈتا ہے۔ چیزوں کو منفی نہیں بلکہ مثبت انداز میں لیتا ہے۔ اس کی نظر تقدیر پر نہیں بلکہ اپنے اعمال پر ہوتی ہے اس لئے کہ تقدیر مالک کی طرف سے امتحانی پرچہ ہے اور ہمارا حساب تقدیر کے اس پرچہ پر ہمارے ردِ عمل پر منحصر ہے۔ اس لئے وہ دنیا کے کھوجانے کے خوف سے آزاد ہوتا ہے۔ دنیا کے حال میں سے اگر اس کی کوئی فکر ہے تو مثبت ردِ عمل حلال کسب اور حلال رزق ہے۔ ولی کی مجالس بھی ان صفات کا بھرپور مظاہرہ ہوتی ہیں۔

ایسے اولیاء اللہ کی شان میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ”ولا خوف علیہم ولا ہم یحزنون“ (سورہ یونس، آیت 62) نہ ان پر خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوتے ہیں۔ اگرچہ تکلیف میں ان کے جسم پر درد کے اثرات ہوں گے جو فطری امر ہے لیکن یہ تکلیف ان کی روح کو پراگندہ نہیں کرتی۔ اللہ کا ولی اپنے رب پر اس قدر اعتماد اور توکل رکھتا ہے کہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی وہ اپنے ساتھیوں کے لئے صبر، بہادری اور امید کی چٹان ہوتا ہے۔ غزوہ احد اور غزوہ خنین میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ ان کے لئے راہنما مثال ہے۔

اللہ کا ولی زندگی سے اگر محبت کرتا ہے تو اس لئے کہ وہ اس میں رہتے ہوئے لوگوں میں اپنے رب کا نام بلند کر سکتا ہے اور موت سے محبت کرتا ہے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ وقت وفات بھی آپ اللہ کے ولی کے لبوں پر مسکراہٹ، چہرہ پر سکون اور دل اپنے رب کی طرف سے پر امید پائیں گے اور ان کی مجالس میں بھی یہی خصوصیات نظر آئیں گی۔

ان کے لئے اگر کوئی واقعی مشکل بات ہے تو دوسروں کے سامنے اپنی ذات کے لئے دست سوال دراز کرنا ہے۔ مریدوں کی محنت کی کمائی اور تحفے تحائف وصول کرنا ان کا کام نہیں۔ البتہ دین کی تبلیغ اور مظلومین کی امداد کے لئے وہ سب کو ابھارتے ہیں اور سفارش بھی کرتے ہیں۔

اولیاء اللہ کی ذات میں آپ ایک اور خاص بات یہ بھی دیکھیں گے کہ وہاں شریعت پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور طریقت کے نام پر بھی وہاں کوئی غیر شرعی بات نہیں ہوتی۔ جیسے ہم ابتداء ہی میں بتا چکے ہیں طریقت شریعت ہی کے اندر ہے اور اس کی پابندی سب پر لازم ہے۔ چنانچہ اولیاء اللہ کے نزدیک شریعت کے مطابق گناہوں کی کثافت سے بچنا، نیکیوں میں سبقت لینا، دوسروں کے لئے نفع بخش ثابت ہونا، سفلی جذبات کو قابو میں رکھنا، دوسروں پر ستم ظریفی سے بچنا، دنیا کی محبت سے دور رہنا اور خاص طور پر کمانے اور کھانے پینے میں حلال و حرام کی تمیز کرنا نہایت اہم امور ہیں۔

امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ ولی کی مجلس میں نہی عن المنکر پر بھی برابر کا زور دیا جاتا ہے۔ نہی عن المنکر میں زیادہ خطرناک جذبے مخلوقات پر ظلم، لوگوں سے حسد، دنیاوی شان و شوکت کی حرص، جہاد سے بزدلی، شریعت سے غفلت اور سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری کے ہیں۔ انہی میں سے اپنی ذات کے لئے غصہ اور نفرت کا جذبہ ہے لیکن اگر نفرت اور غصے کا سبب اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو یہ دونوں جذبے نفس کی تطہیر کا باعث ہیں۔ اس لئے ولی کی حرص کا رخ اللہ کی ذات ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ مومن نیکی کے لئے ایسے ہی حریص ہوتا ہے جیسے دنیا دار دنیا کے لئے حریص ہوتا ہے۔

چونکہ شہوت اور کھانے پینے سے زیادہ رغبت بھی نفس کے لئے نقصان دہ امر ہیں اس لئے اللہ کے ولی کی مجالس میں بھوک کو احسن سمجھا جاتا ہے اور کم کھانا تو ان کی لازمی مشق ہے۔ چونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر روزہ رکھتے تھے اس لئے آپ کی اطاعت میں اللہ کے ولی بھی اکثر روزے سے ہوتے ہیں۔ اس احتیاط کی بنا پر آپ دیکھیں گے کہ عام طور پر اللہ کے

دلیوں کی نشانی ان کے پتلے جسم اور لباس کی سادگی ہے۔

اللہ کے ولی کی مجلس میں علین کے جذبات کی آبیاری ہوتی ہے اور سفلی جذبات کو مارا جاتا ہے۔ ان کی مجلسوں کے معمولات تزکیہ نفس کی خاطر ہوتے ہیں جن میں زیادہ تر کا تعلق جسم کی مرغوب اشیاء کی مخالفت ہے۔

مثلاً ایثار ضد ہے حرص اور لالچ کی، فروتنی اور خاکساری ضد ہے کبر و غرور کی، رحم و حلم ضد ہے غصہ کی، محبت ضد ہے نفرت کی، شجاعت بزدلی کی، سخاوت بخل کی اور دیانت خیانت کی ضد ہے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ اس میں کہاں تک کامیاب ہیں اللہ کے ولی روزانہ اپنا محاسبہ کرتے ہیں اور توبہ کے ذریعے اپنی کمزوریوں کو دور کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا محبوب مشغل توبہ، استغفار ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو معصوم اور رب کائنات کے حبیب اور سید الاولین والآخرین ہیں نے فرمایا کہ میں بھی دن میں ستر بار (یعنی بے شمار دفعہ) اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔ اس لئے سنت طیبہ کی اتباع میں مجالس اولیاء اللہ میں بھی کمزوریوں کی تلافی کے لئے نہایت عاجزی سے توبہ کی جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ مومن ایک جگہ نہیں ٹھہرتا بلکہ اس کا مقام ہر آن ترقی پذیر ہوتا ہے۔ چنانچہ اولیاء اللہ کی مجالس بڑی جاندار ہوتی ہیں۔ وہاں سب میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زبردست شوق پایا جاتا ہے۔ آپ وہاں پر کبھی بھی حالت جمود نہیں پائیں گے، بلکہ ان کا آج ان کے کل پر اگلا قدم ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اللہ کا ولی ایک متحرک (Dynamic) باتدبیر، صاحب عمل بندہ ہوتا ہے۔ جیسے سورج اپنے سیاروں کو اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ بھی اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھتے ہیں۔

ان صفات کریمہ کے علاوہ اللہ کے دلی دعائیں بہت کرتے ہیں۔ حاجت مند کی حاجت روائی کے لئے ان کے ساتھ مل کر اللہ تعالیٰ سے مانگتے ہیں اور جب کسی کا کام ہو جاتا ہے تو اسے اپنا کمال نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل سمجھتے ہیں۔ ان میں بہت سے مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ ولیوں کے سردار حضرت ادریس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں سرور کائنات صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اگر وہ کسی بات کے لئے اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا کر دے گا۔ اگر تم ان سے دعائے مغفرت حاصل کرنے کا موقع پاسکو تو ضرور ان سے دعائے مغفرت کرائو۔“ (بخاری)

بہر حال دلی اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوتا ہے، اپنی دعاؤں میں بہت عاجزی کرنے والا۔ وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز منوانہیں سکتا۔ عرض کر سکتا ہے۔ مالک کی مرضی ہے مانے یا نہ مانے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا بہت قدردان ہے۔ اس لئے دعاؤں کی قبولیت کی سعادت اولیاء اللہ کو بالعموم حاصل ہوتی ہے لیکن یہ دلی کا حق نہیں محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔

آپ یہ بھی دیکھیں گے کہ اللہ کے دلی کی زبان پر حرف شکایت نہیں آتا، دنیا کا نفع انہیں زیادہ سرور نہیں کرتا اور نقصان انہیں خوف و الم میں نہیں ڈالتا۔ شریعت کا اتباع ان کا طریقہ ہوتا ہے اور صلوٰۃ کا ضائع ہو جانا ان کے نزدیک دنیا جہاں کے ضائع ہو جانے سے زیادہ خوفناک ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے حضور غوث اعظم کا وہ واقعہ تو سنایا ہو گا جب خبر آئی کہ آپ کا جہاز غرق ہو گیا ہے تو آپ نے فرمایا الحمد للہ۔ بعد میں جب یہ خبر غلط ثابت ہوئی تو پھر فرمایا الحمد للہ۔ آپ کو جہاز کے ڈوب جانے سے قلق ہوا نہ بچ جانے سے خوشی ہوئی، بلکہ دونوں خبروں کو اللہ تعالیٰ کی مشیت سمجھ کر خوش دلی سے قبول کیا۔

اگر کسی دلی کی صحبت میں آپ کو مندرجہ بالا فوائد حاصل ہوتے ہیں تو وہ آپ کے لئے فیض کا منبع ہو سکتا ہے۔ اگر آپ ان کی محفل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی بجائے کرامتوں کا شور اور ”میں اور تو“ ذات کی بڑائی پاتے ہیں تو وہاں سے بچ کر نکل جائیں۔



ولایت کا نصاب

10.1 ہم اللہ تعالیٰ کے ولی کیسے بن سکتے ہیں؟

یہ سوال کہ ہم اللہ کے ولی کیسے بن سکتے ہیں؟ بہت مشکل ہے۔ ولایت کوئی کسب نہیں کہ جیسے ڈاکٹریا انجینئر بننا چاہتا ہے، کسی سکول سے پڑھ کر ہم ولی بن جائیں ایسا نہیں۔ اس کا انحصار نہ ہی دین کے علم پر ہے اور نہ یہ دنیا کے علم پر ہے۔ ہم علم کی نفی نہیں کر رہے، یہ سب اہم ہیں لیکن لازمی نہیں۔ ولایت تو اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ میں کسی کی دوستی کی اپنے دل میں کتنی بھی خواہش رکھوں جب تک وہ مجھے اپنے دل سے دوست قبول نہیں کرے گا دوستی کا مقام نہیں ملے گا۔ لیکن ولایت کوئی لاٹری بھی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے ہم شوق، توجہ، اخلاص، محنت، مجاہدات اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے آپ کو اہل ثابت کریں اور پھر اللہ کی رحمت کا انتظار کریں۔ اس سلسلہ میں ہم ولی کے خصائل اس کی صفات، عادات معمولات وغیرہ کے متعلق پڑھ چکے ہیں۔ ان معمولات کا اپنا تا ولایت کا اولین سبق ہے۔ جہاں تک ولایت کے نصاب کا تعلق ہے۔ اس کا نصاب کھل قرآن کریم ہے اور اس کے حصول کا انحصار اللہ تعالیٰ کی پوری کی پوری کتاب پر عمل کے توازن میں ہے۔ سورہ المؤمنون، آیات 1-11 اس کی بنیادی باتیں ہیں فرمایا

یَقِینًا فَلَاحَ پَائِیں گے وہ ایمان والے جو اپنی	قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝
صلوٰۃ میں خشوع اختیار کرتے ہیں، اور	هُمْ فِی صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝
لغویات سے دور رہتے ہیں، اور جو زکوٰۃ دینے	وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ
میں کوشاں رہتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی	مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ
حفاظت کرتے ہیں ماسوائے اپنی بیویوں کے	لِلزَّكَاةِ فَعِلُونَ ۝ وَالَّذِیْنَ هُمْ

لِفُرُوجِهِمْ حِفْظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ
أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ
فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنْ
ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْعَادُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لَا مُنْتَهِيَهُمْ
وَعَهْدُهُمْ رُءُوفُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ
عَلَىٰ صَلَواتِهِمْ يُحَافِظُونَ ۝
أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَرِثُونَ ۝ الَّذِينَ
يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا
خَالِدُونَ ۝

اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمن
 میں ہوں کہ اس پر وہ قابلِ ملامت نہیں
 ہیں البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں
 وہی زیادتی کرنے والے ہیں اور جو اپنی
 امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے
 ہیں اور جو اپنی صلوة کی محافظت کرتے
 ہیں۔ یہ وہ وارث ہیں جو میراث میں
 فردوس پائیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ
 رہیں گے۔

(سورہ المؤمنون۔ آیات 1-11)

آپ نے دیکھا کہ فلاح کے اس نصاب کا آغاز صلوة اور زکوٰۃ سے ہوتا ہے۔ یہ مومنین
 کے قلب میں داخلہ کی نہایت بنیادی شرائط ہیں۔ اس کے بعد لغویات سے بچنا، خاندانی نظام کا
 تحفظ اور صنف مخالف کے ساتھ اخلاقی تعلقات کی اہمیت ہے۔

ان شرائط کے ساتھ ساتھ اہم ترین بات وعدہ وفا کی امانتوں کا تحفظ، جھوٹ اور بددیانتی
 سے بچنے کی بات ہے۔ ان کے علاوہ معمولات میں صلوة ذکر، اذکار مجاہدات، تسبیحات کا خیال رکھنا
 بڑا اہم ہے۔ جو لوگ ان بنیادی باتوں پر عمل کریں گے وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت کے راستہ پر چل نکلے
 ہیں۔ ایسے فلاح یافتہ لوگوں کا انعام جنت الفردوس ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

فلاح کے اس بنیادی نصاب میں سے کوئی ایک کمی بھی تباہ کن ہوگی۔ اس لئے آپ اللہ
 کا ولی بننا چاہتے ہیں تو قرآن کریم کے نصاب کی تکمیل میں لگ جائیں راستہ مل گیا، منزل بھی مل
 جائے گی (انشاء اللہ)۔ اس کی پریکٹیکل مثال صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہے۔

سورہ البقرہ میں ارشادِ ربانی ہے، ”اللہ ولی الذین آمنو“، ”اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہے جو ایمان لائے“ یہ ہر مسلمان کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ ہر مومن کا ولی ہے یعنی دل سے اعلان کہ ”اللہ کے علاوہ کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں آپ کو ولایت کے دروازہ تک پہنچا دیتا ہے۔ یہاں سے ولایت کا اگلا سفر شروع ہوتا ہے جو قرآن کریم کے گلشن سے گذرتا ہے اور صاحب قرآن کی معیت میں گذرنا چاہیے۔ یعنی اللہ کے ولیوں کے لئے آپ کا اسوہ حسنہ ہی بہترین طریقہ ہے قرآن کریم سے بڑھ کر ہدایت کا کوئی اور ذریعہ نہیں“ یہ انسان کو ولایت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیتا ہے۔

10.2 ولایت کے لئے بنیادی اصول

لہذا ولایت کے لئے گھر چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے نہ چلہ کشیوں کی، نہ کاروبار بند کرنا پڑتا ہے، نہ جنگلوں میں رہنا پڑتا ہے بلکہ دنیا کے تمام حلال مشاغل میں رہتے ہوئے مسلمانوں پر ولایت کا درکھلا ہے۔ آگے بڑھنے اور اس میں داخل ہونے کے لئے بس اتنی سی بات چاہیے کہ اپنا رخ سیدھا ہو اور دل میں اللہ تعالیٰ کا دوست بننے کی خواہش ہو اور آنکھیں بند کر کے صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر چل نکلو۔ ہر مشکل فیصلہ کے وقت صرف اتنا پوچھ لو، ”اگر یہی حالات آج حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش آجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کرتے؟“ اگر خلوص سے سوال پوچھو گے تو انشاء اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے فوری متمنی رہنمائی حاصل ہو جائے گی۔

10.3 پہلا قدم

اوپر کی بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ ولایت الہیہ کا مسئلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں بلکہ مسئلہ ہمارا اپنا ہے کہ ہم نے اپنے مہربان مالک کو چھوڑ کر غیروں کو اپنا ولی بنایا ہوا ہے۔ جس کو پانا

چاہتے ہیں اسی کی ذات پاک پر شک کرتے ہیں۔ ایمان تو رکھتے ہیں لیکن اعتماد نہیں کرتے۔ اس لئے اصل بات صرف اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھانے کی ہے۔ جب ہم میں سے بھی کوئی اللہ تعالیٰ کی دوستی یعنی ولایت کو محبوب بنالے گا اور اپنے معمولات میں اپنے اس نئے دوست کو باقی چیزوں پر ترجیح دے گا تو وہ ولایت کے راستے پر چلنے لگے گا۔ اعلیٰ مقامات کے حصول کی بات صرف شوق، محبت اور کشش کی ہے۔ جس طرف کا رخ ہو گا اسی طرف آپ بڑھنا شروع ہو جائیں گے۔ جیسے درخت خود بخود سورج کی طرف جھک جاتے ہیں۔

جہاں تک درجات اور قربت کا تعلق ہے اس کا انحصار اپنے دوست کے لئے ایثار محبت اور خود سپردگی پر ہے۔ اس کے لئے جن معاملات کا تعلق قلب سے تھا ان کی زیادہ تر وضاحت تو پہلے ہی ہو چکی ہے۔ اب ہم ان بنیادی اعمال کی طرف توجہ دیں گے جو ولایت کی گاڑی کے لئے پٹرول کا کام کرتے ہیں۔ یہ وہی کام ہیں جو ہر اچھے مسلمان کو کرنے چاہیں۔ ولی بننے کے لئے انہیں ذرا زیادہ سلیقہ سے کرنا ہے۔

رہنمائی کے لئے اگر آپ کو مناسب استاد مل جائے تو خوش قسمتی سمجھیں۔ اس لئے کسی شیخ یا رہنما کے حلقہ ارادت میں آنے پر کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن یاد رکھیں آخری پناہ گاہ اور سب سے بڑی رہبر و رہنما ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی ہے۔ خاتم النبیین کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی عاشقوں کو ہمیشہ اسی طرح میسر رہے گی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دنیاوی حیات طیبہ میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی فضاؤں کو معطر اور منور کرتے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ دیدار عام کا دور تھا اور اب دیدار خاص کا وقت ہے۔ انشاء اللہ جب آپ صدق دل سے اللہ کی ولایت کے لئے کوشاں ہوں گے تو کلام اللہ اور سنت طیبہ کا نور آپ کے دل کو روشن رکھے گا اور ہدایت کے درتے چچے خود بخود دکھلتے جائیں گے۔ یاد رکھیں مَنْ طَلَبَ وَجَدَا۔ جس نے طلب کیا پالیا اور ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ
سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ
الْمُحْسِنِينَ ۝
(سورہ العنکبوت، آیت 69)

”اور جنہوں نے ہمارے قرب کی طرف
کوشش کی تو ہم یقیناً انہیں اپنے راستوں پر
رہنمائی فرمائیں گے اور بے شک، اللہ نیکی
کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

آئیے اب ان بنیادی عوامل کا جائزہ لیں جو اللہ کے قرب کے حصول کے لئے ضروری
ہیں۔ دوبارہ غور فرمائیں کہ عمل کی وقعت نیت اور اسے سلیقہ سے کرنے میں ہے۔

10.4 حقوق العباد، حقوق اللہ

اس بات کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ کی دوستی اور اس کے قرب کی گہرائی میں
کوئی بھی درجہ پانے کے لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ جو مسلمان
ان سے غافل ہے وہ ولایت تو کجا، عام مسلمانی پر بھی پورا نہیں اترتا۔ ان کی ادائیگی ہی عبودیت کی
سند ہے اور دوستی یہاں ہی سے شروع ہوتی ہے۔ ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

حقوق اللہ کی روح یہ ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچے اور حقوق العباد کی روح
یہ ہے کہ وہ مخلوق کی دل آزاری سے بچے۔ جذبہ یہ ہو کہ مومن اپنے دل میں یہ احساس پیدا کر لے
کہ بندہ، بندہ ہے اور مالک، مالک ہے۔ بندے کو بندہ بن کر ہی رہنا ہے، مالک کے اشاروں پر
چلنا ہے اور اس کی رضا کے لئے جینا مرنا ہے۔ اس کی عبادات، قربانی، زندگی اور موت سبھی اللہ رب
العالمین کے لئے ہیں۔ اس کے بعد اپنا کیا رہ گیا؟

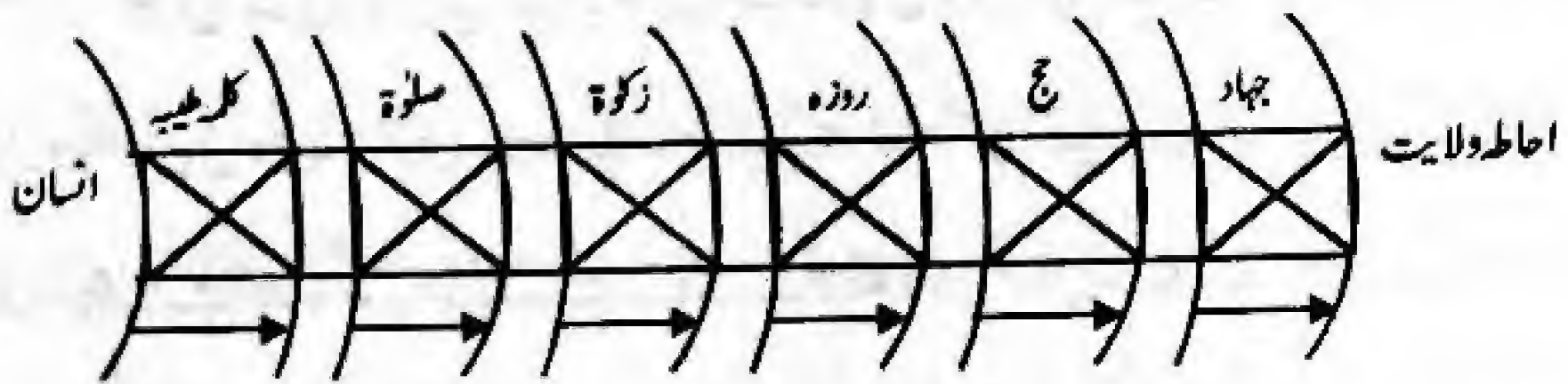
بندگی کے اس احساس کے ساتھ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے میں ولایت
ہے۔ اس کی عمارت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکام پر استوار ہے جن کے اوپر عمل کرنا اور
دوسرے انسانوں کو پیار و محبت سے اس طرف متوجہ کروانا اللہ کے دوستوں کا مشن ہے۔ حکم ربی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ ط (سورہ العمرآن، آیت 110)

”تم بہترین امت ہو، (ان سب امتوں)
 میں جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہیں۔ تم نیکی کا
 حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ
 تعالیٰ پر (صدق دل سے) ایمان رکھتے ہو۔

10.4.1 حقوق اللہ

حقوق اللہ میں اسلام کی بنیادی عبادات مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قرآن کریم کی
 تلاوت اور اللہ تعالیٰ کا ذکر شامل ہیں یہ سب شیطان کے خلاف ولی کا جہاد ہیں۔ تاکہ اس میں تقویٰ
 پیدا ہو اور انسان فحش اور بری باتوں سے بچ جائے۔ یہ سب اولیاء اللہ کے کلب میں داخلہ کی بنیادی
 شرائط ہیں۔ ان میں ہر ایک مقامات ولایت کی طرف کھلنے والا دروازہ ہے۔ اگر ان میں سے ایک
 بھی بند ہے تو آگے نہیں جاسکتا۔ سب دروازوں سے گذر کر مومن ولایت کے احاطہ میں داخل ہو
 جاتا ہے۔ آگے کیا ہوتا ہے؟ کیا ملتا ہے؟ ولایت کے درجات ہیں جن کا انحصار اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے توفیق اور فضل پر ہے۔



شکل نمبر 3: دائرہ ولایت میں داخل ہونے کے لئے کلمہ طیبہ، صلوٰۃ، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد زندگی
 مانند دروازوں کے ہیں۔ ہر دروازہ کا کھلا ہونا ضروری ہے۔ اگر کھلے ہیں تو پھر ایمان اور عمل کی
 راہوں سے گذر کر ولایت کی وسیع و عریض رونقوں میں پہنچ سکتے ہو۔ اگر ایک بھی بند ہو تو وہیں رک
 جاؤ گے۔

ان کے اوپر معروف کی جستجو اور برائی کے خلاف جہاد اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور توبہ اس محاذ کے اسباب ہیں اور نفلی عبادات دوست کی خدمت میں تحائف بھیجنے کے مترادف ہیں۔ اس لئے حقیقی قرب جہاد برائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، نوافل، ذکر و اذکار، مراقبہ اور تلاوت قرآن پاک سے ملتا ہے۔ ان کے بغیر اعلیٰ مقامات کی خواہش بے سود ہے۔ بے شک تسلسل کے ساتھ اللہ کا ذکر بہت بڑی عبادت ہے۔

10.4.1.1 وارنگ

حقوق اللہ ادا ہوئے کہ نہیں اس کی پہچان یہ ہے کہ اللہ کا ولی اپنے دل کو مالک کے لئے دنیا کی محبت سے خالی کر دے۔ قلب و دنیاوی فرائض ادا کرتے ہوئے بھی مالک کی حاضری میں رہے۔ بلھے شاہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ”ہتھ کاروچ، دل یاروچ“۔ یاد رکھیں اگر ان عبادات کے بعد بھی دل میں اللہ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت پیدا نہیں ہوئی یہ سب پوجا پاٹ تھا ہاتھ کچھ بھی نہ آیا (استغفر اللہ)۔

یاد رکھیں کہ اللہ کے ہاں مقدار (Quantity) کی بجائے خلوص (Quality) کی قدر زیادہ ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ”اللہ جمیل و یحب الجمال“ عبادت میں سلیقہ کی دلیل ہے۔ اس لئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی رب تعالیٰ کے جلال و جمال اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھ کر ہونی چاہیے۔

10.4.2 حقوق العباد

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حقوق اللہ کو حقوق العباد سے اور حقوق العباد کو حقوق اللہ سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ان کی مثال گاڑی کے دو متوازی پہیوں کی سی ہے۔ گاڑی تبھی آگے بڑھے گی اگر یہ توازن کے ساتھ بیک وقت ٹھیک ہوں گے۔ اس لئے ان دونوں کو علیحدہ تناظر میں

دیکھنا بہت غلط بات ہوگی۔ حقوق العباد کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل باتیں بڑی اہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر مومن کا ولی ہے اور مومنین اللہ کے ناطے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو مومن اللہ ہی کے لئے آپس میں محبت کرتے ہیں وہ قیامت کے دن رب العزت کے نور کے سایہ میں اٹھیں گے۔ ان کا دکھ درد، خوشی غم، عزت و اکرام اکٹھا ہی ہے۔ ان کی مثال ایک جسم کی ہے کسی جگہ بھی چوٹ لگے سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔

جہاں تک غیر مسلموں کا تعلق ہے وہ بھی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی امت ہیں لیکن بد قسمتی سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ بھی آپ کی محبت اور انسانی اکرام کے حق دار ہیں۔ اس لئے ان کی دل آزاری سے بچنا، ان سے مہربانی سے پیش آنا، حکمت سے ان تک دین حق پہنچانا اور ان کی ہدایت کیلئے دعا کرنا ایک مومن پر غیر مسلموں کا حق ہے۔ حقوق العباد میں قرابت کے مدارج کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔ سب سے بڑا حق والدین کا ہے اور پھر حسب قرابت ہے۔ پڑوسی کا اتنا بڑا حق ہے کہ اگر وہ آپ سے خوش نہیں ہے تو آپ کی عبادت کی قبولیت خطرہ میں پڑ گئی۔ انسانوں کے علاوہ آپ پر تمام دوسری مخلوقات کا بھی حق ہے۔ سر تاج انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الخلق اعیال اللہ۔ تمام خلق اللہ تعالیٰ کا عیال ہے۔ اس لئے اللہ کے ولی اپنے رب کی خاطر حیوانات، نباتات و جمادات سب سے پیار کرتے ہیں اور اسی پیار کے نتیجہ میں ان کی ضروریات کا بھی خیال کرتے ہیں۔ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتابھی بھوک سے مر گیا تو مدینہ میں عمر اس کا ذمہ دار ہوگا۔

10.5 حلال سے رغبت اور حرام سے نفرت

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلہ میں ہی حلال اور حرام کا مسئلہ بڑا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے۔ اپنے قول و فعل، کاروبار، کھانے پینے میں حلال اور حرام کی تمیز کرنا ہر مومن پر فرض ہے۔

جب کہ اولیاء اللہ مکروہات سے بھی بچتے ہیں۔ دراصل حرام ایمان کے لئے زہر ہے۔ جو جسم حرام کھانے پینے سے بنا ہے، اس کے مالک کی دعا قبول ہوتی ہے نہ ولایت میں اس کا کوئی حصہ باقی ہے۔ اس لئے کہ حرام کفر ہے اور حلال دین ہے۔ لہذا اللہ کے ولی حرام حلال کے بارے بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں اور حتیٰ الوسع وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے ہیں۔

حرام دو قسم کے ہیں حرام بالذات مثلاً مردہ جانور، خون، خنزیر، غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ صفاتی حرام ہیں جن میں ظلم سے ہتھیائی گئی جائیداد، ظلم کی کمائی، چوری ڈاکہ کی کمائی اور سود کے پیسوں سے خریدا ہوا مال وغیرہ بھی شامل ہیں۔ یہ سب کام سخت گناہ کے ہیں جن سے ایک عام مسلمان کو بھی بچنا ہے لیکن اللہ کے ولی کے لئے تو یہ موت ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے پیری فقیری کو ذریعہ معاش بنایا ہے اور جھوٹی سچی کرامات اور شعبدہ بازی کی بنا پر لوگوں کا مال اکٹھا کرتے ہیں دراصل اپنے لئے آگ اکٹھی کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی مافوق الفطرت فعل سرزد بھی ہوتا ہے تو یہ شیطان کی وجہ سے ہے۔

10.6 ظاہر اور باطن کی طہارت

اللہ تعالیٰ سے دوستی کے لئے ظاہر اور باطن کی صفائی اور دل کی پاکیزگی نہایت ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”اللّٰهُ يَحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ“ (سورہ البقرہ، آیت 222)، (سورہ التوبہ، آیت 108)۔ یعنی اللہ تعالیٰ صاف ستھرے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ چنانچہ طہارت اللہ تعالیٰ سے دوستی کی پہلی شرط ہے اور اسلام کی ہر عبادت کی بنیاد ہے۔ سورہ المدثر میں حق تعالیٰ حکم فرماتے ہیں:-

وَيَبَّاكَ فَطَهِّرْهُ ۝ وَالرُّجْزَ ۝ فَاهْجُرْ ۝ (سورہ المدثر، آیات 4-5) سے دور رہ۔“

اپنے عمومی معنوں میں اس حکم کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان جسمانی اور روحانی طور پر صاف ستھرے ہوں مطلب یہ کہ کوئی اچھا مسلمان گندہ نہیں ہوگا۔ اس کا لباس، جسم، دل اور دماغ ہر طرح کی پلیدی سے پاک ہوگا۔ ان کے گھر گلیاں بستیاں صاف ستھری ہوں گے۔

یہ تو عام مسلمانوں کی بات ہے لیکن اللہ کے ولی کے لئے طہارت کی خصوصی اہمیت ہے۔ چنانچہ ان کا لباس اور ان کی شخصیت ہمیشہ باوقار صاف ستھری ہوگی اور ان کا ماحول گھر بار اٹھنا بیٹھنا ظاہر اور باطن کی گندگی سے پاک ہوگا اور ان کا دل حسد، حرص، ظلم اور نفس خیاالات سے مبرا ہوگا۔ شیطانی وسوسوں سے وہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے رہتے ہیں۔ لباس کے سلسلہ میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفید رنگ زیادہ پسند تھا، اس لئے صاف ستھرے سفید کپڑے بھی اللہ کے ولیوں کے نشان ہیں۔

طہارت تین طرح کی ہے۔

1- جسم کی طہارت

2- باطن کی طہارت

3- دل کی طہارت

جسم کی طہارت کا مطلب یہ ہے کہ ولی اپنے جسم اور ماحول کو ہر طرح کی نجاستوں سے پاک رکھے۔ اس میں سنت کے مطابق غسل اور وضو کرنا، عمدہ اور پاک لباس پہننا شامل ہیں۔ اللہ کے ولی کی کوشش ہوگی کہ وہ ہر وقت وضو سے رہے، اس لئے کہ وضو شیطان کے خلاف مومن کا ہتھیار ہے۔ اسی طرح یہ بھی احسن ہے کہ مومن ان تمام حوادث سے بچے جو وضو ٹوٹنے کا سبب بنتے ہیں۔ مثلاً زیادہ کھانے پینے سے وضو زیادہ دیر قائم نہیں رہتا اس لئے اللہ کے ولی کم کھاتے ہیں۔ چونکہ وضو کو غیبت، گالی گلوچ اور بری باتوں سے بھی نقصان پہنچتا ہے اس لئے اللہ کے ولی کم آمیز، کم گفتار ہوتے ہیں۔

باطن کی طہارت یہ ہے کہ انسان نفس کو حرام سے بچائے اور حرام کھانے پینے سے

بچے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”جس کا کھانا پینا حرام ہے اس کی عبادات بھی قبول نہیں“۔ دعا کی قبولیت کے لئے بھی یہی شرط ہے۔ ہم پہلے بھی تاکید کر چکے ہیں کہ حرام کھانا پینا ولی کے لئے زہر قاتل ہے اور مکروہات بھی بڑے خطرے کی بات ہیں۔ اس لئے وہ ذریعہ معاش جن میں حرام کا شک ہو ان سے اللہ کے ولی کو دور دور رہنا چاہیے۔ مثلاً سود، سٹہ، مجبور کا مال، عاصبانہ قبضہ، حرام مال سے خریدے گئے تحائف و صدقات، شرک میں ملوث چڑھاوے، وغیرہ۔ غرض تمام حرام اور مکروہات سے خواہ وہ بالواسطہ ہوں یا بلاواسطہ اللہ کے ولی بچ کر رہتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنا رزق خود کماتے ہیں اس لئے کہ جس مال میں محنت کا دخل نہیں وہ بھی مکروہات کے زمرے میں آتا ہے۔

قلب کی طہارت یہ ہے کہ انسان دل کو ہر طرح کے بت سے خالی کر دے اور توبہ استغفار کے ذریعہ اسے اپنے خالق کے لئے صاف ستھرا رکھے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سامنے کوئی اور محبت اہم نہ ہو۔ نفرتوں کدورتوں اور بغض و عناد سے دل کو پاک رکھے۔ یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین گناہ شرک ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی شان میں کسی اور کو شریک کرنا یعنی بلواسطہ یا بلاواسطہ حق تعالیٰ کی برابری میں کسی کو اہمیت دینا، اس لئے شرک کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔ یہ وہ زہر ہے جو ہر نیکی کو کھا جاتا ہے۔

ایک طاہر دل کی شان یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین تو سمانہیں سکتے مگر مومن کا دل“ یعنی روحانی طور پر مومن کا طاہر قلب ساری کائنات سے زیادہ وسیع تر ہے۔ اس قلبی وسعت کے حصول کے لئے اللہ کا ولی اپنے قلب کو توبہ سے دھوتا ہے اور اللہ کے نام کے ذکر سے آباد رکھتا ہے۔ یاد رکھیں اللہ کی یاد سے خالی دل پر جنات اور شیاطین ڈیرے جما لیتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ حرام ایسا گندہ ہے جسے کوئی عبادت صاف نہیں کر سکتی۔ ایک ہی علاج ہے کہ ہر طرح کے حرام سے بچا جائے۔ اپنے ہاتھ سے خود کمائی کی جائے، غیر جس کی کمائی مشکوک ہو اس کے تحفہ تحائف اور کھانے کو استعمال میں نہ لایا جائے اور حق دار کا حق اسے واپس کیا جائے اور آئندہ کے لئے سچے دل سے توبہ کی جائے۔

10.7 صلوٰۃ کی حفاظت

جیسے پہلے کہا گیا ہے صلوٰۃ ولایت کے کلب میں داخلہ کا ٹکٹ ہے۔ جس کی صلوٰۃ ٹھیک نہیں اس میں کوئی خیر نہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبردار کر دیا ہے کہ جس نے جان بوجھ کر صلوٰۃ کو چھوڑا بے شک وہ کفر کے نزدیک پہنچ گیا۔ لہذا صلوٰۃ ایمان کے لئے لازمی شرط ہے اور ایمان کا عملی اظہار ہے۔ درجات کا انحصار صلوٰۃ کے معیار (Quality) پر ہے۔ یوں صلوٰۃ ولی کی معراج، اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہر پریشانی اور گناہ کے خلاف اس کا ہتھیار ہے۔ صلوٰۃ کا مادہ صل ہے جس کا مطلب جوڑنا ہے یعنی صلوٰۃ اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کا ذریعہ ہے۔

اپنے عمومی معنوں میں تقویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں جو کام بھی کیا جائے وہ صلوٰۃ ہے۔ یوں تمام عبادات اور اذکار صلوٰۃ کے دائرہ کار میں ہی آجاتے ہیں۔ اپنے اصطلاحی معنوں میں صلوٰۃ کا مطلب پانچ وقت کی نماز ہے جو اسلام کی کنجی ہے اور مومن کے لئے ذریعہ معراج ہے اس کے بغیر آدمی پر دین کا دروازہ نہیں کھلتا۔ بلکہ جیسے اوپر بتلایا جا چکا ہے جس نے صلوٰۃ کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اس کا دین سے تعلق ہی ٹوٹ گیا۔ مومن کے لئے دن میں پانچ وقت کی صلوٰۃ ایسے ہی ہے جیسے فوجی کے لئے پریڈ۔ بالکل اس کے بغیر فوجی فوجی نہیں۔ اسی طرح صلوٰۃ کے بغیر مسلمان مومن نہیں ہو سکتا۔ یہ ہر طرح کے کار خیر اور اللہ کی راہ میں جدوجہد کی بنیاد ہے۔ حکم ربی ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا
وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ۔ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ
جِهَادِهِ ۖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ
عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط
(سورہ الحج، آیت 77-78)

”اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور کار خیر کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں“

اللہ کے ولی کے لئے صلوٰۃ مانند معراج اور شرف ملاقات ہے اس لئے ولایت، بجز صلوٰۃ کو قائم کرنے کے ناممکن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”صلوٰۃ یوں ہو جیسے تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اگر یہ ممکن نہیں تو اس طرح ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک نماز انسان کو روکتی ہے برائی اور فحش سے ”لہذا نمازی کی نماز کی قبولیت کی نشانی یہ ہوئی کہ اس کے دل میں برائی سے نفرت ہو جائے۔ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے محبت اور حسن ظن رکھے اور خالق کی ناراضگی سے ڈرے۔“

اس طرح کی نماز کے اثرات سے مومن تقویٰ کے بلند درجات پر فائز ہو جاتا ہے اور تقویٰ ولایت الہی کے لئے ایسے ہے جیسے چھت کیلئے دیواروں کی حیثیت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی جاتی ہے کہ ”متقی وہ ہے جو خاردار جھاڑیوں میں سے اپنا دامن بچا کر گذرتا ہے۔“ لہذا اللہ کے بندوں کی نماز احتیاط اور یاد اللہ والی نماز ہوتی ہے۔

10.8 ساهونی صلوٰۃ

مومن کی صلوٰۃ کے مقابلہ میں ایک صلوٰۃ ایسی بھی ہے جو انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ یہ ساهون کی صلوٰۃ ہے جس کے بارے میں سورہ الماعون میں ارشاد ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالْإِيمَانِ ۚ
فَإِذَا دُعِيَ إِلَى الْيَتِيمِ ۚ
يَأْخُذْ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۚ
فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۚ
الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ
(سورہ الماعون، آیات 1-5)

کیا آپ نے دیکھا اس شخص کو جو دین کو جھٹلاتا ہے پس یہ شخص وہ ہے جو یتیم کو دور رکھتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی رغبت نہیں رکھتا، پس تب ہی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں (کی روح) سے غافل ہیں۔

مطلب یہ کہ صلوٰۃ کی روح باہمی ہمدردی خصوصاً یتیم اور مساکین کی دیکھ بھال اور ان

کے کھانے پینے کی فکر ہے۔ اگر ہم معاشرہ کے کم وسائل والے لوگوں کا خیال نہیں کرتے تو صلوٰۃ کا فریضہ پورا نہیں ہوا۔ ایسی صلوٰۃ کو ساھونی صلوٰۃ کہا گیا ہے۔

ساھون کی نماز صلوٰۃ کی روح سے خالی ہوتی ہے۔ یہ صلوٰۃ سستی کا پل، بے احتیاطی اور دکھاوے کی بے روح، بے توجہ پوجا پاٹ ہے۔ دکھائی یہی دیتا ہے کہ نمازی رب العالمین کے سامنے کھڑا ہے لیکن اصل میں اس کے سامنے ہزاروں دنیاوی بت کھڑے ہوتے ہیں۔ ثواب کے لالچ میں ادا کی گئی یہ صلوٰۃ اللہ سے غفلت کی نماز ہے۔ جس سے نمازی کی شخصیت میں بہتری کی طرف کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالانکہ صلوٰۃ سے اولین فائدہ یہ ملنا چاہیے کہ نمازی بری باتوں اور فحش سے رک جائے اور اس کے دل میں اللہ کی مخلوق خصوصاً بے سہارا بچوں اور بھوکوں کے لئے پر خلوص ہمدردی کے جذبات پیدا ہو جائیں۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو ہماری یہ نماز ساھونی ہے۔

ساھون کی نماز کا مطلب نماز میں خیالات کا آنا نہیں بلکہ یہ وہ نماز ہے جس میں بددلی ہو اور آدمی اس سے جان چھڑا رہا ہو۔ دکھاوے کے لئے یا مجبوری کے تحت یا رواج کی وجہ سے پڑھ رہا ہو۔ جہاں تک خیالات کا تعلق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق روایت ہے کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عراق کے لگان کا حساب نماز میں لگایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خیالات کو روکنا مشکل کام ہے اور خیالات کا آجانا گناہ نہیں۔ اس کا عام علاج یہ ہے کہ نماز کے الفاظ پر غور کیا جائے اور یہ احساس بھولنے نہ پائے کہ یہ معمولی آدمی رب کائنات کے دربار میں کھڑا ہے۔ الفاظ کی ادائیگی میں یہ خیال رکھیں کہ میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کو سنارہا ہوں اگر توجہ ادھر ادھر ہوگئی ہے اور یاد نہ رہا کہ کیا پڑھا ہے، تو دوبارہ پڑھ لیں۔ اس سے توجہ برقرار رہے گی۔

10.9 صلوٰۃ کی خصوصیت

اللہ کے ولی کے نزدیک وضو کے معنی ملنے کی تیاری، نیت رب کائنات کے حضور اجازت طلبی، تکبیر دنیا کو پیچھے چھوڑ دینا، قیام عرضداشت پیش کرنا، رکوع عاجزی، سجدہ اپنی ذات کی

ٹوٹل نفی اور مالک کی ذات میں گم ہونے کی شدید خواہش ہے اور ایک نماز سے دوسری نماز کا درمیانی وقفہ اپنے دوست کی ملاقات کا انتظار ہے۔

اس طرح ادا کی جانے والی فرض اور نفل نمازوں کا حاصل اللہ تعالیٰ سے خصوصی تعلق اور روح کی معراج ہے اور اس کی علامت مخلوق سے محبت، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کی اطاعت اور گناہ سے نفرت ہے۔ اس ضمن میں باقاعدگی سے پڑھی جانے والی تہجد کی نماز کے سجدوں کا تو کیا ہی کہنا۔ یہ وہ وقت ہے جب رب کائنات آسمان دنیا پر آ کر اپنے بندوں کو پکارتا ہے کہ ہے کوئی گناہ بخشوانے والا، ہے کوئی کرم چاہنے والا۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اللہ کے ولی سر بسجود رات کے اندھیروں میں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اگر آپ کورات کو اٹھنا عزیز ہو گیا ہے تو خوش ہو جاؤ کہ آپ ولایت کی راہ پر چل پڑے ہیں۔

10.10 ذکر اور حاضری

جب کہ صلوٰۃ مومن میں عبودیت کا احساس اجاگر کرنے اور گناہوں سے روکنے کے لئے ہے ذکر نفس کی بالیدگی کا ذریعہ ہے۔ (اس کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں) عبودیت کی نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و تقدیس کرنا، اس کے اسم کی بار بار یاد آوری اور قرآن کریم کی تلاوت بندہ مومن کے محبوب مشاغل ہیں۔ عالم شوق میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احساس کے ساتھ بیٹھنا، درود شریف پڑھنا، کلمہ طیبہ کی یاد آوری، توبہ استغفار وغیرہ اس کے ذکر کی مختلف صورتیں ہیں۔

اللہ کے ولیوں کے ذکر کی کیفیت اللہ کے دربار میں حاضری کی سی ہے۔ منہ سے کہیں یا نہ کہیں وہ اپنے رب کے در پر نہایت عاجزی اور بھکاری بن کر اس کی حمد تسبیح اور تقدیس کرتے ہیں۔ ان کے لئے ذکر ایسے ہی اہم ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ ان کا چلنا پھرنا، کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، جاگنا سونا ہر دم اللہ کے احساس کے ساتھ ہے۔ عملی زندگی میں اس کے اثرات ان کی اللہ

اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور اس کی مخلوق سے ہمدردی اور خدمت کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ یہی ان کی روح کی نشوونما اور بالیدگی کا باعث ہے۔ انہی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ”ہتھ کار دل - دل یار دل“۔

10.11 فکر اور علم

فکر کا مقصد مخلوق کے حوالہ سے خالق کی پہچان، ذات حق کی تشریح اور تفسیر ہے اور یہ آدمی پر اللہ کا حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت پسند ہے کہ اس کا بندہ اس کی کاریگری اور تخلیق پر غور کرے اور ان کے ذریعے اس کی ماہیت اور معرفت حاصل کرے۔ (تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں)

اس کے لئے علم ذریعہ ہے جس کا حصول ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ **طلبو العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة**۔

علم تین طرح کے ہیں اور ولی کے لئے ان تینوں کا جاننا ضروری ہے۔ 1۔ علم الایمان 2۔ علم الاخلاق اور 3۔ علم الاشیاء۔ آخر الذکر میں تمام سائنسی علوم شامل ہیں۔ قرآن کریم علم الایمان اور علم الاخلاق کا منبع ہے جس کی عملی تفسیر حیات طیبہ رسول مقبول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ افسوس کہ آج کل کے اکثر پیر فقیر ہر علم کی نفی کرتے ہیں۔ یہ کلام اللہ اور سنت طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح کے سراسر الٹ بات ہے۔ ایسے جہالت کے داعیوں کا ولایت الہیہ سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ وہ سر تاج اولیاء حضرت علی رضی اللہ عنہ جو باب العلم ہیں سے نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن خود اپنا حال جہالت پر مبنی ہے۔ ان جاہلوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں۔

نبوت سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غار حرا میں مراقبے اسی غور و فکر کا حصہ تھے۔ اس لئے کہ غور و فکر ماحول سے کٹ کر علیحدہ جگہ ہی بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔ یعنی اپنی بساط اور حالات کے مطابق اللہ کے سبھی دوست اپنی اپنی غار حرا میں بیٹھتے ہیں۔ جدھر دنیا کے جھمیلوں،

ملاقاتیوں کی بے جا مداخلت سے محفوظ۔ وہ خالق کی تخلیقات کے حوالہ سے اس کی پہچان حاصل کرتے ہیں۔ کائنات میں ہر تخلیق خالق کی آیت ہے۔ جس کا سمجھنا ان کے بنانے والے کو خراج تحسین پیش کرنا ہے۔ زمین و آسمان اور قدرتی مناظر اس کی آیات ہیں جو آج کل موضوع سائنس ہیں۔ جیسے ایک پینٹنگ (Painting) اس کے پینٹر کی یاد دلاتی ہے، کائنات میں غور و فکر ولی کو خالق کائنات کے قریب تر کرتا جاتا ہے۔ یوں تجسس کے عالم میں اس کی زباں سبحان اللہ سبحان اللہ ، الحمد للہ الحمد للہ ، اللہ اکبر اللہ اکبر ، لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے ذکر سے تر رہتی ہے۔

دنیاوی لحاظ سے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ہر شاعر چاہتا ہے کہ کوئی اس کے شعر سنے اور سمجھے۔ مصور چاہتا ہے کہ لوگ اس کی بنائی ہوئی تصویر پر غور کریں۔ غرض ہر تخلیق کار کی یہ قدرتی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ اسے اس کی تخلیق کے حوالہ سے پہچانیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی تعریف و تقدیس کا محتاج ہر گز نہیں لیکن وہ بھی چاہتا ہے کہ اس کے بندے اپنے مالک کی کاریگری پر غور کریں۔ دراصل اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے یہ انسان کی اپنی ضرورت ہے کہ وہ خالق کی تخلیقات کو سمجھ کر اس کا نائب یعنی خلیفہ ہونے کا حق ادا کرے۔ خلافت کے درجہ پر فائز ہونے کے لئے لازمی ہے کہ نائب اپنے مالک کی سلطنت کی زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل کرے۔ اس لئے اللہ کے ولی میں مفکر اور محقق کی صفات پائی جانا ضروری ہیں۔ لہذا انسانی استطاعت کے اندر ایک ولی کا حکیم، علیم اور بصیر ہونا قدرتی بات ہے۔ محض تسبیحوں کے دانے پھیرنے سے ولایت نہیں ملتی۔ جب ولی چیزوں کو ان کی حقیقت کے پس منظر میں دیکھتا ہے تو اسے کائنات میں ہر چھوٹی بڑی چیز اللہ کی معرفت کی امین نظر آتی ہے۔ قطرہ قطرہ، ذرہ ذرہ، پتا پتا اس کی تسبیح و تقدیس کرتے نظر آتا ہے۔ ایٹم ایٹم اپنے خالق کا گواہ ہے اور ولی خود ان کے اوپر گواہ ہے۔

ولی کے لئے فکر کی اہمیت کا آپ یہاں سے اندازہ کر لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ فکر کی ایک گھڑی عابد کی ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے۔ سورہ مجادلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ
وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط
”جو تم میں ایماندار ہیں اور جنہیں علم عطا ہوا
اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمادے گا“
(سورہ المجادلہ، آیت 11)

علم نور الہی ہے جس کی روشنی میں اللہ کا ولی دیکھتا ہے۔ جہالت ظلمت ہے جس سے وہ
پناہ مانگتا ہے۔ سورہ زمر میں ارشاد ہے ”کیا جاننے والے (عالم) اور نہ جاننے والے (جاہل)
(کبھی) برابر ہو سکتے ہیں؟ ایسا ہرگز ممکن نہیں۔“ قرآن پاک میں یہ بھی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ
”اللہ تعالیٰ سے صحیح معنوں میں ڈرنے والے اہل علم و فکر ہی ہیں۔“ اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو دعا
سکھاتا ہے ”وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا“۔ ”اور کہو کہ اے میرے رب میرے علم کو زیادہ
کر“ (سورہ طہ، آیت 114)۔ یوں کلام اللہ میں سینکڑوں بار علم کی فضیلت اور کائنات میں غور و فکر
کرنے کا حکم سنایا گیا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہو جانا چاہیے کہ ولی کی ولایت کے لئے فکر و علم ایسے
ہی ہیں جیسے طیور کے لئے ان کے بال و پر ہیں۔ ان کے بغیر وہ اڑ نہیں سکتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تھی۔ اللھم ارنا الحقیقۃ الاشیا
کما ہی ء۔ ”اے اللہ مجھے چیزوں کی حقیقت سے آگاہ کر جیسے کہ یہ ہے“ چیزوں کی حقیقت تک
پہنچنے کے علم کا نام ہی سائنس ہے۔ جس کی بنیاد بھی قرآن کریم فراہم کرتا ہے۔ ولی کے فکر کا مقصد
مخلوق کی حقیقت پا کر خالق کی معرفت اور شان ربوبیت کی سمجھ ہے۔ قرونِ اولیٰ کے ہمارے
سارے بزرگ، امام اور اولیاء اللہ اس بات کے عملی شہسوار تھے۔

ذکر اور فکر کے ساتھ ولی پر تسخیر کے دروازے کھل جاتے ہیں اور وہ ولایت کے گھر میں
داخل ہو جاتا ہے۔ انہی اولیٰ الالباب صاحب نظر و حکمت والوں میں نفس مطمئنہ والے ہیں جن کی
شان کے متعلق فرمایا ہے ”اے نفس مطمئنہ چل اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو (اپنے انجام
نیک سے) خوش (اور اپنے رب کے نزدیک) پسندیدہ ہے۔ شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں
میں داخل ہو جا، میری جنت میں۔ (سورہ الفجر، آیات 27-30)

کسی کا قرب بھی یونہی نہیں مل جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قرب تو بہت ہی بڑی نعمت اور اعلیٰ ترین کامیابی ہے۔ اس لئے یہ بڑی محنت مانگتا ہے جو تکلیف سے خالی نہیں۔ جیسے ہی آپ ولایت کے راستہ پر چلنے لگیں گے شیاطین بھی پوری قوت کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے۔ ان کی ہر ممکن کوشش ہوگی کہ آپ کے ذہن کو پریشان کریں اور طرح طرح کے دسواس ڈال دیں۔ اس وقت ان شیاطین اور انسانی رکاوٹوں کے سامنے دل نہ ہارنے اور مایوسی سے بچتے ہوئے مسلسل آگے بڑھنے کے لئے استقلال اور صبر (Persistence and patience) لازمی صفات ہیں۔ یہ شیطان کے خلاف اللہ کے ولی کے کارگر ہتھیار ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لئے بہترین اسباب ہیں۔ اس کی تعلیم و تربیت کے لئے صوم ہیں۔

صوم کا مطلب ہے 'رک جانا'۔ جسے ہم ڈسپلن (Discipline) کہتے ہیں وہ صوم ہی کا حصہ ہے اور حق پر صبر سے ڈٹے رہنا استقلال (Perseverance) ہے جو کہ ہر ولی کی شان ہے۔ اس لحاظ سے اولیاء اللہ کی زندگی کے معمولات ڈسپلن کا اعلیٰ ترین نمونہ اور مصائب کے سامنے ان کی ثابت قدمی قابل تقلید مثال ہیں۔

چنانچہ اللہ کا ولی اپنے اوقات کا بہترین منتظم (Time Manager) ہوتا ہے جس کا کوئی لمحہ فضول ضائع کرنے کے لئے نہیں۔ مصائب اور آزمائش و لیوں کو بھی بہت پیش آتے ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ پر ترقی کے لئے اس کے امتحان ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اس وجہ سے اولیاء پر عام لوگوں کی نسبت زیادہ ہی آزمائشیں آتی ہیں لیکن ولی نہ ان سے گھبراتا ہے نہ حرف شکایت زبان پر لاتا ہے اور نہ ہی حوصلہ ہارتا ہے۔ سورہ حم سجدہ آیات 33-30 ایسے ہی اولیاء کی تعریف میں ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ -

نَحْنُ أَوْلَىٰؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهَىٰ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ - نَزَّلْنَا مِنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ - وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ -

(سورہ حم سجدہ، آیات 33-30)

”جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے، یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ”نہ ڈرو نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

ہم اس دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ وہاں جو کچھ تم چاہو گے تمہیں ملے گا اور ہر چیز جس کی تمنا کرو گے وہ تمہاری ہوگی، یہ ہے سامان ضیافت اس ہستی کی طرف سے جو غفور رحیم ہے۔ اور اس شخص کی بات سے اچھی بات اور کس کی ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں۔“

اوپر کی آیات اولیاء اللہ کے لئے عظیم خوشخبری ہیں۔ یہ انعام انہیں اس بات پر ملا کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ”اللہ ہمارا رب ہے“ اور پھر مصائب کے باوجود اپنے اس اقرار پر قائم رہتے ہیں۔ دراصل یہ اقرار ایک نہایت ذمہ داری کی بات (Demanding) ہے۔ یہ کہنا تبھی صحیح ہوگا کہ جب آدمی تمام تر طاغوت سے انکار کرتا ہے اور اللہ کی تمام باتوں کو مان کر ان پر عمل کرتا ہے جو کہ بڑی کٹھن راہ ہے اور اس پر ثابت قدم رہنا بڑا صبر آزما کام ہے لیکن اللہ کے وہ ثابت قدم بندے جو اس بات پر قائم رہے کہ ”اللہ ہی ہمارا رب ہے“ ان کے لئے جو انعامات ہیں وہ بھی قابل رشک ہیں۔ ان کی عزت و اعانت کے لئے فرشتے اترتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ حقیقت میں اللہ کے مہمان ہوں گے۔

ولایت کے مقامات میں صبر کی اہمیت مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے مزید واضح ہو جانی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”صبر اور صلوٰۃ کے ساتھ اللہ کی مدد حاصل کرو“ حوالہ (2) (45)، ”اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“ حوالہ (2) (153)، ”اور ان کے لئے خوشخبری ہے“ حوالہ (2) (155) اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے حوالہ (3) (146)، ”اور اللہ تعالیٰ کی خاطر صبر کرنے والوں کے لئے ہدایت، مغفرت فلاح اور بہت زیادہ اجر اور آخرت میں کامیابی کا وعدہ ہے“ حوالہ (2) (155)، (90) 12

10.13 روزہ

صبر کے ضمن میں روزہ کی اہمیت یہ ہے کہ یہ صبر اور تقویٰ سکھانے کی ڈرل ہے۔ اس کا مقصد تقویٰ، شکرگزاری اور اللہ کی بڑائی ہے۔ حوالہ (2) (183-185)۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے روکا ہے یہ ان سے رک جانے کا نام ہے۔ یوں روزہ مومن کے نفس کے چوروں اور ڈاکوؤں کے خلاف ہتھیار اور خواہشات کے خلاف ڈھال ہے اور یہ صبر سکھانے کے لئے بہترین مشق ہے اور اولیاء اللہ کا مرغوب شوق ہے۔

ہر سال ماہ رمضان کے روزے تو ہر بالغ، عاقل، صحت مند مسلمان پر فرض ہیں لیکن نفس کی اصل تربیت نقلی روزوں سے ہوتی ہے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متواتر کئی ماہ روزے رکھتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھنے کی اجازت دی جو بڑے اولوالعزم لوگوں کا کام ہے۔ بہر حال مہینہ میں کم از کم تین نقلی روزے نفس کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ اسی ضمن میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انسان کے لئے تنگی نہیں، آسانی چاہتا ہے حوالہ (2) (185)۔ اس لئے اپنے جسم پر بے جا سختی بھی جائز نہیں۔

یاد رہے کہ روزہ صرف بھوک کی خواہش پر قابو کا نام ہی نہیں بلکہ یہ نفس کی تمام مرغوب عادات پر قابو پانے کا نام ہے۔ یعنی روزہ تب ہوگا جب زبان، آنکھ، کان، ہاتھ اور پاؤں سبھی روزہ رکھیں۔ زبان بری بات نہ بولے، کان برائی کو نہ سنیں، آنکھ برائی کو نہ دیکھے، ہاتھ اور پاؤں برائی نہ

کریں اور عقل شر سے محفوظ رہے۔ یعنی اللہ کا ولی بننے کے لئے کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچنے کا روزہ ہر حال میں رکھنا ہوتا ہے۔

10.14 ایثار، زکوٰۃ اور تزکیہ نفس

اللہ کے ولی کی ایک نمایاں صفت ایثار ہے یعنی کسی چیز کی خود کو ضرورت ہے لیکن دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دیتے ہوئے اسے پیش کر دینا، یہ ولایت کی روح ہے اور آخرت میں اجر عظیم، خیر و فلاح اور نجات عن النار کی گارنٹی ہے حوالہ جات (133) 3، (16) 64۔ یہ ایک ایسی تجارت ہے جس میں کبھی گھانا نہیں حوالہ (29) 25۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے ”تم اس کی راہ میں کیوں نہیں خرچ کرتے جب کہ زمین و آسمان کی میراث صرف اللہ کے لئے ہے حوالہ (10) 57۔ اس لئے مومن اپنی ذات کے لئے بخیل ہوتا ہے لیکن اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے کناروں سے اچھلتے ہوئے دریا کی مانند ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا بھر کے انسانوں سے زیادہ سخی تھے لیکن رمضان المبارک میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی مانند ہوتی تھی۔

اللہ کے ولی کے لئے ضروری ہے کہ ہر حال میں دوسروں کے لئے اپنے مال، جان، وقت، خواہشات اور اپنی ترجیحات کا ایثار کرتے رہیں، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان کی بہت بڑی نشانی ہے۔ حوالہ (3) 8، (38) 42۔ اور قلیل ہو یا کثیر اس کے ہاں مقبول عبادت ہے۔ حوالہ (121) 9۔ اسی ضمن میں زکوٰۃ ہے جو ہر صاحب نصاب پر فرض ہے

اللہ کے ولی کی شان یہ ہے کہ وہ صدقات و زکوٰۃ لینے والوں کی بجائے دینے والا بننا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ ایک محنتی انسان ہوتا ہے جو حلال ذرائع سے رزق کماتا ہے اور اسے کسی حلال کام سے عار نہیں۔ تمام جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کوئی نہ کوئی کام کرتے تھے۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کا کاروبار کرتے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کھیتی باڑی، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہاتھ سے مزدوری کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں کئی ایک اولیاء کرام کا پیشہ جوتوں کی مرمت ہے اور بعض جھاڑو دینے کا کام کرتے ہیں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے ولی کا رزق محنت پر منحصر ہوتا ہے لیکن تھوڑا ہو یا زیادہ وہ اپنی ضروریات کو کم سے کم رکھتا ہے۔ وہ کماتا ہے لیکن دوسروں کے لئے، اور مال جمع کرنے سے دور دور رہتا ہے۔

اس لئے اللہ کے ولیوں کا سامان زندگی بہت مختصر ہوگا۔ ان کی دنیاوی مالی وراثت بھی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ ہر حال وہ دینے والے ہیں۔ اس لئے چڑھاوے جمع کرنے والوں کے پاس ولایت کہاں ہوگی، وہاں تو بس دنیا ہی ہوتی ہے۔

حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ”اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے“۔ اللہ کا بندہ اوپر والا ہاتھ ہوتا ہے جو خوب کماتا ہے اور خوب تقسیم کرتا ہے۔ وہ دل کا بادشاہ اور ہاتھ کا مزدور ہوتا ہے اور یوں اپنے وقت، علم، جسم، مال سبھی کی زکوٰۃ دیتا رہتا ہے۔ وقت کا صدقہ یہ ہے کہ حاجت مند کی حاجت، بیمار کی تیمارداری، مظلوم کی دادرسی کے لئے اپنا وقت صرف کیا جائے۔ علم کا صدقہ یہ ہے کہ جہالت کو دور کیا جائے، جسم کا صدقہ یہ ہے کہ ولی اپنے آرام کو قربان کر کے دوسروں کے آرام کی کوشش کرے، مال کا صدقہ یہ ہے کہ ولی اپنی کمائی کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی امانت سمجھے، اپنی ضرورتوں کو کم سے کم رکھے اور جو کچھ بچے اسے حق داروں تک پہنچانے میں مستعد رہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا حق رکھنے والا نہیں، اس لئے اس کی راہ میں جو بھی، صدقہ، زکوٰۃ دیا جاتا ہے اس سے کئی گنا زیادہ اسی دنیا میں مل جاتا ہے۔ جب کہ آخرت میں تو کوئی حساب ہی نہیں۔ فرمایا، اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے“ اور حکم ہے:

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَكِنَّ
اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ط وَمَا
تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَا نُفْسِكُمْ ط
وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ
اللَّهِ ط وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ
يُؤْتِ الْيَتَامَى وَأَنْتُمْ لَا
تُظْلَمُونَ ۝

(سورہ البقرہ، آیت 272)

جائے گا۔

انہیں ہدایت پر لا کھڑا کرنا تیرے ذمہ نہیں
بلکہ ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے جسے چاہتا ہے
اور جو کچھ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اس
کا نفع تم ہی کو ہے، اور تمہیں یونہی خرچ کرنا
مناسب نہیں مگر اللہ کی رضا اور خوشنودی کے
لئے اور جو مال تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے
وہ تمہیں پورا پورا ملے گا اور تمہارا حق نہیں رکھا

یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے بہتر حصہ داری کسی سے نہیں اور اس سے تجارت بہترین
تجارت ہے۔ مسکینی اور غربت کا حتمی علاج یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں بھوکوں کو کھانا کھلانا شروع
کریں، حاجت مندوں کی حاجت کو پورا کرنا شروع کریں۔ یتامیٰ کی دیکھ بھال کریں، مساکین کی
مدد کریں خود بخود خوشحالی آجائے گی۔ سورہ الماعون پر اگر آپ غور و فکر کریں تو واضح ہو جائے گا کہ
عبادات و مجاہدات، تسبیحات کی قبولیت کا انحصار مندرجہ بالا حقوق العباد کو احسن طریقہ سے پورا
کرنے میں ہے۔ اگر آپ ان کو پورا کریں گے تو بذات خود دیکھیں گے کہ ایسے ذرائع سے آپ کو
رزق ملنا شروع ہو جائے گا جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگا۔ ولیوں کے لنگر یونہی چلتے
ہیں۔

10.15 حج اور حاضری

بیت اللہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام نے مکہ میں اللہ
کے حکم سے قیامت تک لوگوں کی ہدایت کے لئے بنایا حوالہ (96) 13، پھر اسے دوبارہ حضرت
ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا اور اس کی مقبولیت کی دعا کی حوالہ

(125) 2۔ اس کا حج ان لوگوں پر فرض ہے جن کے پاس زادراہ اور سواری ہے حوالہ (97) 3، استطاعت ہوتے ہوئے اس کا حج نہ کرنا کفر کے مترادف ہے (97) 3۔ اس لئے اللہ کے ولی کے لئے حج جہاد نفس کی ایک بہت اہم منزل ہے۔

اس کے علاوہ حج کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں امت کا جوڑ اور نفس کا توڑ ہے۔ یہ مالک سے ملاقات کا محل اور اپنے آپ کو اسے کلی طور پر سپرد کردینے کا مقام ہے۔ حج کی ظاہر شکل تو مسنون رسومات ہیں لیکن اس کا باطنی معنی دنیا کو چھوڑ کر اپنے خالق کے دربار میں حاضر رہنا، اس کے سامنے اپنی مرضی کو قربان کر دینا اور اس کی راہ میں جان و مال کے ساتھ سدا سچی کرنا ہے۔

10.16 ولی کا فلسفہ حج

حج بیت اللہ زندگی میں ایک بار فرض ہے لیکن اللہ کا ولی وہاں سے واپسی کے بعد اپنے گھر میں بھی حج کے احساس کے ساتھ زندہ رہتا ہے۔ اکثر لوگ اپنے حج کو مکہ مکرمہ چھوڑ کر وطن واپس آتے ہیں جب کہ ولی اپنے حج کو اپنے ساتھ لاتا ہے اور زندگی بھر احساس حج سے لگتا ہی نہیں۔ اس کے لئے حج کی تیاری دنیا کو چھوڑنے کے مترادف ہے، کعبہ کا طواف عرش معلیٰ کا طواف ہے، میدان عرفات کا قیام روز محشر کی یاد دہانی، جانور کی قربانی اپنی جان کی قربانی، شیطان کو کنکریاں مارنا باطل سے ٹکر لینا اور سعی عمر بھر اپنے رب کی راہ میں جہاد کرنے کا عزم ہے۔ چنانچہ اللہ کے ولی کا حج یہ ہے کہ دنیاوی مشاغل میں رہتے ہوئے بھی دل حرص سے خالی ہو اور اللہ کی راہ میں تکلیف اٹھانا اس کو مرغوب و محبوب ہو جائے۔

حج کے بعد حج کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد احرام اتار دیتے ہیں لیکن اللہ کے ولی اپنی روحانی زندگی میں ہمیشہ ہی حالت احرام میں رہتے ہیں۔ ولی کے لئے حج اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا نام ہے۔ اس حاضری کی پکار لیبیک اللہم لیبیک ہے جو ولی اللہ کے دل کی ہمیشہ کی صدا ہوتی ہے۔ حالت احرام میں واجب تھا کہ کوئی

جاندار اس کے ہاتھ سے نہ مرے، ولی اللہ کی مخلوق کے لئے ہمیشہ ہی حالت احرام میں ہے۔ وہ ہر چھوٹے بڑے ظلم سے بچتا ہے، زندگی کے سامان کو جمع کرنے سے دور رہتا ہے، شیطان سے بغض رکھتا ہے اور اسے متواتر کنکریاں مارتا رہتا ہے۔ اس کا دل ہر آن اللہ تعالیٰ کی یاد کا طواف کرتا ہے، اور اس کی زندگی کا ہر سانس دین حق کے لئے سعی میں ہے اور جہاں کہیں بھی ہو وہ روحانی طور پر اپنی سمت ہمیشہ قبلہ کی طرف رکھتا ہے۔ اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَلِكُلِّ وُجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیُّهَا فَاسْتَبِقُوا
الْخَيْرَاتِ ط اِنَّ مَا تَكُونُوا یَاتِ
بِكُمْ اللّٰهُ جَمِیْعًا ط اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ وَمِنْ حَیْثُ
خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط وَاِنَّهُ لَلْحَقُّ
مِنْ رَّبِّكَ ط وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا
تَعْمَلُوْنَ ۝

(سورہ البقرہ، آیت 148-149)

10.17 کلمہ طیبہ اور شہادت حق

آخر میں نفس مطمئنہ کے اس شعار کا ذکر ہے جو اس کا اول و آخر ہے وہ ایک لا جواب مبارک درخت کی مثل ہے جس کی جڑیں زمین پر اور شاخیں آسمانوں پر پھیلی ہوئی ہیں اور وہ سمتوں اور موسموں کی پابندیوں سے بے نیاز ہر آن پھل دیتا ہے۔ یہ ولایت کا پاسپورٹ ہے جس کے ساتھ وہ عالم، عالم زمان و مکان کی سیر کر سکتا ہے۔ یہ کلمہ طیبہ کلمہ شہادت ہے۔

”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“

سچے دل سے اس کلمہ کی شہادت کے ساتھ مومن اللہ تعالیٰ کی ولایت میں داخل ہو جاتا ہے اور اسی کلمہ کے نور کی روشنی میں وہ اعلیٰ سے اعلیٰ تر مقامات کی طرف سفر جاری رکھتا ہے۔
کلمہ طیبہ کا دل سے اقرار اس بات کا اعلان ہے کہ ”نہیں کوئی خدا، مگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں“ اس شہادت دینے کا مطلب یہ ہے کہ مومن ہر طرح کی روحانی غلامی سے آزادی حاصل کر کے اپنے آپ کو رب العالمین کے دربار میں پیش کر دے اور رحمت العالمین کو رہبر و رہنما تسلیم کر کے بلا جھجک ان کے پیچھے چل پڑے۔

10.18 فلسفہ کلمہ طیبہ

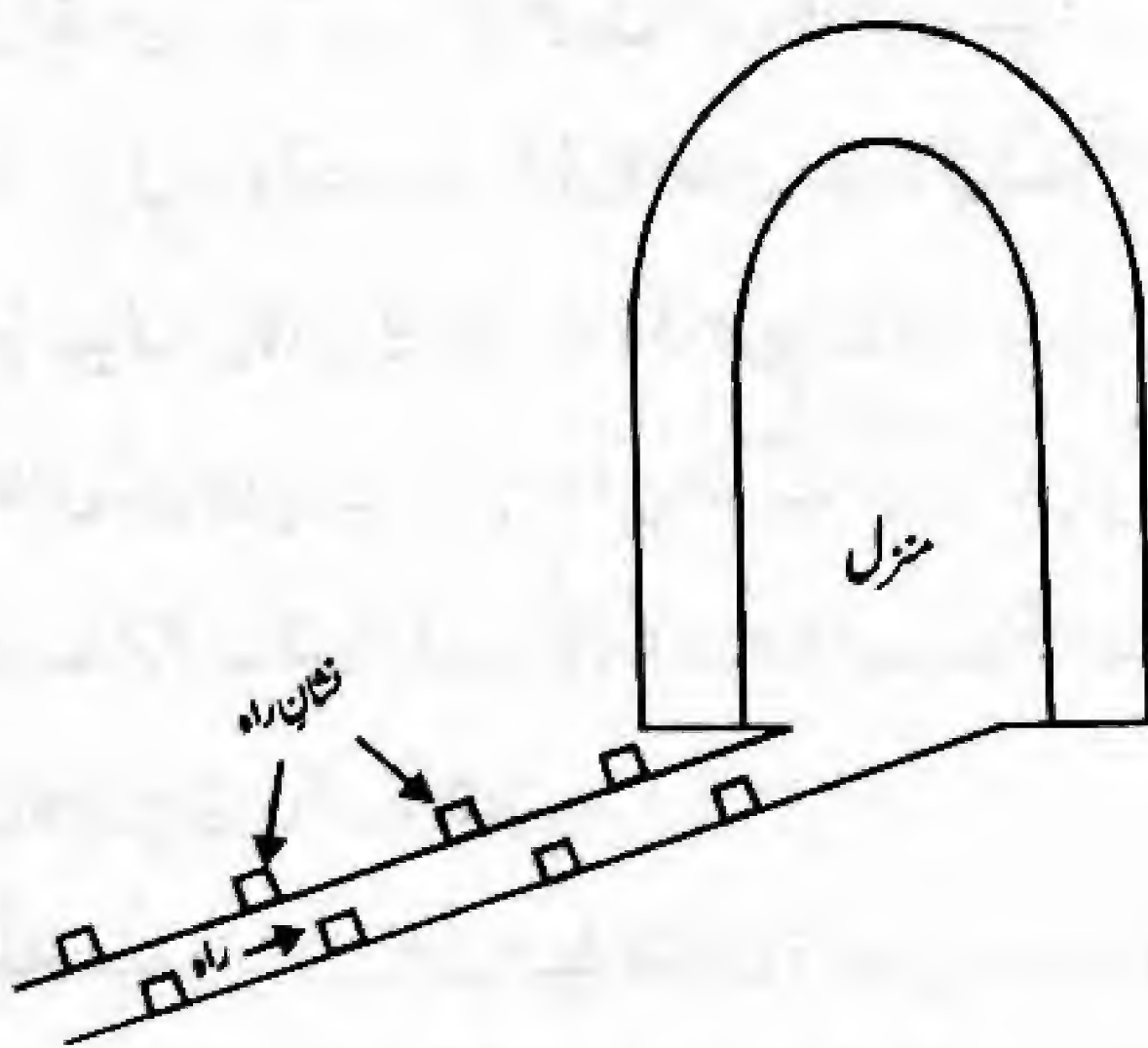
کلمہ طیبہ اعلان حق ہے جس کے چار حصے ہیں، پہلا حصہ ہر طرح کے بت کی نفی، دوسرا حصہ، اللہ تعالیٰ کی غلامی میں آنے کا اقرار، تیسرا حصہ ختم الرسل کی بے مثل ہستی کی صداقت پر ایمان اور چوتھا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت طیبہ کی اتباع کا اعلان ہے۔

لا الہ دنیا کی ہر طاقت سے آزادی کا اعلان ہے۔ اس کے اقرار کے ساتھ مومن کی حالت ایسی ہو جانی چاہیے کہ اس کا دل غیر اللہ سے خالی ہو جائے اور اسباب کی غلامی سے نکل کر وہ مسبب الاسباب کی غلامی میں چلا جائے۔ اس مقام پر اللہ کے ولی کی شان یہ ہے کہ کسی کی کبریائی، لالچ، خوف یا طاقت اسے مرعوب نہیں کرتی۔ رنج و الم اور مصائب کے اثرات اس کے جسم پر مرتب ہوں تو ہوں لیکن اس کا دل پریشان نہیں ہوتا۔

الا اللہ کے ساتھ مومن کا دل اپنے خالق کی ذات پاک سے آباد ہو جاتا ہے۔ اس کا خلیہ خلیہ، بال بال اپنے مالک کے سامنے عاجزی کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کی تمام تر وفاداری کا محور صرف اور صرف اللہ کی ذات ہونا چاہیے۔ باقی حقیقتیں مقام ادب تو ہو سکتی

ہیں لیکن مقام عبادت نہیں۔ وہ صحیح معنوں میں اللہ ہی کا عبد اور نوکر ہوگا۔ مالک اس سے کام لے لے یا نہ لے اس کی مرضی، لیکن اللہ کا ولی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس کی حاضری میں کھڑا رہتا ہے۔ وہ ہر موقع پر اسی کے آگے جھکتا ہے اور اسی سے مدد مانگتا ہے اور کوئی غیر اللہ اسے رب کائنات کی حکم عدولی پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اس عبودیت کی انتہا اپنی جان کی شہادت ہے۔

جب مومن بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت دیتا ہے تو یہ اس بات کا اعلان ہے کہ رہبر و رہنما صرف خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وہی غایت کائنات، وجہ تخلیق کائنات، احسن الخلاق، اشرف الانبیاء، خاتم النبیین ہیں اور بس۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، محمود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حامد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی کی ذات پاک کے شایان شان نام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اشرف الخلاق، امام الانبیاء، خاتم النبیین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تمام انبیاء کے مشن کی تکمیل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی رسالت کے اول و آخر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی غایت آغاز و انجام ہیں۔ آپ ہی رحمت للعالمین، آپ ہی شفیع المذنبین ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی صراط مستقیم ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ منزل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راہ ہیں۔



شکل نمبر 24: صراط مستقیم اور منزل

اس احساس کے ساتھ جب اللہ کا دوست آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے لئے کوشاں ہوتا ہے تو اسے ولایت کا ویزہ (visa) مل جاتا ہے۔ پھر اس کا مقصود جان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشن، توجہ کا مرکز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ اور فکر کا محور قرآن کریم ہو جاتا ہے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے وسیلہ سے اپنے رب سے ہر چیز مانگتا ہے۔ اس کا فخر یہ ہے کہ درود و سلام کے ذریعے وہ ملکوتی قوتوں اور رب العالمین کا ہمنوا ہے۔ ان احساسات کے ساتھ وہ دل کے ویرانوں کی آبیاری لا الہ اللہ محمد رسول اللہ کے ذکر سے کرتا رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا اور مجھ سے پہلے نبیوں (علیہم السلام) کا ورد لا الہ اللہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے صدق دل سے اسے پڑھ لیا اس پر جنت واجب ہوگئی، جس نے اس پر عمل کر لیا جنت بھی مل گئی اور ولایت بھی۔ یقین رکھو کہ اگر مومن اپنے دل و جان کو لا الہ اللہ محمد رسول اللہ سے آباد رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دوستوں میں جگہ دے گا اور حوض کوثر پر فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسے مہمان نوازی نصیب ہوگی۔ (انشاء اللہ)

اللہ کا یہ لا جواب بندہ اپنے رب کے دشمنوں کے لئے رعب اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے محبت ایثار اور قربانیوں کا عملی نمونہ ہوتا ہے۔ کفار کے لئے سخت اور مومنوں کے لئے رحم دل ہونا اس کی نرالی شان ہے۔ ان کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے سورہ الفتح میں فرمایا ہے:-

”محمد اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم دیکھو گے انہیں رکوع و سجود میں۔“

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ

فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا زَسِيمًا
 لَهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ
 السُّجُودِ ط ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي
 التَّوْرَةِ وَمَثَلُهُمْ فِي
 الْإِنْجِيلِ قف
 (سورہ النّٰفّٰث، آیت 29)

اور انہیں اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی
 طلب میں (ہمیشہ) مشغول پاؤ گے۔ سجد کے
 اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ
 الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی مثال
 تورات میں اور یہی (مثل ہے ان کے لئے)
 انجیل میں۔“

اللہ کے اس ولی کا دل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد اور آپ صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کے دربار عالیہ میں حاضری کے لئے بیتاب رہتا ہے اور انہی کی یاد سے شاداب رہتا ہے،
 اپنے دل کی آبیاری وہ جدائی کے غم میں نکلتے ہوئے آنسوؤں سے کرتا رہتا ہے۔ اسے چین ملتا ہے
 تو صرف انہی کی چوکھٹ پر اور جو وہاں نہیں جاسکتے دیدار کی لذت کے لئے وہ حضرت اولیس قرنی
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انس حاصل کرتے ہیں۔

یہ ان کا وہ نوکر بندہ ہے جسے ملاقات سے زیادہ مشن کی تکمیل کی فکر ہے۔ آپ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں جدھر بھی ہو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشن یعنی وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ کے
 بول بالا کرنے میں دن رات لگا رہتا ہے۔

10.20 راضیہ مرضیہ

اللہ کے ولی کی انتہائے گزارش یہ ہے کہ رب العالمین ان سے راضی ہو جائے، رحمت
 للعالمین خوش ہو جائے، ان کی شفاعت حاصل ہو اور ذکر العالمین کے مطابق زندگی گذر جائے
 تاکہ وہ فلاح پا جائے۔ یہ کیسے ہوگا اس کی تفصیلات ہم پچھلے صفحات میں واضح کر چکے ہیں۔ مختصراً
 سورہ المائدہ کی آیت 35 اس کا جواب ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ
وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ
تُفْلِحُونَ (سورہ المائدہ، آیت 35)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس
کا قرب حاصل کرنے کے لئے اس کی طرف
وسیلے تلاش کرتے رہو، اور اس کے راستہ میں
جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔“

اس آیہ مبارکہ میں ولی کی تمام صفات کا ذکر آ گیا ہے۔ وہ متقی ہوتا ہے، اپنے رب کی
رضا تلاش کرتا ہے اور اس کے لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے
متوسلین کا وسیلہ ڈھونڈتا ہے اور اس کے راستے میں جہاد کرنے والا ہوتا ہے۔ اس سب کے نتیجہ میں
اللہ تعالیٰ اسے فلاح کا مقام عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے عظیم بندوں کی صفات کا پورا احاطہ کرنا
کسی کے بس کی بات نہیں۔ ان کی حقیقت کا خلاصہ یہی ہے کہ ”وہ اپنے رب سے راضی اور وہ ان
سے راضی“۔

ان کی بندگی کا کمال یہ ہے کہ مالک کی رضا پر ان کی رضا قربان ہے، ان کے جمال کی
شان یہ ہے کہ وہ مالک کے رنگ میں رنگے رہتے ہیں اور ان کے جلال کی کیفیت ہے کہ مالک
بذات خود ان کا ہاتھ، کان، آنکھیں، زبان اور دماغ بن جاتا ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ خاتم
النبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی مثال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے یہ مخلص بندے اپنی بساط کی حد تک اس کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور مالک
اپنی شان کے مطابق آسمان و زمین میں ان کا ذکر پھیلا دیتا ہے۔ رب کائنات کے ان ولیوں کا
لقب النفس المطمئنة ہے۔ یہ صحیح معنوں میں وہ ”کامیاب اور عظیم لوگ“ ہیں جن کے
بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:-

يَأْتِيَهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝
 اَرْجَعْنِي اِلَى رَبِّكَ رَاضِيَةً
 مُرْضِيَةً ۝ فَاَدْخُلْنِي فِي عِبْدِي ۝
 وَاَدْخُلْنِي جَنَّتِي ۝
 (سورہ الفجر، آیت 27-30)

”اے تُو وہ جو نفس مطمئنہ ہے! لوٹ اپنے
 رب کی طرف، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے
 راضی پس داخل ہو جا میرے خاص بندوں
 میں اور داخل ہو جا میری (خاص) جنت
 میں۔



کیا کرنا چاہیے (Do'es)

اور کیا نہیں کرنا چاہیے (Don'ts)

اس کتاب میں ہم نے اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کی صفات عالیہ کا جائزہ لیا ہے تاکہ ہم بھی ان صفات کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کے ان عالی وقار بندوں میں شامل ہو سکیں۔ یہ ہر مومن کی تقدیر (Destiny) ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی اس تقدیر کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اصل بات رضائے الہی ہے جس کی تلاش ہمیں ان چیزوں میں کرنا چاہیے جو ہمارے رب کو پسند ہیں۔ یہ میرے Do'es ہیں۔ ساتھ ساتھ ان چیزوں کے قریب قریب بھی نہیں پھٹکنا جو اسے ناپسند ہیں (Don'ts)۔ اللہ کی کتاب میں 14 ایسے کام ہیں جو اسے پسند ہیں اور 14 وہ ہیں جو اسے ناپسند ہیں۔ مندرجہ ذیل میں ان کو اختصار کے ساتھ دیا جا رہا ہے۔ تاکہ اللہ کا ولی بننے کی خواہش رکھنے والے مومن کے حافظے پر یہ باتیں اچھی طرح محفوظ ہو جائیں۔

یاد رکھو! دوستی تبھی پھلتی پھولتی ہے جب دوست دوست کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھے گا۔ آپ دیکھیں کہ اس معیار پر آپ کا کیا مقام ہے؟ نمبر لگانے کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھیں درود شریف کے بعد ایک دفعہ سورہ الفاتحہ اور ایک دفعہ آیت الکرسی کی تلاوت کریں اور بعد ازیں 100 مرتبہ رب زدنی علما اور 100 مرتبہ اهدنا صراط المستقیم کا ذکر کریں۔ پھر صدق دل سے اپنے آپ کو ہر صفت کے متقابل نمبر دیں لیکن اس سے پہلے حوالہ میں دی گئی آیات کے مطالب کو کسی تفسیر کی مدد سے اچھی طرح سمجھ لیں اور اپنا بھی خوب تجزیہ کر لیں تاکہ نمبر دینے میں کم سے کم غلطی کا احتمال ہو۔

11.1 کرنے کے کام (Do'es)

اپنے نمبر	ٹوٹل	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو پسند کرتے ہیں؟
	100	1 ہمیشہ ہی نیکی اور بھلائی کرنے والوں کو (محسنین اور صالحین) 7(196), 3(134), 2(195)
	100	2 مسلسل توبہ کرنے والے (توابعین) کو 2(222)
	100	3 ہمیشہ صفائی پسندوں (مطہرین) کو 2(222)
	100	4 ہمیشہ پرہیزگاروں (متقین) کو 9(7), 9(4), 3(76)
	100	5 ہمیشہ صبر کرنے والے (صابرین) کو 3(146)
	100	6 ہمیشہ توکل کرنے والے (متوکلین) کو 3(159)
	100	7 ہمیشہ انصاف کرنے والے (مسطین) کو 5(42)
	100	8 مومنین کے لئے نرم اور کفار کے لئے سخت دل رکھنے والے مجاہدین کو 5(54)
	100	9 سچ بولنے والے (صادقین) کو 5(119)
	100	10 اتباع رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے والوں کو 3(31)
	100	11 مہاجرین و انصار اور ان کے سچے پیروکاروں کو 9(100)
	100	12 عہد کی پابندی کرنے والوں کو 3(76)
	100	13 خدا کی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح جم کر لڑنے والوں کو 61(4)
	100	14 ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں کو 19(96)
	1400	A کل ٹوٹل (11.1)

11.2 نہ کرنے کے کام۔ (Do'nts)

اپنے نمبر	ٹوٹل	اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں؟
	100	1 سدا شکر گزاروں (کفار، فجار) کو 2(276)
	100	2 زیادتی کرنے والوں (معتدین) 7(55), 5(87), 2(190)
	100	3 سدا گناہ گاروں (اشیم) کو 4(107), 2(276)
	100	4 اسلام کے منکروں (کافرین) کو 30(45), 3(32)
	100	5 جان بوجھ کر ظلم کرنے والوں کو 42(40), 3(140), 3(57)
	100	6 جھوٹا فخر کرنے والوں کو 57(23), 31(18), 16(23), 4(36)
	100	7 دھوکے بازوں، دغا بازوں کو 22(38), 8(58), 4(107)
	100	8 جھگڑالو اور فساد کرنے والوں کو 28(77), 5(64)
	100	9 شیطان کی راہ فضول خرچوں (مُسرفین) کو 7(31), 6(141)
	100	10 اللہ کا قانون توڑنے والوں، بے حکموں (فاسقین) کو 9(96)
	100	11 اللہ کی راہ میں بھیل اور دوسروں کو بھیل پر اکسانے والوں کو 4(37)
	100	12 اپنی شان بنانے اور دکھاوے کے لئے مال خرچ کرنے والوں کو 4(38)
	100	13 اپنی بڑائی کرنے والوں (متکبرین) کو 16(23)
	100	14 بری باتوں کو پھیلانے والوں کو 4(148)
	1400	B کل ٹوٹل (11.2)
		آپ کا نتیجہ (اپنے نمبر A) - منفی - (اپنے نمبر B) =

اگر نتیجہ صفر نکلا ہے یا منفی تو بھی گھبرائیے نہیں اب بھی توبہ کر لیں اور بہتری کی کوشش کریں اور پھر کچھ عرصہ بعد اپنی مارکنگ کریں۔ انشاء اللہ بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔ اگر آپ کے

نتائج مثبت ہیں تو مبارک ہو آپ حلقہ ولایت میں پہلے ہی داخل ہیں۔ اب ہمت کر کے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ (واللہ اعلم)

بہر حال اگر ہم اللہ کے ولی بننا چاہتے ہیں تو لازمی ہے کہ ہم وہ کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس سے بچ کر رہیں جو ذات باری تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ پھر آپ کو نفس مطمئنہ کا مقام نصیب ہو جائے گا (انشاء اللہ) جن کے سردار سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ورفعنا لك ذكرك

اور ہم نے بلند کر دیا تمہارے لئے، تمہارا ذکر

سبحان اللہ کیا شان ہے اللہ کے محبوب کی اور کیا شان ہوگی ان خوش قسمت لوگوں کی جو ان سے وابستہ ہیں۔ ان کا انعام سدا کی نیک نامی، قبر کی راحت، عالم برزخ کی سیر، یوم الدین کو سکون، جہنم سے نجات، جنت میں اعلیٰ مقامات اور سب سے بڑھ کر قرب الہی سے عزت افزائی اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت کے سایہ میں جگہ۔

اے باری تعالیٰ ہمیں بھی ان کے غلاموں میں شامل فرمالے۔ اهدنا الصراط المستقیم ط صراط الذین انعمت علیہم۔ اے رب العالمین! بصدقہ رحمت اللعالمین ہمارا شمار اپنے انعام یافتہ بندوں میں کر لے اور ہمیں اپنی ولایت سے سرفراز کر دے۔ آمین ثم آمین!

اللهم صل على محمد وعلى آل محمد وبارك وسلم
اللهم صل على محمد وعلى اصحاب محمد وبارك وسلم
انك انت الخير الراحمين



اسلام اور سائنس کے حوالہ سے

نہایت مفید کتابیں

نامور ایٹمی سائنسدان انجینئر موجد اور محقق سابق ڈائریکٹر جنرل پاکستان ایٹامک انرجی کمیشن سلطان بشیر محمود کی مندرجہ ذیل کتابیں نوعیت میں اسلامی اور سائنسی کلاسک ہیں۔ جن کا مطالعہ نہ صرف زندگی اور آخرت کے مسائل کو سمجھنے کے لئے بلکہ انسانیت کو اسلام سے روشناس کرانے کے لئے بھی ضروری ہے۔ یہ کتابیں دوستوں کو دینے کے لئے بہترین تحفہ اور تبلیغ اسلام کے لئے بھی نہایت موثر ذریعہ ہیں۔

1 کتاب زندگی:

(قرآن کریم کی سائنٹیفک تفسیر: (سورة الفاتحه، سورة البقرة)
دنیا و آخرت کی زندگی کے لئے کلام اللہ کے معجزانہ مضامین کی مدلل سائنسی تفسیر جو اپنی مثال آپ ہے۔ مختلف مسلک کے علماء نے بھی قرآن کریم کو سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور اس کو پھیلانے کے لئے مصنف کی اس کوشش کو بے مثل قرار دیا ہے۔ یہ تفسیر ثابت کرتی ہے کہ جو سائنس کی انتہا ہے وہ قرآن کی ابتداء ہے۔

2 قیامت اور حیات بعد الموت:

جس میں قرآن کریم، احادیث خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جدید سائنس کی روشنی میں تخلیق کائنات، مومن کا فلسفہ حیات، زندگی، موت، جسم، نفس، روح، ملائکہ اور جنات کے حقائق، عالم قبور، عالم برزخ، قیامت، آخرت، یوم الدین، جنت، دوزخ کے حالات پر بے مثل تحقیق ہے، جس کے متعلق ہزاروں پڑھنے والوں کی یہی رائے ہے کہ یہ کتاب انسان کے زمان و مکان میں سفر پر محققانہ، مدلل اور سائنٹیفک تجربات پر مشتمل ایک ایسا کلاسک کام ہے جس کا

مطالعہ ہر ایک کے لئے ضروری ہے۔

3) DOOMS DAY AND LIFE AFTER DEATH

This is the original English version of the above book-a Treatise on the secrets of Life and the Life Hereafter, Doomsday, Jannat and Jehannum in the light of the Holy Quran and Modern Science-a reader friendly book-study of which will enrich your lives tremendously.

4 قرآن پاک ایک سائنسی معجزہ :

قرآن کریم ایک زندہ معجزہ ہے جس کی سب سے بڑی گواہ سائنس ہے۔ یہ کتاب اس بات کا ثبوت ہے۔

5 تباہ کن ہتھیاروں کے اثرات سے بچنے کی حفاظتی

تدابیر:

Safeguards against the weapons of mass destruction, describing civil defense measures for the safety of the personnel and property.

6) COSMOLOGY AND HUMAN DESTINY

An original research work which deals with our daily life happenings to help make vital decisions about our family life, children, business and political developments in the world, rise and fall of civilizations, past present and future of the world.

The book is a thorough scientific study of "Why events happen?" It is a scientific guide to plan and care for your own future and sheds light on the future events, with reference to activity of sunspots and storms in the Sun.

7) THE FIRST AND THE LAST (May peace be upon him)

It is a comprehensive biography of the greatest of the mankind, the Last Messenger of Allah (PBUH). Benefactor of the worlds. It is especially written for the busy people, students, scholars and muslims alike to help intellectuals, muslims and non-muslims to fashion their lives on the glorious footsteps of the greatest of Prophets of Allah.

8 تلاش حقیقت

مصنف نے صوفیانہ انداز میں سائنس کو اس طرح رنگ دیا ہے کہ عام آدمی بھی اس مختصر کتاب "تلاش حقیقت" سے بہت مستفید ہوا ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ذکر و فکر اور تسخیر کے حوالہ سے جس طرح مومن کی شان کی تعریف کی ہے اس کا سمجھنا آج کل کے مسلمانوں کیلئے نہایت ضروری ہے۔ تلاش حقیقت میں ذکر، فکر اور تسخیر یہ تینوں مومن کے اسباب ہیں۔

دارالحکمت انٹرنیشنل

Tel: 2255107-2260001 اسلام آباد، F-8/4، ناظم الدین روڈ، 60-C

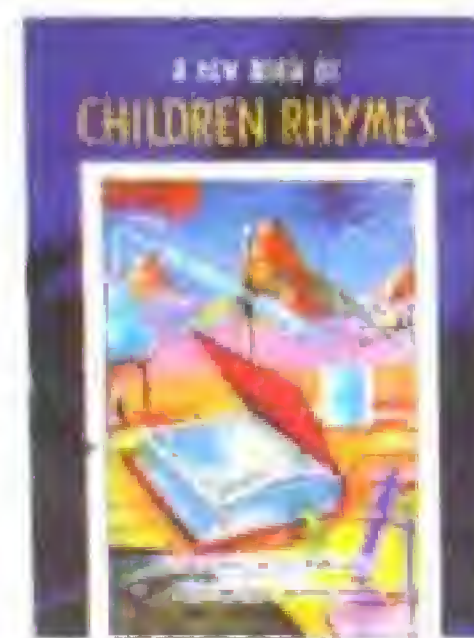
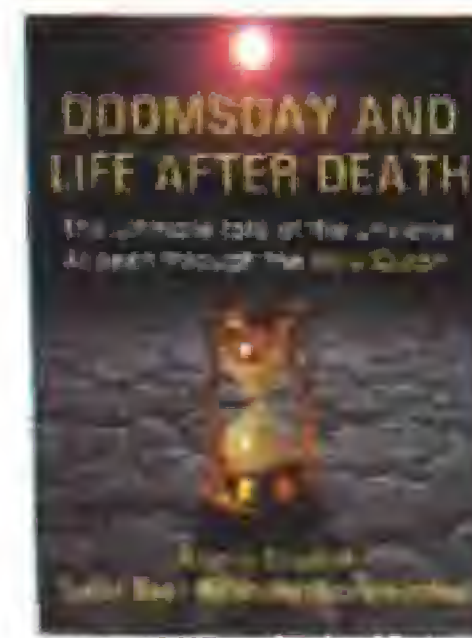
E-mail:- darulhikmat114@yahoo.com, sbm@darulhikmat.com

Web:- www.darulhikmat.com

نامور ایٹمی سائنسدان، انجینئر، موجد اور محقق، سابق ڈائریکٹر جنرل پاکستان ایٹمک انرجی کمیشن

سلطان بشیر محمود (ستارہ امتیاز)

کی کتابیں اپنی نوعیت میں اسلامی اور سائنسی کلاسک ہیں۔ جن کا مطالعہ نہ صرف زندگی اور آخرت کے مسائل کو سمجھنے کے لئے بلکہ انسانیت کو اسلام سے روشناس کرانے کے لئے بھی ضروری ہیں۔ یہ کتابیں دوست احباب کو دینے کے لئے بہترین تحفہ اور تبلیغ اسلام کے لئے بھی نہایت مؤثر ذریعہ ہیں۔



دار الحکمت انٹرنیشنل (انجمن مدرسہ تعلیمیہ)

60-C ناظم الدین روڈ، F-8/4، اسلام آباد، فون: 2264102-2258058

E-mail: sbm@darulhikmat.com, Website: www.darulhikmat.com